

وہ سڑک کے کنارے ہر چیز سے بے پرواہ چل رہی تھی۔ بے شمار یادوں کا ایک ریلا اس کے ساتھ تھا۔ اسے اپنے قریب کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ وہ وہی تھا سنہری آنکھوں والا مرد۔ کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ سست قدم اٹھا رہی تھی۔ نظریں ہنوز بلڈنگ پر تھیں۔ وہ گردن موڑ کر اس شخص کو دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ اسے یقین تھا اسے دیکھنے پر وہ ہر بار کی طرح کسی خیال کی مانند غائب ہو جائے گا۔ اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔ وہ قریب ایک بیچ پر بیٹھ گئی۔ وہ شخص بھی اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ وہ مسلسل اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ خود پر اسکی نظریں محسوس کر سکتی تھی مگر اسے دیکھنے کی غلطی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسکا ساتھ ہی اس کے لیے غنیمت تھا۔ اسکو دیکھنے کی خواہش میں وہ اسکا ساتھ بھی کھودیتی۔ اور وہ ہمیشہ کی طرح غائب ہو جاتا۔ کیوں کہ وہ تو محض ایک خیال تھا۔ تانیہ علی کا خیال۔ جو پچھلے آٹھ سال سے اس کے ساتھ تھا۔ اسکی آنکھوں میں آنسوؤں جمع ہونے لگے تھے۔ وہ اس سے کچھ کہتا کیوں نہ تھا؟؟ وہ اسکی آواز سننے کو تڑپ رہی تھی۔

"کوئی فائدہ نہیں اسے ایسے روز روز دیکھتے رہنے کا نہیں ایڈمیشن ملنا یہاں اس بات کو مان لیں۔"

بہت سال پہلے یہیں بیٹھے اس شخص نے اس سے کہا تھا۔ جب وہ حسرت بھری نگاہوں سے آرمی میڈیکل کالج کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کہیں باروہاں سے گزرتے یہیں بیٹھ جایا کرتی اور اس کالج کو یوں ہی دیکھا کرتی۔  
"اگر ایڈمیشن ہو گیا ناں زکوٹے تو تم اپنی خیر مناؤ زہر کا انجیکشن دے کر ماروں کی تمہیں۔"

تانیہ کی بات سن کر وہ قہقہا لگا کر ہنسا تھا۔  
"اچھا رہ لیں گی میرے بغیر؟؟؟" کمال یقین سے سوال پوچھا گیا تھا یوں جیسے یہ تو ممکن ہی نہ ہو۔

"ہممم کوشش کر سکتی ہوں ویسے بہت مشکل ہے۔"  
وہ مسکرا کر اسکی بازو میں بازو ڈال کر اسکی جانب دیکھتے ہوئے بولی تھی۔ اس جگہ پر بہت کچھ بدل چکا تھا۔ بلڈنگ درخت سڑکیں وہاں کی چہل پہل اور وہ خود۔۔۔

سب سے زیادہ تو وہ بدل چکی تھی۔ جتنی توڑ پھوڑ اسکے اندر ہو چکی تھی اتنی اگر اس جگہ پر ہوتی تو وہ جگہ بنجر اور ویران ہو چکی ہوتی۔  
"تانیہ؟؟؟" اجنبی آواز پر وہ چونک کر بائیں جانب مڑی۔  
سامنے کوئی ۳۰ سال کے لگ بھگ لڑکی کھڑی تھی۔  
"جی؟؟؟" تانیہ سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"آپ تانیہ ہیں ناں تانیہ علی؟؟" اس نے خوشی سے پوچھا۔

"جی میں ہی ہوں مگر معذرت میں نے پہچانا نہیں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔  
وہ ہمیشہ سے ہی سنجیدہ تھی۔ مگر زندگی نے اسے پاگل پن کی حد تک سنجیدہ کر دیا تھا۔

"اوہ تانیہ اٹس می زنیہ۔ زنیہ عاطف۔" وہ گرمجوشی سے اس سے ملتے ہوئے بولی۔

تانیہ کے چہرے کا رنگ سفید ہوا تھا۔ اسے گھٹن ہونے لگی تھی۔ وہ زنیہ تھی اسکی میڈیکل کالج کی جو نیر۔ ماضی کی یادوں نے ایک بار پھر اسکے دماغ کے گرد جال بنا تھا۔ وہ اسے جھٹکا دے کر دور ہٹی تھی۔ اور بغیر اسے دیکھے واپس پلٹ گئی تھی۔ وہ اب پوری رفتار سے چل رہی تھی۔ پیچھے کھڑی لڑکی اسے پکارتی رہی مگر وہ ان سنی کیے وہاں سے بھاگی تھی۔ اسکی آنکھوں میں آنسو تھے مگر وہ انہیں بار بار صاف کر کے مزید تیز چلتی جاتی۔ گھر پہنچ کر وہ صوفے پر سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھ گئی تھی۔ ماضی کی وہ یادیں اسے لمحہ لمحہ موت دیتی تھیں۔

"ارے آپ یہاں کب آئی؟؟" مٹھاس سے بھری آواز پر وہ سامنے مڑی جہاں بے شمار معصومیت چہرے پر لیے وہ مسکراتی ہوئی کھڑی تھی۔ آمنہ سلطان۔ وہ اسکی ساتھ تھی، اسکی ہمراز اسکی کرایئم پارٹنر تھی۔ تانیہ کو خیال آیا کہ وہ اپنے گھر نہیں تھی۔ وہ اپنے ماں باپ کے گھر تھی۔ وہ اسکا عارضی ٹھکانا تھا۔ لڑکیوں کے

لیے رشتے یوں ہی بدل جاتے ہیں۔ بچپن سے جو اسکا مستقل ٹھکانا تھا۔ جب وہ کہیں جاتی تو جلد از جلد گھر جانے کی زد کرتی تھی اب وہ اسکا عارضی ٹھکانا بن چکا تھا۔ وہ خیالوں میں گم تھی جب آمنہ مسکراتی ہوئی اسکے قریب آئی۔ وہ مسکرا رہی تھی؟؟؟ کیوں؟؟؟ کیسے؟؟؟ وہ آخر اتنا حوصلہ کہاں سے خرید لائی تھی؟؟؟  
 "وہ باہر گئی تھی تو واپسی پر یہاں آگئی۔" وہ کہہ کر پرسکون سی ہو کر بیٹھ گئی۔  
 آمنہ نے مسکرا کر سر ہلایا۔ آمنہ جتنی مسکراتی تھی تانیہ ہسنے کے معاملے میں اتنی ہی کنجوس تھی۔ اسکے چہرے پر شاید ہی کسی نے پچھلے آٹھ سالوں سے مسکراہٹ دیکھی ہوتی۔

"تم اتنی پرسکون کیسے رہ لیتی ہو آمنہ؟؟؟" وہ اسکی مسکراہٹ کو دیکھ کر بولی۔  
 "اللہ کسی انسان پر اسکی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا تانیہ۔ اتنا ہی آزماتا ہے جتنا وہ برداشت کر سکے۔ میں بھی کر سکتی ہوں آپ بھی کر سکتی ہیں کوشش کریں۔" آمنہ ایک بار پھر مسکرا کر بولی۔ وہ ہمیشہ ہی ایسی باتیں کرتی تھی۔ دل کو بھالینے والی۔

"نہیں ہوتا آمنہ ہو ہی نہیں سکتا۔" تانیہ یہ کہہ کر اٹھی تھی۔

"کہاں جا رہی ہیں؟؟؟" آمنہ نے پوچھا۔

"گھر جا رہی ہوں۔" وہ محض اتنا کہہ کر گھر سے باہر آگئی۔

آمنہ نے دکھ سے اسے جاتے دیکھا۔ اسکے دل میں بے پناہ تکلیف ہوتی تھی

جب جب وہ تانیہ کو یوں دیکھتی تھی۔

اسکی نظر سامنے دیوار پر لگی تصویر پر گئی۔ بھورے گھنگریالے بال اور سنہری آنکھوں والے اس مرد کی تصویر دیکھ کر آمنہ کرب سے مسکرائی۔ "تم نے کبھی ہمارے ساتھ اچھا نہیں کیا۔" وہ کہتے ہوئے اس تصویر کے قریب آئی۔ "تم نے کتنی زندگیوں برباد کر دیں حریفہ۔" وہ اس تصویر کو دیکھتے ہوئے بغیر کسی احساس کے کہہ رہی تھی۔

"سب کہتے ہیں میں اتنا پر سکون کیسے رہ لیتی ہوں۔ میرے اندر کتنا درد ہے کتنی تکلیف ہے کوئی نہیں جانتا۔" عجیب کرب بھری مسکراہٹ تھی اسکے چہرے پر۔

"سب تمہاری غلطی ہے تم نے سب برباد کر دیا۔" تصویر میں مسکراتی اس تصویر نے آمنہ کے چہرے پر ٹپکتے آنسو، کرب اور مسکراہٹ کو بیک وقت دیکھا تھا۔ کیا تھا اس مسکراہٹ میں کے وہ تصویر والا مرد کرب سے گزر تا جو اسے دیکھ لیتا۔ آمنہ کی مسکراہٹ میں کچھ بدلاؤ سا تھا۔ کیا واقعہ وہ تکلیف میں تھی؟ کاش اس مسکراہٹ کا انداز وہ راز وہ شخص کچھ سال پہلے جان لیتا۔

مگر۔۔۔۔

کاش۔۔۔۔

\*\*\*

"تانیہ لنچ شیئر کرو گی میرے ساتھ؟؟؟" دوپونیوں والی گول مٹول سی بچی اسکے قریب بیٹھتے ہوئے بولی۔

"نہیں۔" تانیہ اتنا کہہ کر وہاں سے اٹھی تھی۔ تانیہ علی اپنی چیز کسی کو نہیں دے سکتی تھی۔ اپنا حق سامنے والے کے حلق سے کھینچ کر لے سکتی تھی۔ وہ گراؤنڈ میں چاروں طرف دیکھتے ہوئے جارہی تھی۔ وہ کسی کو تلاش کر رہی تھی۔ تیرہ سالہ تانیہ معصومیت سے لنچ باکس کو کس کر پکڑے جارہی تھی جب اسکی نظر کچھ دور ایک منظر پر پڑی۔ آگ سی آگ تھی جو تانیہ کے دل میں وہ منظر دیکھ کر لگی تھی۔ وہ سنہری آنکھوں والا بچہ معصومیت سے آنکھیں صاف کرتا خود سے بڑے بچوں کے قریب کھڑا نہیں دیکھ رہا تھا۔ جو اسکا لنچ بہت مزے سے کھا رہے تھے۔ تانیہ نے نہ دائیں دیکھا نہ بائیں شدید تیش کے عالم میں انکے قریب پہنچی تھی۔

"حزیفہ یہ تمہارا لنچ ہے؟؟؟" تانیہ نے حزیفہ کو غصے سے بازو سے پکڑ کر پوچھا۔ "وہ کہہ رہے تھے اگر لنچ نہ دیا تو میری شکایت کر کے سکول سے نکلوا دیں گے۔" حزیفہ روتے ہوئے بولا۔

"رونا بند کرو حزیفہ سخت چڑ ہے مجھے یوں رونے سے۔" تانیہ غصے سے کہتی ان لڑکوں کی جانب مڑی۔

جو عمر میں تانیہ سے بھی بڑے تھے۔

"لنچ واپس کرو۔" تانیہ نے بے خوف لہجے میں کہا۔

"کھا کر واپس کر دیں گے۔" ایک لڑکے نے ہستے ہوئے چپس پر کیچپ لگا کر کہا۔

"اوئے واپس کر دیتے ہیں بچوں کو بھی بھوک لگی ہوگی۔" دوسرے لڑکے نے مزید شرارت سے کہا۔

"رہنے دے یا اس لڑکی کی کون سنتا ہے ابھی کچھ کہا روئے لگے گی۔" لڑکا ہنس کر کہتا تانیہ کی جانب مڑا۔ اس نے تانیہ کی آنکھوں میں آنسوؤں کو جمع ہوتے دیکھا۔

"ارے ارے دیکھو ابھی سے رونے لگی۔" وہ تینوں لڑکے قہقہا لگا کر بولے۔ انکی ہنسی کو بریک تب لگی جب تانیہ نے چیخ چیخ کر رونا شروع کر دیا۔ "اوئے کیا ڈرامے کر رہی ہے یہ لے۔۔۔ لے لنچ۔" ایک لڑکے نے سٹیٹا کر کہا۔ گراؤنڈ میں سب بچے انکی جانب متوجہ ہو گئے۔ مگر تانیہ مزید زور لگا کر رونے لگی۔ حریفہ حیرت سے منہ کھولے تانیہ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ رو کیوں رہی تھی؟

"کیا ہو تانیہ بیٹا رو کیوں رہیں ہیں آپ؟؟" ایک موٹے چشمے والی ٹیچر اسکے قریب آ کر پوچھنے لگی۔ وہ تینوں لڑکے اب صحیح معنوں میں ڈر چکے تھے۔

"میم یہ تینوں بھائی مجھ سے اور حریفہ سے لہجہ بھینچ کر کھا رہے ہیں۔" تانیہ اس قدر دکھ سے چور لہجے میں بولی کہ ان لڑکوں کو خود پر شک ہوا کہ ان نے تانیہ کا لہجہ کب لیا۔ حیرت کا شدید ترین جھٹکا انہیں تب لگا جب ان نے تانیہ کا آدھا کھایا ہو لہجہ اپنے قریب پڑے پایا۔ وہ وہاں کب آیا؟؟

"اچھا بیٹا چپ ہو جاؤ اتنی سی بات پر یوں روتے نہیں ہیں۔" ٹیچر نے اسے پرسکون کرنا چاہا۔

"میم یہ مجھے اور حریفہ کو بہت گندی گندی گالیاں دے رہے تھے اور عجیب باتیں کر رہے تھے۔" واللہ ان لڑکوں نے تانیہ کی ایکٹنگ کو داد دی تھی۔

"میم میم ایسا کچھ نہیں ہے یہ جھوٹ بول رہی ہے۔" لڑکوں نے موٹے چشمے والی ٹیچر کی سخت گھوری کو دیکھ کر کہا۔

"ابھی اسی وقت پر نسیل کے آفس چلو۔" وہ اتنا کہہ کر آگے چل پڑی۔ وہ لڑکے حیرت اور سد مے سے اس معصوم بچی کو دیکھ رہے تھے جواب آنکھیں صاف کر کے لہجہ اٹھا رہی تھی۔

"تم نے جھوٹ کیوں کہا میم سے ہم نے یہ سب کب کیا؟؟؟" ایک لڑکے نے کہا۔ وہ اب اس سے بد تمیزی کر کے خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔

"آپ کہہ رہے تھے ناں کے میری کون سنتا ہے کچھ کہا تو رونا شروع کر دوں



گی۔ "وہ لہجہ حزیفہ کے حوالے کر کے بولی۔

"مگر آپ یہ سوچنا بھول گئے کہ اگر میں روئی تو کون نہیں سنے گا۔" وہ شیطانی مسکراہٹ انکی جانب اچھالتے ہوئے بولی۔

"بہت غلط کیا تم نے۔" ایک لڑکا شدید غصے سے بولا۔

"چلو حزیفہ اب آپ اگلے پورے مہینے انکی شکل نہیں دیکھ سکو گے کیوں کہ یہ سسپنڈ ہونے والے ہیں" وہ کمال دلیری سے انکے منہ پر تماچہ مار کر حزیفہ کو لیے وہاں سے چلی گئی۔

\*\*\*

علی یوسف اور نازیہ بیگم کی دو اولادیں تھیں۔

تانیہ علی بے خوف، نڈر اور بہادر۔ اسے اپنا حق لینا اور چھیننا آتا تھا چاہے سیدھے طریقے سے یا چاہے تانیہ علی کے طریقے سے۔

اور دوسری۔

حزیفہ علی۔ معصوم اور بے پناہ معصوم۔ وہ بچپن سے بہت سادہ مزاج تھا۔ بچپن میں۔۔۔ تب تو معصوم ہوتے ہیں مگر وہ تب بھی تھا اب بھی ہے۔ اب باری ہے علی یوسف کے جڑواں بھائی سلطان یوسف کی اولاد کی۔

وہ اکیڈمی میں بیٹھی سبق یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ سب کو چھٹی ہو چکی

تھی مگر وہ اب بھی وہیں تھی۔ شام کے اندھیرے پھیل رہے تھے۔ وہ آنکھوں میں آنسوؤں لیے اونچی اونچی آواز میں پڑھ رہی تھی۔ اسکے ساتھ ایک اور بچہ بھی تھا جو عمر میں اس سے کچھ بڑا تھا۔ ناجانے سبق یاد نہ ہونے کے باوجود وہ خاموش کیوں بیٹھا تھا؟؟ آمنہ کو اس سے کوفت ہو رہی تھی۔

"جاؤ تم دونوں نالائق انسان کبھی وقت پر یاد نہیں کرتے۔ اب اندھیرا ہونے والا ہے اس لیے جاؤ گھر جا کر یاد کر لینا۔" استاد کے اتنا کہنے کی دیر تھی وہ دونوں بیگ اٹھائے پوری رفتار سے دوڑے تھے۔

کچھ دور جا کر وہ دونوں سست قدم اٹھائے جا رہے تھے۔ آمنہ تب محض بارہ سال کی تھی۔ مگر بچپنا اب بھی دس سالہ آمنہ جیسا تھا۔

\*\*\*

"تم اکیلی گھر کیسے جاؤ گی؟؟" ساتھ چلتے لڑکے نے اس سے پوچھا۔

"تمہارا سر درد نہیں ہے تم اپنے گھر جاؤ۔" آمنہ نے غصے سے کہا۔

آمنہ تیز تیز چلنے لگی تھی۔ آمنہ سلطان کو اپنے باپ اور بھائی کے علاوہ ہر مرد ذات سے اسے ایسی ہی کوفت تھی۔

"آمنہ تم کبھی سیدھے طریقے سے بات کر سکتی ہو؟؟" لڑکے نے کوفت سے کہا۔

"نہیں کر سکتی۔" آمنہ نے اسی انداز میں کہا۔

"مجھے سخت زہر لگتی ہو یوں بات کرتے ہوئے ابھی ڈھنگ سے بات کر لیا کرو۔" وہ اسکے سامنے کھڑا ہو کر بولا۔

"سامنے سے ہٹو۔" وہ بنا کسی ڈر کے بولی۔

"نہیں ہٹوں گا کیا کر لو گی۔" وہ کمینگی سے مسکراتا اسکی جانب بڑھا۔

"میں تو کچھ نہیں کر سکتی۔" آمنہ مسکراتے ہوئے بولی۔

ابھی وہ کچھ بولنے ہی والا تھا کہ کسی نے اسے کالر سے پکڑ کر اپنی جانب گھمایا اور

بغیر سوچنے سمجھنے کا موقع دیے اسکے چہرے پر ملکوں کی برسات کر دی۔

"مگر میرا بھائی بہت کچھ کر سکتا ہے۔" آمنہ مسکراتے ہوئے بولی۔ اسے آدھ

موا کر کے اس نے ٹھنڈا سانس لیا۔ اس نے بس ایک بار نظر اٹھا کر آمنہ کو

دیکھا۔ اس نے کندھی اچکائے۔

"آپ نہ آتے تو میں یہی کرتی۔" اس نے کہا۔

شایان بغیر کچھ کہے آگے بڑھ گیا۔ آمنہ بھی اسکے شانہ بشانہ چل پڑی۔ وہ شایان

سلطان تھا۔ اپنے گھر کی عزتوں کی حفاظت کرنا اسے آتا تھا۔ اسے سکھایا گیا تھا۔

اس نے آمنہ کو ایک سخت نظر تک نہ دی تھی۔ کیوں کہ وہ اسکی بہن تھی اسکی

عزت۔ اسے اپنے عزت پر سوال اٹھانا نہیں آتا تھا۔ اسے عزت پر وار کرنے

والوں کا منہ توڑنا سکھایا گیا تھا اگر وہ وہاں موجود نہ ہوتا تو کوئی شک نہ تھا کہ آمنہ

بھی اس لڑکے کا یہی حال کرتی۔ وہ آمنہ سلطان تھی اسے خود کی عزت کی

حفاظت کرنا آتا تھا۔

\*\*\*

یہ تھے علی یوسف اور سلطان یوسف کے بچے۔ نڈر، بے خوف، بہادر غرض ہر خوبی خود میں سموئے وہ چاروں تباہی تھے۔  
اب بات کی جائے یوسف جمال کی آخری اولاد کی۔  
حلیمہ یوسف کی۔

علی اور سلطان کی اکلوتی اور لاڈلی بہن حلیمہ یوسف کی ایک ہی اولاد تھی۔ وہ حقیقتاً آگ تھی۔

زاراحیدر۔ مغرور، آنا پرست، خود غرض بھی کہا جاسکتا ہے۔ اسکے تعارف کے لیے یہ الفاظ کافی رہیں گے۔

وہ پانچوں جو پچپن سے ہی اپنی ذات میں ایک اعلیٰ نام تھے اب بڑے ہو چکے تھے۔

ثانیہ میڈیکل کالج میں پڑھ رہی تھی۔

حزیفہ اپنی قابلیت کی وجہ سے سولہ سال کی عمر میں کالج پاس کر چکا تھا اور اب کیمسٹری میں بی۔ ایس کر رہا تھا۔ یہ اسکا آخری سال تھا۔

شایان عمر میں ان سب سے بڑا تھا۔ وہ اپنی پڑھائی مکمل کر چکا تھا اور اپنے والد کا بزنس سمجھال رہا تھا۔

آمنہ انگلش میں بی ایس کر رہی تھی اسکا دوسرا سال چل رہا تھا۔  
اور زارا آج کل ڈیسائینگ میں دلچسپی سے کام کرتی دکھائی دے رہی تھی۔

"کام کیسا جارہا ہے شایان؟" سلطان اپنے بیٹے کی جانب متوجہ ہوئے۔  
"بہت بہتر بابا۔ بلکہ بہترین۔" وہ مسکراتا ہوا بولا۔ سلطان یوسف کو اپنی اولاد  
سے بہت امیدیں تھیں اور وہ انکی ہر امید پر پورا اتر رہے تھے۔

\*\*\*

"حزیفہ اٹھو ووا بھی تمہیں کالج جانا ہے۔" گہری بھوری آنکھوں والی، بھورے  
ہلکے گھنگریالے بال جو کندھوں سے زرا نیچے آتے تھے بھری بھری جسامت  
اور گول مٹول چہرے والی تانیہ اسکے منہ پر سے کمبل کھینچتی ہوئی چیخ رہی تھی۔  
اسکے چہرے پر سب سے پرکشش اسکی ٹھوڑی کا ہلکا سا گڑھا تھا۔ جو ہر دیکھنے  
والے کو بھاتا تھا۔ حزیفہ اسکی ساری عادات سے واقف تھا۔ وہ یقیناً کسی کام کی  
وجہ سے اسے اٹھا رہی تھی مگر بہانا بھی تو بنانا تھا۔

"آپا آج سنڈے ہے۔" وہ ہنس کر کہتا پھر سونے کی تیاری کرنے لگا۔

"آپا کس کو بولا زکوٹے۔ اٹھو گے یا نہیں؟؟" وہ غصے سے بولی۔

"نہیں اٹھوں گا کیا کر لیں گی۔" وہ کمبل میں منہ دیے بولا۔

ٹھیک ہے ہم اکیلے ہی چلی جاتی ہیں آمنہ بیچاری کب سے ویٹ کر رہی ہے۔"

تانیہ کا تیر نشانے پر لگا تھا۔

"کہاں جا رہی ہے آمنہ؟؟" وہ یک دم اٹھ بیٹھا تھا۔

"میں نے کہا تھا" ہم" اور میرے زکوٹے بھائی کو بس آمنہ کی پڑی ہے۔" وہ غصے سے کہتی باہر آگئی۔ حریفہ بھاگا بھاگا باہر آیا۔ باہر اسے کوئی نہ دکھائی دیا۔ یا یوں کہا جائے اسے آمنہ نہ دکھائی دی۔

"کہاں ہے آمنہ؟" وہ تانیہ کے پاس کچن میں آکر بولا۔

"اپنے گھر ہو گی بھائی مجھے کیا پتا۔" تانیہ لا پر واہی سے بولی۔

"بہت بری ہو تم آپا اسکا بدلا میں تم سے ضرور لوں گا۔" وہ غصے سے کہتا اسکے قریب آیا۔

"کس کا بدلا لینے والے ہو؟؟" آواز پر حریفہ کرنٹ کھا کر پلٹا۔ سامنے آمنہ معصومیت سے سر پر دوپٹہ سیٹ کرتی ایک ہاتھ میں پلیٹ تھامے کھڑی تھی۔

"کیا لائی ہو آمنہ؟" تانیہ اسکی جانب بڑھتے بولی۔

"حلوہ پوری بنائی تھی ماما نے اور حکم کے مطابق آپ کی خدمت میں پیش کرنے آئی ہوں۔" وہ مسکرا کر بولی۔

علی اور سلطان کے گھر ایک ہی سڑک کے آمنے سامنے موجود تھے۔

"تمہیں ایک گڈ نیوز سناؤں؟" تانیہ مسکراتے ہوئے بولی۔

اسکی مسکراہٹ بہت خالص تھی۔ وہ مسکراتے ہوئے بلا کی پرکشش لگتی تھی۔

"مجھے بھی مجھے بھی۔" حریفہ دوڑ کر آمنہ کے قریب کھڑا ہو کر بولا۔

"اس زکوٰۃ کو پہلے سنالیں رہ نہ جائے۔" آمنہ نے اسے ہلکی سے چت لگاتے

ہوئے کہا۔ حریفہ نے یوں بازو پکڑ لی جیسے کسی نے خنجر مار دیا ہو۔

آمنہ بے اختیار مسکرا دی۔ حریفہ کو دیکھتے ہی اسکے چہرے پر یوں ہی مسکراہٹ آ جایا کرتی تھی۔

"حلیمہ پھوپھو آرہی ہیں آج۔" تانیہ نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"واقع۔ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ زارا سے اتنے دنوں سے ملاقات نہیں

ہوئی۔" آمنہ چہکتے ہوئے بولی۔

"مجھے کالج جانا ہے پھر اکیڈمی پھر اسٹراکلاس ہیں تو چار دن بعد گھر آؤں

گا۔" حریفہ برا سا منہ بنا کر بولا۔

"آج سنڈے ہے حریفہ۔" تانیہ مسکرا کر بولی۔

"پھوپھو کی لاڈلی کی تعریفوں کے قصے سننے سے اچھا ہے میں سنڈے کو بھی کالج

چلا جاؤں۔" حریفہ کہہ کر کمرے کی جانب چلا گیا۔

وہ کوئی بچے نہ تھے حریفہ سمیت وہ سب جانتے تھے کہ حلیمہ اپنی بیٹی کے گن

یہاں آ کر کیوں گاتی ہے جس پر کوئی راضی نہ تھا۔

"اسے چھوڑو تم بھی آج یہیں رکنا زارا آئے گی تو خوب باتیں کریں گے۔"

تانیہ نے مسکرا کر کہا تو آمنہ نے اثبات میں سر ہالیا۔

حزیفہ اپنی بات کے مطابق واقع باہر نکل پڑا تھا۔ کوئی نہ جانتا تھا وہ کہاں گیا۔  
"اس بد تمیز لڑکے کا میں کیا کروں پتا بھی تھا پھوپھو آ رہی ہیں پھر نہ جانے کہاں چلا گیا۔" نازیہ بیگم غصے سے ملازمین کے ساتھ کام کرتے کہہ رہی تھی۔  
"اف ہو ماما آجائے گا آپ جانتی تو ہیں پھوپھو کی باتوں سے بچنے کے لیے گیا ہے پر جائے گا کہاں آئے گا تو ادھر ہی۔" تانیہ نے انہیں کہا۔

"کیا ہوا جو حلیمہ اس سے زارا کی بات کر دیتی ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ وہ کسی خاص مقصد کی وجہ سے ہی کہہ رہی ہو۔ اسکی عادت ہے۔" نازیہ بولیں۔  
"ماما بس کر دیں سب جانتے ہیں وہ اسی وجہ سے کہتی ہیں۔" تانیہ نے خفگی سے کہا۔

"پاگل نہیں ہے وہ جانتی ہے کہ حزیفہ اور آمنہ کا بچپن سے رشتہ ہوا ہے۔ پھر وہ بھلا کیوں ایسی سوچ رکھے گی۔" نازیہ غصے سے تانیہ کی طرف مڑ کر بولیں۔  
"اچھا اماں آپ کو سب معلوم ہے۔ اب باہر جا کر مت بتا دیجیے گا آپ کی اولاد کا یہ خیال ہے۔" تانیہ کہہ کر کچن سے باہر آ گئی۔

"پاگل سمجھ رکھا ہے مجھے میں کوئی ایسی حرکتیں کرتی ہوں بتاؤ اب؟" نازیہ  
ساتھ کام کرتی ملازمہ سے بولی جس نے مسکراہٹ ضبط کر کے نفی میں سر ہلایا۔  
تانیہ باہر آئی تو اس نے لان میں زارا کو بیٹھے دیکھا۔



اسکی رنگت بہت صاف تھی۔ کالے سیاہ بال کمر پر جھول رہے تھے۔ مغرور  
اٹھی ناک اور سیاہ آنکھوں والی زاراحیدر کسی بات پر مدھم اور مغرور سا مسکرائی  
تھی۔ مسکراتے ہوئے اسکے گال کے ایک جانب ہلکا سا گھڑا پڑتا تھا۔ گول مٹول  
سے چہرے پر وہ گھڑا بے پناہ پرکشش لگتا تھا۔

"لوتانیہ آگئی۔" حلیمہ یوسف کے کہنے پر زار اتانیہ کی جانب مڑی۔  
واللہ تانیہ کو حیرت ہوئی کہ اسکے بھائی کو آخر وہ پسند کیوں نہ تھی۔  
"ارے تانی آؤ ناں ہمارے ساتھ بیٹھو کہاں کچن میں گھسی رہتی ہو سرونٹس  
ہیں ناں اس کام کے لیے۔" زارا کا لہجہ اسکے مغرور پن سے میل کھاتا تھا۔  
"آگئی بھی بس دیکھ رہی تھی کام زرا سا۔" تانیہ زارا کے قریب بیٹھتے بولی۔  
"حزیفہ کہاں ہے کہیں نظر نہیں آرہا۔" حلیمہ کی بات پر جہاں آمنہ نے کڑوا  
منہ بنایا وہیں زارا کی نظریک دم ادھر ادھر بھٹکی تھی۔ اسکے دل کی رفتار بڑھ  
گئی۔

"باہر گیا ہے ابھی آجائے گا تھوڑی دیر میں۔" تانیہ نے بغیر زارا کو نوٹ کیے  
کہا۔

"آمنہ بیٹا آگے کا کیا پلین ہے مطلب کون سا پروفیشن چننا ہے؟؟" حیدر کمال  
نے پوچھا۔

"ابھی کچھ خاص سوچا نہیں ہے مگر شاید ٹیچنگ کروں مجھے کافی انٹرسٹ ہے۔"

آمنہ نے جواب دیا۔

"اوہ کام آن آمنہ کوئی اور جاب کروہائی لیول کی یہ کوئی خاص جاب تو نہ ہوئی۔" زارا نے ہستے ہوئے کہا۔ وہ سب اسکے اس لہجے کے عادی تھے۔  
"ابھی تو کچھ خاص سوچا نہیں ہے ویسے پہلے پڑھ لوں پھر سوچوں گی۔" آمنہ نے بات کو ٹالتے ہوئے کہا۔

"اور تانیہ تمہارا کتنا عرصہ رہ گیا ہے؟؟ جلدی پڑھائی کرو بھائی تاکہ شادی کریں تمہاری۔" اب کی بار حلیمہ بولیں۔  
"ہو جائے گی پھوپھو شادی بھی آپ کیوں فکر کرتی ہیں؟؟" تانیہ نے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"اور ویسے بھی ماما کہہ رہی تھی میری اور حریفہ کی شادی ساتھ ساتھ کریں گی ابھی تو وہ بچہ ہے۔" تانیہ نے حلیمہ کو تپاتے ہوئے کہا۔  
"پہلے رشتہ تو ہونے دو پھر کریں گی ناں حریفہ کی شادی۔" حلیمہ کڑواہٹ سے بولیں۔

"حریفہ کا رشتہ تو پچپن سے ہی پکا ہے حلیمہ تم جانتی ہو اب بس تانیہ کا کرنا باقی ہے۔" نازیہ انکے قریب آتے ہوئے بولیں۔  
"آج کل کے بچے کہاں مانتے ہیں ان پچپن کے رشتوں کو نازیہ انکی اپنی مرضی سے کرنے دو انکو۔" حلیمہ نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

"ماماپلیز کین یوجسٹ لیو دس ٹاپک۔ کوئی اور بات کر لیں۔" زارا کو فت سے بولیں تو حلیمہ نے کروٹ بدلی۔

\*\*\*

رات کے قریب حریفہ آیا تو اس نے دروازے سے گھستے ہی زارا کو لان میں اکیلے ٹہلتے پایا۔ اسکا سارا موڈ غارت ہوا۔ وہ بغیر اسکو دیکھے اندر جانے لگا جب زارا نے اسے پکارا۔  
"حریفہ !!!" اس کے حلق میں کڑواہٹ گھل گئی۔ مگر خود پہ ضبط کرتا وہ اسکی جانب مڑا اور جبراً مسکرایا۔

"اوہ تم یہاں کیسی ہو؟؟؟" وہ مسکرا کر بولا۔

"میں ٹھیک ہوں تم کہاں تھے صبح سے ابھی آرہے ہو؟؟؟" زارا کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔ وہ مسکرا کر بولی۔

"وہ کیا ہے ناں زارا کے میں کسی کو بتا کر نہیں گیا تھا اور اس لیے میں ضروری نہیں سمجھتا کہ میں تمہیں بھی بتاؤں۔" حریفہ مزید مسکرا کر نرمی سے کہہ کر اندر کی جانب بڑھ گیا۔

زارا کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی تھی۔

"سمجھتا کیا ہے خود کو۔ مجھے یوں کہنے کی ہمت کیسے ہوئی اسکی۔" زارا غصے کے

پیر پتھ کر اندر کی جانب بڑھ گئی۔

\*\*\*

"حزیفہ کیا کر رہے ہو آج کل؟؟" حلیمہ نے کھانے کی ٹیبل پر حزیفہ سے پوچھا۔

"پچھلے مہینے جو آپ کو پتایا تھا وہی کر رہا ہوں پھوپھو یونو ڈگری چار سال کی ہے ناں تو ایک مہینے میں میں کچھ اور تو کر نہیں سکتا۔" حزیفہ کمال مٹھاس لہجے میں مسکرا کر بولا۔

"حزیفہ!!" نازیہ نے تنبیہ کی۔ کھانے کی ٹیبل پر سب کی دبی دبی سے ہنسی گونجی تھی۔ زارا سپاٹ تاثرات سے نظریں جھکائے کھانا کھا رہی تھی۔

"اف ہو ماما آپ تو مزاق بھی نہیں کرنے دیتی۔" حزیفہ منہ کے زاویے بگاڑے بولا۔

کھانے پر علی یوسف اور سلطان یوسف کے گھر کے سب افراد موجود تھے۔ کھانے کے بعد آمنہ، تانیہ اور زارا ٹیرس پر آگئیں۔ باقی سب لان میں موجود تھے۔ وہ ٹیرس سے انہیں دیکھ سکتیں تھیں۔

"حزیفہ کافی بد تمیز نہیں ہو گیا۔" زارا نیچے بیٹھے حزیفہ کو دیکھ کر بولی۔

"یہ زکوٹا تو پیدائشی ایسا ہے تمہیں آج پتا چلا؟؟" تانیہ نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"اس سے کہو یوں نہ کیا کرے کچھ بھی ہو سکتا ہے۔" زارا عجیب لہجے میں بولی۔

"کیا مطلب؟؟؟" تانیہ نا جھی سے بولی۔

"میرا مطلب ہے وہ ہر کسی سے یوں ہی بات کر لیتا ہے کہیں کسی کے ساتھ معاملہ خراب نہ ہو جائے۔" زارا نرمی سے مسکرا کر بولی۔

"نہیں نہیں سمجھدار ہے ایسا کچھ نہیں کرے گا۔" تانیہ نے کیا تو زارا مسکرا دی۔ آمنہ نے باغور زارا کی مسکراہٹ کو دیکھا۔ اسے عجیب گھٹن کا احساس ہوا تھا۔ وہ کیا سوچ رہی تھی؟؟؟

\*\*\*

تین دن وہاں رکنے کے بعد زارا اور حلیمہ واپسی کے لیے نکلی تھیں۔ حیدر پہلے ہی جا چکے تھے۔

"کیا ہوا ہے زارا کیوں اتنی خاموش ہو وہاں بھی تین دن سے تم یوں ہی ہو؟؟؟" حلیمہ نے راستے میں اس سے پوچھا۔

"ماما آپ نے حریفہ کو نوٹ کیا ہے۔ وہ کتنا بد تمیز ہو چکا ہے۔ ایٹ لیسٹ تمیز سے بات تو کر سکتا ہے نا؟؟؟" زارا خفگی سے بولی تو حلیمہ مدھم سا مسکرا دی۔ "زارا بیٹا!!!" حلیمہ نے مسکرا کر اسکا ہاتھ تھاما تو وہ جو باہر دیکھ رہی تھی انکی جانب متوجہ ہوئی۔

"تم حریفہ کو پسند کرتی ہو؟؟؟" حلیمہ کے نرم لہجے نے زارا کو کسی سحر میں جکڑ لیا تھا۔ وہ ہر بات اپنی ماں سے کھل کر کرنے والی لڑکی اپنی ماں کے سامنے اپنی

محبت سے انکار کرنا چاہتی تھی۔ مگر کسی سحر کے زیر اثر اس نے سر اثبات میں ہلایا۔

حلیمہ کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"تو حاصل کر لو اسے۔" حلیمہ کا لہجہ کچھ مختلف تھا۔ کچھ عجیب۔۔

"وہ آمنہ کو چاہتا ہے ماما۔" زارا کی آنکھ سے آنسوؤں پھسلا۔

"تم اسے چاہتی ہو زارا حیدر۔" حلیمہ نے بس اتنا کہا تھا۔ دونوں کی نظریں ملیں

تھیں۔ وہ دونوں مسکرائیں۔ انکی مسکراہٹ کچھ مختلف تھی۔ کچھ عجیب۔۔

ایک عورت کی آنکھیں میں کچھ خوفناک تھا۔۔

اور دوسری عورت کی آنکھوں میں چمک تھی۔۔

وہ جانتی تھیں انہیں کیا کرنا ہے۔

\*\*\*

زارا کے جانے کے چند دنوں کے بعد کی بات ہے۔

حزیفہ سلطان یوسف کے گھر میں داخل ہوا۔ سامنے سے سلطان کی بیوی فریال

شہباز بیٹھیں تھیں۔

"ارے حزیفہ بچے آؤ۔" وہ اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولیں۔

حزیفہ متذبذب سا ان سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔

"اتنے دنوں بعد آئے ہو کہاں غائب ہوتے ہو؟؟؟" وہ پلیٹ میں مٹر چھیلنے

ہوئے بولیں۔

"یہیں ہوتا ہوں چاچی بس روز روز سسرال آنا اچھا نہیں لگتا۔" حزیفہ کمال

دلیری سے یہاں وہاں نظریں گھماتا بولا تو فریال ہنس پڑیں۔

"میرے گھر کی لڑکیوں پر اپنی گندی نظر مت رکھوز کوٹے۔" شایان ناجانے

کہاں سے ٹپک پڑا تھا۔ حزیفہ کرنٹ کھا کر سیدھا ہوا۔

"باخدا بھائی آج سویرے ہی سا بن بلکے باجی کے فیس واش سے نظریں رگڑ رگڑ

کر صاف کروں گا۔" حزیفہ ڈھٹائی سے مسکرا کر بولا۔

"نظریں صاف کر بھی لو پھر بھی میری بہن کو مت دیکھنا سمجھے؟؟" شایان اس کے

قریب بیٹھتے بولا۔

"اب اپنی منگیتر کو نہیں دیکھوں کا تو پرانی عورتوں کو دیکھتے اچھا لگوں کا کیا؟؟"

حزیفہ کی بات پر فریال کا منہ کھل گیا۔ وہ کس دلیری سے سب بولتا چلا جا رہا تھا۔

"شرم کرو حزیفہ بس انیس سال کے ہو تم ابھی۔" شایان اسے گھورتے ہوئے

بولا۔

"آپ بھی تھوڑی شرم کر لیں بھائی چھبیس کے ہونے والے ہیں۔" حزیفہ نے

پورا پورا بدلا لیا تھا۔

"تو اس میں شرم کی کیا بات ہے؟؟" شایان نے پوچھا۔

"اب میری انیس سال کی عمر میں منگیتر ہے اور آپ کی پچیس سال کی عمر میں

بھی نہیں تو میری کیا غلطی۔ ہیں ناں چاچی۔ "وہ معصومیت سے بولا۔  
"بلکل صحیح بیٹا بے شرم چھبیس کا ہونے والا ہے پر شادی کی بات تک نہیں  
کرتا۔" فریال بھی حریفہ کے ساتھ مل گئیں۔

"کسی کام سے آئے ہو؟؟؟" شایان سنجیدگی سے بولا تو حریفہ کے چہرے پر کمینی  
مسکراہٹ دیکھ کر گڑ بڑ کا احساس ہوا۔

"بھائی شایان کیا آپ سے زرا اکیلے میں بات کر سکتا ہوں؟" وہ اسکے قریب آ  
کر سرگوشی میں بولا۔

"آؤ باہر چلتے ہیں۔" شایان کھڑا ہو کر بولا۔ اسکو خطرہ تھا کہ کوئی ایسی ویسی  
بات ہوئی تو کوئی بعید نہ تھا کہ حریفہ وہیں کہہ دیتا۔

"چلیں بھائی جیسا آپ کا حکم۔" حریفہ مسکرا کر اسکے پیچھے چل پڑا۔  
باہر لان میں آ کر شایان رکا تو حریفہ بھی رک گیا۔

"بولو اب کیا گل کھلایا ہے؟" شایان منہ کے زاویے بگاڑ کر بولا۔  
"گل تو آپ کے کھلنے والے ہیں بھائی۔" حریفہ مسکراتا ہوا بولا۔

"کیا مطلب؟" شایان نے پوچھا۔

"پہلے میری ایک شرط ہے۔" حریفہ مسکرا کر بولا۔ "اگر وہ منظور ہو تب بتاؤں  
گا۔"

"بولو بھی کیا تکلیف ہے اب۔" شایان کوفت سے بولا۔



"شام میں آپ، میں، باجی اور آمنہ گھومنے چلیں گے ٹھیک؟؟ مگر یہ میں نہیں کہہ رہا یہ آپ کا پلین ہو گا۔ بولیں منظور ہے؟؟" حریفہ بتیسی دکھاتے ہوئے بولا۔

شایان نے خود کو کچھ سخت کہنے سے روکا۔

"ٹھیک ہے۔ اب بولو۔" شایان نے کہا تو حریفہ مسکرایا۔

"آپ کا رشتہ آنے والا ہے۔" حریفہ کہہ کر خود ہی قہقہا لگا کر ہنسا۔ شایان اسکی بات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"کیا بقی رہے ہو حریفہ سیدھے طریقے سے بولو۔" شایان نے غصے سے کہا۔

"اچھا اچھا ایک منٹ۔" حریفہ ہنسی پر قاپو پاتے بولا۔

"بھائی میرا یقین کریں میں اپنے گنہگار کانوں سے ابھی سن کر آ رہا ہوں تانیہ آپنی ماما کو بتا رہی تھیں کہ وہ آپ دونوں کے رشتے کی بات کریں۔"

حریفہ کی بات نے شایان کو پتھر کا کر دیا تھا۔

تانیہ ہاسپٹل سے ہو کر گھر آئی تھی۔ ہاتھ منہ دھو کر فریش ہوئی پھر نازیہ کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

دروازہ ناک کرنے پر اسے اجازت ملی تو وہ اندر داخل ہوئی۔ نازیہ بیگم نماز سے فارغ ہو کر بیٹھیں تھیں۔

"ماما!!" تانیہ نے پکارا۔

"جی جی بیٹا آ جاؤ۔" نازیہ نے مسکرا کر کہا۔ تانیہ چلتی ہوئی آئی اور انکے قریب بیٹھ گئی۔

"کیسا گزر ادن؟" وہ تانیہ کے ماتھے پر سے پیار سے بال پیچھے کرتے بولی۔  
"گزر گیا ماما۔" وہ تھکی ہوئی سی بولی۔

"بیٹا ریسٹ کر لو جا کر تھک گئی ہو۔" وہ پیار سے بولیں۔  
"ماما آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔" تانیہ انکا ہاتھ تھام کر مسکرا کر بولیں۔  
"ہم بولو۔" نازیہ بولیں۔

"ماما!! آپ ایک بات بتائیں۔" وہ ٹانگیں اوپر کر کے بیٹھ گئی۔ "آپ نے حریفہ اور آمنہ کا پچپن سے رشتہ کر دیا تو میرا اور شایان کا کیوں نہیں کیا؟؟" تانیہ کی بات سے نازیہ کو جھٹکا لگا تھا۔

"کیا کہہ رہی ہو تانیہ؟؟" وہ حیرت سے بولیں۔

اف ہو ماما بس بات کر رہی ہوں۔ مطلب میں بڑی تھی آپ نے یہ کیوں نہیں سوچا؟" وہ مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے بولی۔

"کبھی سوچا نہیں اس بارے میں فریال کی مرضی تھی تو آمنہ اور حریفہ کا پچپن سے رشتہ کر دیا۔" نازیہ کچھ کنفیوز لگ رہی تھی۔ "تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"

نازیہ نے پوچھا۔

"ماما میں شایان سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔" تانیہ کی بات پر نازیہ چند لمحے کچھ

بول نہ سکیں۔

"تانیہ یہ کیا کہہ رہی ہو بیٹا۔ اب کیا ہم لڑکی کا رشتہ لے کر جائیں گے انکے پاس؟؟" نازیہ اسکی بات سے غیر آرامدہ ہوئیں۔

"ماما میں یہی بتانا چاہتی تھی میں بابا سے بھی بات کر لوں گی۔ مجھے پسند ہے وہ اور میں اسی سے شادی کرنا چاہتی ہوں اس میں کچھ غلط نہیں ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"بیٹا مگر شاید وہ راضی نہ ہو جو ان مرد ہے اب تک شادی نہیں کی شاید وہ کسی اور میں انٹر سٹڈ ہو۔" نازیہ نے اسے سمجھانا چاہا۔

"ماما یہ" شاید" والی بات مت کریں آپ بابا سے بات کریں اگر ان نے منع کر دیا تو کوئی مسئلہ نہیں۔" تانیہ مسکرا کر بولی۔ نازیہ اسکی بات سے کچھ متفق نہ تھیں مگر ان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

انکی بد قسمتی تھی یا کچھ اور کہ یہ بات باہر سے چلتے حریفہ نے سن لی تھی۔ اسنے نہ یہاں دیکھانہ وہاں سیدھا شایان کے پاس پہنچا۔ اس کو بس شایان کو تپانا تھا اور اسکے چہرے کے رنگ دیکھنے کے لیے وہ اسکے سامنے کھڑا سب کچھ اگل چکا تھا۔ "تم مزاق کر رہے ہو؟؟" شایان کی بات سن کر حریفہ کا جوش مانند پڑا۔

"لو اتنی بڑی سچی بات حریفہ نے آج تک نہیں کی اور انہیں اسی میں شک ہے۔" حریفہ خفگی سے بولا۔

"نکلو یہاں سے آیا بڑا سچی خبریں دینے والا اس فلاپ سٹوری کو تم اپنے پاس رکھو۔ آمنہ کو دیکھنے کے لیے پتا نہیں کیسے کیسے بہانے بنا کر گھس آتا ہے گھر میں۔" شایان یہ کہہ کر اندر کی جانب بڑھ گیا جبکہ حزیفہ منہ کھولے اسے دیکھ رہا تھا۔

"ایسی کوئی حور پری نہیں ہے آپ کی وہ چوہی سی بہن۔" وہ پیچھے سے چیخ کر بولا۔

"خود جب شادی ہو جائے گی ناں باجی سے تب آپ کو لگ پتا جائے گا۔" اس نے نحوست سے کہہ کر سر جھٹکا۔

وہ خود کو پر سکون کر رہا تھا جب اسکی نظر اوپر کھڑکی میں کھڑی آمنہ پر پڑی۔ وہ غصے سے بازو سینے سے لگائے اسے دیکھ رہی تھی۔

"اوہیلو آمنہ کیسی ہو؟؟؟" وہ بالوں میں ہاتھ پھیرتا مسکرا کر بولا۔ وہ کچھ بہت خاص سننے کے موڈ میں تھا۔ وہ مسکرا کر اسکے جواب کا انتظار کر رہا تھا۔ آمنہ نے غصے سے کھڑکی کے پٹ بند کیے تھے۔ حزیفہ کا منہ کھلا رہ گیا۔

"ان بہن بھاؤں نے تپانے کی قسم کھا رکھی ہے۔" وہ یہ کہتا گھر سے باہر آ گیا۔ اب آمنہ اس بات پر یقیناً منہ پھلا کر بیٹھ جائے گی اور حزیفہ کو اسے راضی کرنا پڑے گا۔ یہ نوک جھوک ان کے لیے معمولی تھی۔

وہ حزیفہ کی بات سن کر کمرے میں آیا تھا۔ کمرے میں آ کر اس نے واشروم کا

رخ کیا۔ چہرے پر پانی کے چھینٹے مارنے کے بعد اس نے آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔

پانی کی بوندیں اسکے بالوں اور ہلکی داڑھی سے ٹپک رہیں تھیں۔ اسکی نیلی آنکھوں میں کچھ مختلف تاثر تھا۔ چند لمحے وہ خود کو یوں ہی دیکھتا رہا پھر بے اختیار مسکرا دیا۔ اسکی مسکراہٹ اسکی ہنسی میں تبدیل ہوئی۔ وہ واش روم سے باہر آ کر بیٹھ گیا۔ پانی اسکے بالوں سے اب بھی ٹپک رہا تھا۔

"مطلب تانیہ علی کو شایان سلطان پسند آگیا۔ انٹر سٹنگ۔" وہ اپنی ہی بات سے محض ہوا۔

"مطلب میری پسندیدہ عورت کا پسندیدہ مرد میں ہی ہوں۔" وہ کہہ کر ہنسنے لگا۔ اسکی آنکھوں کی چمک بڑھ چکی تھی۔ اسکی گہری نیلی آنکھوں میں کسی کا محبت بھرا سراپا تھا۔

"تانیہ علی۔۔۔" اس نے محبت سے چور لہجے میں اسکا نام لیا۔ وہ ایک بار پھر مسکرا دیا۔

"جو کام میں کرنے کے لیے انتظار کی گھڑیاں گن رہا تھا اللہ کی شان میری تانیہ نے پہلے ہی کر دی۔" وہ خود سے کہہ کر ہنس دیا۔  
"دیٹس مائے گرل۔" وہ آنکھیں موندے مسکرا رہا تھا۔ آج وہ ساتویں آسمان پر تھا۔

آج اگر تانیہ یہ کام نہ کرتی تو کچھ عرصے میں شایان نے یہ کام خود کرنا تھا۔  
وہ دونوں اپنی طرف سے یک طرفہ محبت کا شکار تھے مگر اس بات سے انجان  
کہ وہ دونوں ایک دوسرے کا عشق ہیں۔

علی کوتانیہ کا اظہار خیال بہت پسند آیا۔ وہ اس کے فیصلے پر بہت خوش تھے۔ ان  
نے سلطان سے دونوں بچوں کے رشتے کی بات کی۔ دونوں خاندانوں کو اس  
رشتے میں کوئی حرج نہ تھا سو یہ رشتہ طے پایا تھا۔

\*\*\*

تانیہ منگنی کے حق میں نہ تھی۔ سو رشتہ طے ہوا اور دو سے تین سال بعد شادی  
کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

آمنہ یونیورسٹی سے آرہی تھی جب اس نے نوٹ کیا کہ ایک کالی بی۔ ایم۔ ڈبلیو  
کچھ دیر سے اسکے پیچھے ہے۔ اس نے ایک دو مرتبہ غصے سے پیچھے مڑ کر گاڑی  
چلانے والے کو دیکھنا چاہا مگر گاڑی کے شیشے کالے ہونے کی وجہ سے کچھ دیکھ نہ  
پائی۔ اسکی یونیورسٹی گھر سے زیادہ دور نہ تھی۔ باوجود گھر والوں کے کہنے پر کہ  
وہ گاڑی پر جایا کرے وہ پیدل ہی آیا جایا کرتی تھی۔ اسے پسند تھا کھلی فضا میں  
اپنی مرضی سے آنا۔ قدرت کے کرشموں کو دیکھنا۔ وہ مکمل سیاہ عبایا اور نقاب  
میں ملبوس تھی صرف اسکی بھوری آنکھیں دیکھی جاسکتی تھی۔ وہ کافی غصے سے  
اس گاڑی کو خود کے پیچھے محسوس کرتی جا رہی تھی جب اچانک ایک ہیوی

بانیک اسکے قریب آکر رکا۔ آمنہ شدید تیش کے عالم میں اسکی جانب مڑی۔ مکمل سفید ہیوی بانک پر وہ سفید ہی ٹی شرٹ اور جینز پہنے بیٹھا تھا۔ سر پر بہت خوبصورت سفید ہیلمٹ تھا جسکی وجہ سے اسکا چہرہ اچھا ہوا تھا۔ اس نے ہیلمٹ کاشیشہ اٹھایا۔ چہرے پر ماسک کی وجہ سے بس اسکی آنکھیں واضح تھیں۔ آمنہ اسے پہچان گئی تھی۔ وہ حریفہ تھا۔ سورج کی کرنیں سیدھا اسکی آنکھوں پر پڑ رہیں تھیں جس کی وجہ سے اسکی آنکھوں کا رنگ مزید حسین دکھائی دے رہا تھا۔

حریفہ کی بانیک رکی تو وہ گاڑی انہیں کر اس کرتی آگے بڑھ گئی۔  
"اکیلی کیوں جا رہی ہو؟؟؟" حریفہ کے آنکھوں میں ہلکا سا غصہ تھا۔  
"میری مرضی۔" وہ اتنا کہہ کر چل پڑی۔

"ارے ارے سنو تو۔" حریفہ ہڑبڑا کر اسکے پیچھے بانیک لایا۔  
"میرا مطلب تھا پیدل کیوں آرہی ہو گاڑی پر کیوں نہیں آئی؟"  
آمنہ عبایا سمجھا لے پیدل چل رہی تھی جبکہ حریفہ بانیک ہلکا ہلکا چلاتا اسکے ساتھ جا رہا تھا۔

"میں بھائی اور بابا کو بتا کر آتی ہوں آپ کو کیا مسئلہ ہے؟" وہ غصے سے بولی۔  
"اچھا اچھا آجایا کرو پیدل ابھی بیٹھو میں لے چلتا ہوں۔" وہ بولا تو آمنہ کے قدم رک گئے۔ حریفہ بھی رک گیا۔

آمنہ نے ایک نظر حریفہ کے خوبصورت ہیوی بانٹیک کو دیکھا اور مسکرائی۔  
مسکرانے کی وجہ سے نقاب میں اسکی آنکھیں چھوٹی ہو گئیں۔  
"نہیں جانا آپ کی اس گدھا گاڑی پر خود ہی جائیں آپ۔" وہ اتنا کہہ کر آگے  
بڑھ گئی۔

"گدھا گاڑی!! میری چنکوں؟؟ میری وائیٹ سٹار؟؟ میری وائیٹ کون؟؟  
میری رانی؟؟" وہ سد مے سے اپنی بانٹیک کے رکھے گئے نام لے رہا تھا۔  
"ہمت کیسے ہوئی تمہاری میری جان کو گدھا گاڑی کہنے کی۔" وہ غصے سے پیچھے  
سے بولا۔

"اسی لائق ہو جاؤ پیدل ہی تم۔ تم گدھا گاڑی لائق بھی نہیں ہو بد تمیز کہیں  
کی۔" آمنہ تیز تیز چلتے اس سے کافی دور جا چکی تھی۔ وہ بظاہر بہت غصے میں  
اونچی آواز میں بولا مگر اسکی آواز اس حد تک تھی کہ وہ آمنہ کو سنائی نہ دی۔ آمنہ  
کافی تیزی سے چلتی جا رہی تھی اور حریفہ آہستہ بانٹیک چلاتے اسکے پیچھے جا رہا  
تھا۔

وہ کافی غصے میں گھر آئی تھی۔ کمرے میں آکر اس نے عبایا اور نقاب سے خود کو  
آزاد کیا۔ بال کھول کر وہ بیڈ پر ڈھے سی گئی۔ ابھی وہ آرام کرنے کی غرض سے  
لیٹی ہی تھی کہ اسکا موبائیل بجا۔ چار ونچار وہ اٹھ کر بیگ سے موبائل نکال کر  
لائی۔ کسی آن نون نمبر سے کال دیکھ کر کافی دیر تو اس نے جواب ہی نہ دیا۔



موبائل بج بج کر خود ہی خاموش ہو گیا۔ وہ کندھے اچکا کر دوبارہ لیٹی تھی۔ وہ آنکھیں موند کر سونے ہی والی تھی کہ موبائل کی چنگھاڑتی ہوئی آواز پر ایک بار پھر اٹھ بیٹھی۔ دوبارہ وہی نمبر دیکھ کر اس نے کال اٹھائی مگر خاموش رہی۔

"آمنہ سلطان۔۔" کسی اجنبی آواز نے اسکا نام پکارا تھا۔

"کون؟؟؟" وہ بغیر کسی تاثر کے بولی۔

"جان جاؤ گی ہمیں بھی ابھی تسلی رکھو۔" وہ شخص مسکراتا ہوا بولا تھا۔

آمنہ نے مزید کسی بات کے کال کاٹ دی تھی۔ مگر اس سوچ نے کہ شاید کوئی جاننے والا تنگ کر رہا ہو اس نے دوبارہ کال اٹھالی۔

"مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔" وہ شخص بغیر کسی تمہید کے بولا تھا۔

"جی کہیے میں سن رہی ہوں۔"

آمنہ اب کی بار سنجیدہ ہوئی۔

"ریلیشن شپ میں آؤ گی؟" اس شخص کے کمینگی سے کہے گئے الفاظ آمنہ کو کسی ہتھوڑے کی مانند لگے تھے۔ آمنہ کو یوں لگا کہ کوئی اس سے پوچھ رہا ہو کہ وہ جہنم جانا چاہے گی؟

"کیا بقوا اس ہے کون ہو تم؟؟؟" وہ شدید غصے سے بولی تھی۔

"دیکھو یار۔۔۔" اس شخص نے کچھ کہنا چاہا تھا۔

"خبردار جو مجھے ان واہیات القابات سے پکارا تمیز سے بات کرو۔" وہ بیچ میں

بول اٹھی تھی۔

"اوکے اوکے ریلیکس۔ میں جسٹ یہ کہہ رہا تھا کہ تم مجھے کافی پسند آئی ہو کیا فرینڈ شپ ہو سکتی ہے؟؟" وہ بلا کا ڈھیٹ تھا۔

"نہیں ہو سکتی اور اسندہ یہاں کال مت کرنا۔" اتنا کہہ کر آمنہ نے کال کاٹ دی تھی اور اس شخص کا نمبر بلاک کر دیا تھا۔

اسے معلوم تھا اس قسم سے ابلیس ہر جگہ موجود ہیں جو ہر لڑکی کو یوں ہی راہ سے بھٹکانے آتے ہیں۔ مگر دراصل یہ شیطان کا روپ ہوتے ہیں۔

آمنہ جانتی تھی اسے اس قسم کے لوگوں سے کس طرح بات کرنی ہے۔ اسے صرف ایک کام کرنا تھا۔ بلاک اور نظر انداز۔۔

بس اتنی سی بات۔ اسے کوئی ضرورت نہ تھی کسی کو سدھارنے کی یا کسی کو انسان بنانے کی اسے صرف اپنا بچاؤ کرنا تھا ہر قسم کے شیطانی عمل سے۔

\*\*\*

وہ چاروں موناں پر موجود تھے۔ اسلام آباد کی ٹھنڈی اور پُر سکون ہوا دل کو راحت بخش رہی تھی۔ آمنہ آج بھی نقاب اور عبایا میں ملبوس تھی، جبکہ تانیہ لمبے فرائیڈ اور مکمل حجاب میں تھی۔ وہ دونوں آپس میں دھیمی آواز میں بات چیت کر رہی تھیں، جبکہ شایان اور حریفہ اپنی گفتگو میں مصروف تھے۔ تانیہ کے پاس شایان سے بات کرنے کا کوئی موضوع نہ تھا۔ جبکہ آمنہ شایان سے

ناراضگی کا اظہار کر رہی تھی۔

پیچھے بیٹھے لڑکوں کے ایک گروہ میں سے کسی نے بلند آواز میں کہا، "پردے والی لڑکیاں ہیں برو اس لیے بوائے فرینڈ سے بات نہیں کر رہیں۔" ان لڑکوں کا قہقہا بلند ہوا تھا۔

ان چاروں نے ان باتوں پر کوئی رد عمل ظاہر نہ کیا، کیونکہ وہ جانتے تھے انکا مقصد محض چھیڑ چھاڑ تھی۔

انسان کو گدھا کہنے سے وہ گدھا نہیں بن جاتا، لیکن انسان کا رد عمل اسے گدھا ثابت ضرور کر دیتا ہے۔

یہ لوگ ایسے نچلے درجے کے جملوں پر مشتعل ہو کر لڑائی کرنے کے بجائے ان افراد کو ترس بھری نظر سے دیکھتے رہے۔

رحم کے قابل ہی تو ہوتے ہیں یہ لوگوں پر باتیں بنانے والے لوگ۔

وہ سب ہلکی پھلکی گفتگو میں مصروف تھے جب ٹیبل پر پڑا آمنہ کا موبائل بجا۔ آمنہ نے اٹھا کر دیکھا تو انجان نمبر دیکھ کر کال کاٹ دی۔ ایک بار پھر کال آنے لگی تو آمنہ نے کال اٹھائی۔ دور کہیں آمنہ جانتی تھی یہ کون ہے۔ بلکہ اسے یقین تھا یہ وہی تھا۔

"السلام وعلیکم" سنجیدہ، سخت اور گھمبیر لہجہ۔ یہی لہجہ ہوتا ہے اور ہونا چاہیے اللہ کا حکم ماننے والی کا نامحرم کے ساتھ۔

"گھومنا پھرنا اچھی بات ہے مگر یوں میرے بغیر ام ہمم ناٹ فیئر۔" وہ شخص مایوسی سے بولا۔

"رانگ نمبر۔" اس نے یہ کہہ کر کال کاٹ دی اور بغیر کسی دیر کے نمبر بلاک کیا۔ سب بغور اسے دیکھ رہے تھے۔

"کون تھا؟؟؟" شایان نے پوچھا۔ یہ پوچھنے کا حق آمنہ سلطان نے بھائی اور باپ کے علاوہ کسی کو نہ دے رکھا تھا۔

"پتا نہیں کوئی رانگ نمبر تھا۔" اس کے اتنا کہنے پر شایان مطمئن ہو گیا۔ حریف کو کچھ غلط لگ رہا تھا۔

گاڑی میں آمنہ کا موبائل کہیں بار بجا تھا مگر وہ اسے نظر انداز کرتی رہی۔ حریف کچھ عجیب نظر سے آمنہ کو دیکھ رہا تھا اور آمنہ اسکی نظروں کا مطلب جانتی تھی۔ تانیہ کے پوچھنے پر وہ یہی کہتی کہ کوئی رانگ نمبر ہے خود کال کر کے تھک جائے گا تو نہیں کرے گا۔ شایان نے ایک وضاحت کے بعد اس سے کچھ نہ پوچھا۔ اسے اپنی بہن پر ہر شخص سے زیادہ بھروسہ تھا۔

\*\*\*

"تکلیف کیا ہے آخر تمہیں ہو کون تم؟؟؟" آمنہ گھر پہنچی تو ایک بار پھر کال آنے پر بھڑک اٹھی۔ نا جانے آمنہ اس کے کتنے نمبرز بلاک کر چکی تھی مگر وہ بلا کا ڈھیٹ شخص تھا ہر بار نئے نمبر سے کال کر لیتا۔

"چلو آپ نے پوچھا تو سہی کہ یہ عام بشر ہے کون۔" وہ شخص بولا۔  
"سیدھے طریقے سے بتاؤ کیا تکلیف ہے تمہیں؟؟؟" آمنہ ایک بار پھر سخت لہجے میں بولی۔

"میں یہ بتانا چاہتا تھا کہ یہ جو تم اتنی باحیا بنتی پھرتی ہو میرے پاس تمہاری حیا کے تمام ثبوت موجود ہیں" وہ شخص عجیب بات کر رہا تھا۔  
"کیا بقواس کر رہے ہو؟" آمنہ غرائی تھی۔

"جی جی آمنہ سلطان میں وہی بقواس کر رہا ہوں جو آپ سن رہی ہیں۔ اچھا  
چھوڑو ایک بات بتاؤ۔" وہ شخص بولا تھا۔

"یہ جو تم بڑی باحیا بنتی پھرتی ہو لڑکے سے بات نہیں کرتی نا محرم سے دوستی نہیں کرتی فلاں فلاں اس سب کے بعد بھی تم اپنے منگیتر کے ساتھ بڑی خوش ہوتی ہو۔ ہستی ہو مسکراتی ہو گھومتی ہو کیا یہ سب الاؤ ہے تمہیں؟؟؟" نا جانے آمنہ کیوں اسکی بات سن رہی تھی مگر وہ سن رہی تھی تو اسے احساس ہوا کہ ایک حیا دار عورت کو قدم کتنا پھونک پھونک کر رکھنا پڑتا ہے۔

"تمہارا سوال میری حیا کے بارے میں ہے یا میرا میرے منگیتر سے ملنے کے بارے میں؟" اس نے اس بات پر توجہ نہ دی کہ اس شخص کو اسکے منگیتر کے بارے میں کیسے معلوم ہوا۔

"کیا تمہارا اپنے منگیتر سے ملنا، مسکرانا، باتیں کرنا، گھومنا ہی تمہاری حیا پر سوال

نہیں ہے؟؟ وہ بھی تو نا محرم ہے۔ "اس شخص نے تلخ لہجے میں کہا۔  
اور آمنہ سلطان کو لگا کسی نے اسے ایک اونچی بلڈنگ سے دھکا دیا ہو۔ وہ منہ  
کے بل گری تھی۔ اس شخص نے بہت بری چوٹ دی تھی۔  
"میں اسکے ساتھ اکیلے نہیں جاتی۔" ناجانے وہ اسے تسلی دے رہی تھی یا خود  
کو۔

"کنیں گر لفرینڈز اور بوائے فرینڈز پارک میں ہوتے ہیں، ہوٹلز میں ہوتے  
ہیں وہ بھی تو اکیلے نہیں ہوتے اسکا کیا مطلب ہو اوہ سہی ہیں؟؟ اگر ایسا ہے تو تم  
مجھ سے بھی پبلیکلی مل لو۔" وہ کمینگی سے مسکرا کر بولا۔  
آمنہ سن و ساکت بیٹھی تھی۔ ایک اعلیٰ درجے کا لو فر لنگ انسان اسکے منہ پر کس  
بہادری سے تماچہ مار گیا تھا۔

"میں بتاؤ آمنہ سلطان ایسا کیوں ہے؟؟" وہ بولا تھا۔  
"کیوں کے تمہارے دل میں حیا نہیں ہے تم جتنا مرضی پردہ کر لو تم جتنا مرضی  
خود کو بچالو۔ تم کہیں نا کہیں ہماری طرح ہی ایک بہت کو من گناہ کر رہی ہو۔  
مجھے فرق نہیں پڑتا تم گناہ کرو جو مرضی مگر اسٹیلیسٹ یوں مت ظاہر کرو جیسے تم  
سانیک کوئی نہیں۔ جسٹ فرینڈ شپ کرنی تھی تو تم نے اتنی باتیں سنا دیں اور وہ  
شخص جس سے بس رشتا ہوا ہے اسکے ساتھ گھومنے نکل پڑی۔" اسکی ہنسی آمنہ  
کو بگلتے ہوئے سیسے کی مانند لگی تھی۔ آمنہ نے اسکا فون بند کر دیا تھا۔

اگلے چند دن اس شخص کا فون نہ آیا تھا مگر اسکی بات نے آمنہ کو دھچکا دیا تھا۔ کیا اسکے دل سے حیا ختم ہو چکی تھی؟؟ کیا وہ پردہ کرنے اور خود کو ہر فتنے سے بچانے کے بعد بھی ایک بہت کو من گناہ کر رہی تھی؟؟

وہ کافی الجھی ہوئی تھی۔ وہ حریفہ سے ٹھیک طریقے سے بات نہ کر رہی تھی۔ اس نے حریفہ کی کہیں کالز کو نظر انداز کیا تھا۔

"کیا ہوا ہے آمنہ تم کالز کیوں نہیں اٹھا رہی؟؟" اسے حریفہ کا وائس نوٹ موصول ہوا تھا۔

آمنہ نے حریفہ کو کال ملائی تھی۔

"تھینک گاڈ کال تو اٹھائی تم نے کیا ہوا تمہیں ٹھیک ہو؟؟" حریفہ نے کال اٹھاتے ہی کہا۔

آمنہ خاموش رہی۔

"آمنہ۔۔" حریفہ نے پیار سے اسے پکارا۔ آمنہ نے بے اختیار آنکھیں میچ لیں تھی ایک آنسو اسکی آنکھ سے ٹوٹ کر اسکی جھولی میں آگرا۔

کیوں اسکو یہ احساس نہ ہوا تھا کہ وہ آج سے پہلے ایسے ہی لہجے پر مسکرا دیا کرتی تھی۔ جب وہ اسے پکارتا تھا آمنہ کسی نادان لڑکی کی طرح بس اسکے پیار سے پکارنے پر خوش ہو جایا کرتی تھی۔ آمنہ کو محسوس ہوا کہ اسکے سارے اعمال ضائع کر دیے گئے ہیں۔ وہ تو یہ بھی نہ کہہ سکتی تھی کہ وہ نادان تھی اسے معلوم

نہ تھا۔ اسے سب معلوم تھا اسے معلوم تھا ایک نامحرم سے محض مسکرا کر بات کرنا کتنا بڑا گناہ تھا مگر کیوں اس نے حریفہ کے معاملے میں آنکھیں بند کر لیں تھیں؟؟ وہ اس گناہ کو کس طرح جسٹیفائی کر سکتی تھی۔

وہ اسکا نفس تھا جس نے ہر بار کی طرح اسکی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی۔ منگیتر ہی تو ہے کل اس سے شادی ہو جائے گی کچھ غلط نہیں ہے۔

ایسے ہی اسکے نفس نے اسے الجھائے رکھا تھا۔ مگر آج اسکا نفس اسکا ساتھ چھوڑ کر کہیں دور چلا گیا تھا۔ وہ دور کھڑا کہہ رہا تھا "یہ تم نے کیا کر دیا آمنہ سلطان"۔ وہ اس پر ہنس رہا تھا، اسے نیچا دکھا رہا تھا۔ بھلا وہ کیوں کر اس گناہ کو جسٹیفائی کرتا؟؟

آمنہ کی ہلکی سی سسکی گونجی تھی۔

"آمنہ۔۔ آمنہ تم رورہی ہو کیا ہوا ہے؟؟ کسی نے کچھ کہا ہے؟؟ آمنہ پلینز کچھ بولو۔" حریفہ پریشانی سے بولے جا رہا تھا۔

"حریفہ میرا ایک کام کر سکتے ہو؟؟" آمنہ نے روندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"سب ٹھیک ہے آمنہ؟؟" حریفہ پریشانی سے بولا۔

"حریفہ مجھ پر ایک رحم کر دو مجھے کسی بھی جائز رشتے میں بندھنے سے پہلے اب کبھی کال مت کرنا اور مجھ سے بات کرنے کی کوشش مت کرنا۔" آمنہ نے اتنا کہہ کر کال کاٹ دی تھی۔



حزیفہ سن وساکت بیٹھا اسکی بات کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ اچانک یہ کیا کہہ رہی تھی؟؟؟ اسے کیا ہوا تھا؟؟؟ حزیفہ حیرت سے موبائل کو دیکھ رہا تھا۔ آمنہ نے گاڑی میں آنا جانا شروع کر دیا تھا۔ کہیں بار وہ اس گاڑی کو اپنے تعقب میں محسوس کرتی تھی۔

آمنہ یونیورسٹی سے ابھی گھر لوٹی تھی سامنے تانیہ کو بیٹھے دیکھ کر سست قدم اٹھانے لگی۔

"آگئی آمنہ۔" تانیہ نے مسکرا کر کہا تو فریال بھی اسکی جانب مڑی۔

"جاؤ بیٹا جلدی سے فریش ہو آؤ میں کھانا لگاتی ہوں۔" فریال نے کہا۔

"نہیں ماما بھوک نہیں ہے۔" وہ اتنا کہہ کر کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

"پچھلے چند دنوں سے اسکا یہی رویہ ہے نہ ڈھنگ سے کھاتی ہے نہ بات کرتی

ہے۔" فریال نے دکھ سے کہا۔

"آپ پریشان مت ہوں پڑھائی کا برڈن ہو گا۔ آپ کھانا دیں میں اسکے کمرے

میں لے جاتی ہوں۔" تانیہ نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

فریال نے اثبات میں سر ہلایا اور ملازمین کو کھانا لانے کا کہا۔

تانیہ نے آمنہ کے کمرے کا دروازہ کھولا۔

وہ سامنے ہی بیٹھی تھی۔ وہ اب تک عبایا اور نقاب میں ملبوس تھی۔ وہ صوفے پر

بیٹھی اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ کی انگلی سے مسل رہی تھی۔

"آمنہ چلیج کر لو پھر کھانا بھی کھانا ہے۔" تانیہ نے ٹیبل پر ٹرے رکھتے ہوئے کہا۔ آمنہ بے تاثر نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔

"کیا ہوا آمنہ چلیج کر لو۔" تانیہ نے ایک بار پھر کہا۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" آمنہ نے کہا تو تانیہ کو حیرت ہوئی۔

"کس سے؟؟" تانیہ اس کے قریب بیٹھتے بولی۔

"مجھے ڈر ہے کہ میں اپنے سارے اعمال ضائع کر دوں گی۔" وہ اتنا کہہ کر رونے لگی تھی۔ تانیہ حیرت سے اسے روتا دیکھ رہی تھی۔ اس نے آج سے پہلے ایسی

بات نہیں کہی تھی۔

"کیا کہہ رہی ہو آمنہ؟؟ پلیز چپ ہو جاؤ۔" وہ اسے خاموش کرانے لگی۔

"کیا میرے دل میں حیا نہیں ہے تانیہ؟؟ کیا کیا میں بھی سب کی طرح گناہ کر

رہی ہوں؟؟ کیا میرے سارے اعمال ضائع کر دیے گئے؟؟" وہ روتے ہوئے

اپنے خدشات بیان کر رہی تھی۔

"اچھا اچھا پلیز چپ ہو جاؤ پھر بات کرتے ہیں۔" تانیہ نے اسے چپ کرانا چاہا۔

وہ اٹھ کر واش روم کی جانب بڑھ گئی۔

تانیہ پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ واپس لوٹی تو اس کے شفاف چہرے پر پانی

کی بوندیں تھیں۔ وہ بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"اب بتاؤ کیا ہوا ہے؟؟" تانیہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولی۔

آمنہ نے خود کو تیار کیا پھر بولی۔

"انسان کو کیسے پتا چلتا ہے کہ اسکے دل میں حیا ہے یا نہیں؟؟؟" آمنہ نے عجیب سوال پوچھا تھا۔

"کیا مطلب؟؟؟" تانیہ کنفیوز ہوئی تھی۔

"اگر میں پردہ کرتی ہوں مکمل پردہ مگر صرف گھر سے باہر۔ گھر کے اندر شاید نہیں کرتی۔ میں اپنے نامحرم کزنز سے مزاق کرتی ہوں، مسکرا کر بات کرتی ہوں شاید انکے سامنے میں مکمل پردہ بھی نہیں کرتی تو اس کا کیا اسکا مطلب کے میں گھر کے باہر محض دکھاوے کے لیے پردہ کرتی ہوں میرے دل میں حیا نہیں ہے؟؟؟" آمنہ کی آنکھوں میں آنسوؤں تھے۔

"تمہیں گلٹ ہے کہ تم اپنے نامحرم کزنز سے بات کرتی ہو؟؟؟" تانیہ نے سوال کیا۔

"محض بات کرنے کی بات نہیں ہے آپ۔۔۔" وہ کہہ کر ایک بار پھر رونے لگی۔ تانیہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

"میں حریفہ سے کس حد تک اٹیچڈ ہوں آپ جانتی ہیں۔ مگر۔۔ مگر وہ بھی تو نامحرم ہے۔ میں۔۔ میں اسے اپنی پکچرز بھیجتی ہوں۔ میں اس سے۔۔۔ اس سے۔۔ عجیب نوعیت کی باتیں کرتی ہوں۔ مجھے احساس تک نہیں ہوا کہ میں کتنا بڑا گناہ کر رہی ہوں۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میرے سارے نیک اعمال کسی

ریت کی مانند میرے ہاتھ سے پھسل گئے ہیں۔ میں نے یہ کیا کر دیا۔ "وہ سب بیان کر کے اب پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ وہ کافی دیر روتی رہی تھی۔

"تم اللہ سے معافی مانگ لو۔" جب وہ خاموش ہوئی تو تانیہ بولی۔

"میں مانگ لوں مجھے معلوم ہے وہ میرا رب ہے وہ غفور و رحیم ہے معاف کر دے گا۔ مگر میں وہ اعمال کہاں کہاں سے اکٹھے کر لاؤں جو ان اٹھارہ سالوں میں میں نے کمائے مگر ایک غلطی کی وجہ سے ضائع کر دیے۔" وہ بے تحاشہ رو رہی تھی۔

"مجھے بتائیں ناں آپ۔۔۔"

انسان کو کیسے پتا چلتا ہے کہ اسکے دل میں حیا ہے یا نہیں؟؟؟ "وہ تانیہ کا ہاتھ تھام کر معصومیت سے پوچھ رہی تھی۔

"جب آپ اپنے گناہ کو جسٹیفائی کرنا شروع کر دیں تو آپ کے دل سے حیا ختم ہو جاتی ہے۔ بات محض جسٹیفائی کرنے کی نہیں ہے اگر آپ کو اپنے گناہ پر بڑا فخر ہوتا ہے تو بھی آپ کے دل سے حیا ختم ہو جاتی ہے۔" تانیہ نے اسے سمجھانا چاہا۔ "دیکھو میں تمہیں بہت سیمپل سی اگزیملپل دیتی ہوں۔" تانیہ نے ایک بار پھر بولنا شروع کیا۔

"چغلی۔۔ دیکھو یہ کتنا بڑا گناہ ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے کہا کہ چغل خور جنت میں داخل نہ ہو گا۔ مگر لوگ محض

دوسروں کو نیچا دکھانے کے لیے کسی کا ایسا راز جس پر خدا نے پردہ ڈال رکھا ہو سب کو بتا دیتے ہیں۔ اور بڑے فخر سے بتاتے ہیں کہ دیکھو میں نے اس کے ساتھ یہ سوک کیا۔ اور جسٹیفائی کیسے کرتے ہیں؟؟ کہ ہم نے تو اسکی بھلائی کے لیے کیا۔"

"جھوٹ۔۔۔ یہ تو کبیرہ گناہ ہے مگر ہم لوگ چھوٹے چھوٹے جھوٹ بول کر اپنا آج بچاتے ہیں کل کی فکر نہیں کرتے۔ کل سے مراد قیامت کا دن روز محشر جب یہ گناہ ہمارے سامنے لائیں جائیں گے تب ہم اس سچی ذات کے سامنے کیسے ان گناہوں کو جسٹیفائی کریں گے۔ ہم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ اگر اس دن جب ہماری ابدی زندگی کا فیصلہ کیا جا رہا ہو گا تب اگر ہمارے لیے جہنم کا انتخاب ہو ان چھوٹے چھوٹے گناہوں کی وجہ سے تب ہم کہاں جائیں گے؟؟ تب ہم کس کے سامنے ان گناہوں کو جسٹیفائی کریں گے؟؟ آج تو ہم ہنسی مذاق میں یہ گناہ کر دیتے ہیں اور بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں کہ آج میں نے فلاں سے یہ جھوٹ بولا مگر روز محشر کیا ہو گا؟؟ کبھی سوچا کسی نے کہ اگر اس روز ہم رسوا ہو گئے تو کہاں جائیں گے؟؟ یہ ایک دل دہلا دینے والا سوال ہے مگر اسے صرف چند لوگ ہی سمجھتے ہیں۔"

"بات مختصر کہ حیا اور اعمال کا گہرا تعلق ہے۔ اگر آپ اپنے برے اعمال پر خوش ہوتے ہیں اور انہیں سب کے سامنے فخر سے بیان کرتے ہیں اور کوئی

ملانی ہمیں ٹکرا جائے تو ہم اپنے گناہ جسٹیفائی کرنے لگتے ہیں ایسے دل سے بے حیائی ختم ہو جاتی ہے۔"

"اگر آپ کو اپنے گناہ پر پچھتاوا ہو تو مطلب آپ کے دل میں حیا ہے؟؟؟" آمنہ نے امید سے پوچھا۔

"بلکل ایسا ہی ہے مگر صرف پچھتاوا کرنے سے کچھ نہیں ہوتا اور یہ کہنے سے بھی کچھ نہیں ہوتا کہ ہم آہستہ آہستہ کوشش کریں گے۔ تم کتنے سال کی ہو آمنہ؟؟؟" تانیہ نے عجیب سوال کیا۔

"اٹھارہ سال کی۔" آمنہ نے جواب دیا۔

"اگر کل کو تم خدا نا خواستہ مر جاؤ تو اللہ کو کیا جواب دو گی کہ میں کوشش کر رہی تھی؟؟؟ اٹھارہ سال آمنہ اٹھارہ سال گزرنے کے بعد تم محض کوشش کر رہی تھی۔ گناہ آہستہ آہستہ کر کے نہیں چھوڑے جاتے گناہ کا احساس ہونے پر اسی لمحے اسی وقت اسی گھڑی اس گناہ سے رک جانا چاہیے۔" تانیہ بات ختم کر کے مسکرائی تھی۔

"پتا نہیں میں کہاں کی بات کو کہاں لے گئی۔ میں کوئی اکسپرٹ نہیں ہو معلوم نہیں تمہیں تمہارا جواب ملایا نہیں۔" وہ خنجل سا مسکرائی تھی۔

"شکریہ آپ نے ہوتی تو یہ سوال مجھے تنگ کیے رکھتا۔" آمنہ ہلکا سا مسکرائی۔  
"چلو کھانا کھا لو اور اس مجنوں فیر سے نکل آؤ۔" تانیہ ٹرے سامنے رکھتے ہوئے

بولی تو آمنہ ہنس دی۔

تانیہ نے اس کے سوال کا جواب کسی مخلص کی طرح دیا تھا جتنا اسے معلوم تھا۔  
اسنے آمنہ کو بغیر کسی ججمنٹ کے مخلصانہ جواب دیا۔ بلاشبہ وہ اسکی بہترین  
ساتھی تھی۔

\*\*\*

آمنہ حریفہ سے کافی کٹ سی گئی تھی۔ وہ سامنے آتا تو آمنہ غائب ہو جاتی۔ تانیہ  
نے حریفہ سے کوئی بات نہ کی تھی۔ حریفہ نے آمنہ کو کالز کرنا چھوڑ دیں تھی۔  
اور اب وہ خود کم سے کم اسکے سامنے آیا کرتا تھا۔ اسے آمنہ پر غصہ آرہا تھا جو وجہ  
بتائے بغیریوں ہی منہ موڑ چکی تھی۔

"بچوں کی شادی کے بارے میں کیا خیال ہے؟؟ کب تک کرنے کا ارادہ  
ہے؟؟" سلطان یوسف نے علی سے پوچھا۔

وہ شام کے وقت لان میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ وہ اکثر شام میں سب اکٹھے  
وہاں بیٹھا کرتے تھے۔ وہ خاندان کے سب سے زیادہ اتفاق سے رہنے والی فیملی  
تھی۔

"جب بچوں کی مرضی ہوگی تب ہی کریں گے۔" علی نے جواب دیا۔  
"ابھی تو بچے پڑھ رہے ہیں ابھی ایسا کچھ ارادہ نہیں ہے۔" فریال بولیں۔  
"بچی پڑھ رہی ہے بیگم اور بچے کے اپنے بچے پالنے کی عمر ہو گئی ہے اور کتنا

عرصہ رکنا ہے۔" سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لو بس چھبیس کا ہی تو ہوا ہے آپ تو اسے لڑکیوں والے تانے دے دے کر مار دیں کے سلطان صاحب۔" فریال منہ بناتے بولی۔

"سہی کہہ رہی ہیں بھابھی ابھی رہنے دو بچارے کی عمر ہے انجوائے کرنے کی بعد میں تو ایک عمر پڑی ہے اس غلامی کے لیے۔" علی یوسف بھی دکھ سے بولے۔

"جی آپ تو غلامی کر کر کے ہی اس عمر کو پہنچے ہیں ناں جو یوں کہہ رہے ہیں۔" نازیہ بیگم حقگی سے بولیں۔ ان سب کے قہقہے اس بلند وبالا گھر میں گونج رہے تھے۔

\*\*\*

"آپی آپ کی آمنہ سے بات ہوئی ہے؟؟" حزیفہ تانیہ کے کمرے میں آکر بولا۔ وہ کافی سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔

"کس بارے میں؟؟" تانیہ نے لا پرواہی سے پوچھا۔

"اس کے بارے میں۔ وہ ٹھیک ہے؟؟" حزیفہ اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا۔

"ہاں اسے کیا ہونا تھا ٹھیک ہی ہے۔" تانیہ موبائل پر مصروف تھی لا پرواہی سے بولی۔

"وہ ٹھیک نہیں ہے آپی۔ وہ نہ مجھ سے بات کرتی ہے نہ سامنے آتی ہے۔ کچھ



پر اہلم ہے؟؟ "حزیفہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔  
"جو بھی پر اہلم ہے اسکا پر سنل ہے تم اس سے دور رہو۔" تانیہ نے بھی سنجیدگی سے کہا۔

"کیا مطلب آپی میں کیوں دور رہوں؟؟" حزیفہ نے حیرت سے پوچھا۔  
"حزیفہ وہ اگر تم سے کچھ وقت تک دور رہ رہی ہے تو اسے سپیس دو۔" تانیہ نے پیار سے سمجھانا چاہا۔

ابھی حزیفہ کچھ کہنے ہی والا تھا جب تانیہ بولی۔  
"کچھ مت کہو حزیفہ اسے کچھ وقت چھوڑ دو وہ ٹھیک ہو جائے گی۔" تانیہ کے کہنے پر حزیفہ نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

"اب تم ٹھیک ہو جاؤ کیا مجنوں بنے پھر رہے ہو۔" تانیہ نے ہوس کر کہا۔  
"لو بھلا میں کیوں مجنوں بننے لگا اللہ معاف کرے۔" حزیفہ کانوں کو ہاتھ لگاتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔ تانیہ اسے دیکھ کر مسکرا دی۔ وہ ایسا ہی تھا ہر کسی کے چہرے پر مسکان لانے والا وہ نادان سا معصوم سا حزیفہ۔

\*\*\*

کافی دن گزرنے کے بعد اس شخص نے آمنہ سے رابطہ کیا تھا۔ خلاف معمول آمنہ نے پہلی رنگ پر کال اٹھالی تھی۔  
ہیلو آمنہ کیسی ہو؟؟ "اس شخص نے شوخ لہجے میں کہا۔

"بلکل ٹھیک اللہ پاک کا کرم ہے۔ تم بتاؤ کیسے ہو؟؟؟" آمنہ نے مسکرا کر کہا۔ وہ شخص تو مانو غش کھا کر گرنے کے قریب تھا۔

"اللہ کا بہت فضل ہے ٹھیک ہوں۔" اس شخص نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویسے تم نے آج تک اپنا تعارف نہیں کروایا کبھی۔ نام کیا ہے تمہارا؟؟؟" آج آمنہ کچھ زیادہ ہی گپ شپ موڈ میں تھی۔

"نام جاننا ہے؟؟؟" اس شخص نے تلخی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی مجھے بہت بے چینی ہو رہی ہے۔" آمنہ نے کہا۔

"تم جانتی ہو مجھے آمنہ سلطان۔" اس شخص نے تلخی سے کہا۔

"بہت بہتر طریقے سے عبداللہ صاحب۔" آمنہ نے مسکرا کر کہا۔

"واؤ یار تمہیں میرا نام اب تک یاد ہے۔ انٹر سٹینگ۔" وہ شخص قہقہا لگا کر ہنسا تھا۔

"مجھے تم یاد ہو عبداللہ آج بھی یاد ہو کل بھی یاد تھے۔" آمنہ کے لہجے میں ہلکی سی غصے کی رمت تھی۔

"دیکھو میں تمہیں یاد ہوں تم مجھے یاد ہو کتنی انٹر سٹینگ سٹوری ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو بھول ہی نہیں سکے۔" وہ شخص کمینگی سے بولا تھا۔

"مجھے ہمیشہ سے یاد تھا کہ ایسی کمینی حرکت کون کر سکتا ہے بھلا تم امیر باپ کی بگڑی اولاد کے علاوہ۔" وہ تلخی سے بولی۔

"آج بہت تمیز سے بات کر رہی ہو خیریت ہے؟؟ کہیں دل کی حیا کے ساتھ ساتھ ظاہری حیا بھی ختم ہو گئی؟؟" وہ شخص قہقہا لگا کر ہنسا۔

"میں تمہیں کچھ کہنا چاہتی ہوں عبداللہ۔" وہ نرمی سے بولی۔

"جی جی ہم تو اسی انتظار میں بیٹھے ہیں۔" وہ چہکتے ہوئے بولا۔

"کوئی بھی مرد بے غیرت نہیں ہوتا اور جس مرد میں غیرت نہ ہو وہ مرد نہیں ہوتا۔" آمنہ مسکرا کر بولی۔

"یہ کہنے کا مقصد؟؟" اس شخص کے چہرے سے مسکراہٹ غائب تھی۔

"اگر تم میں زرا بھی غیرت ہے تو آئندہ مجھے کال مت کرنا اور میرے سامنے مت آنا۔ اگر تم نے مجھے کال کی تو میں سمجھ جاؤں گی کہ تمہاری غیرت مر چکی ہے۔ اور جس میں غیرت نہ ہو۔۔۔۔" آمنہ نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

عبداللہ نے جبرٹے بھینچ لیے تھے۔ اس نے خود کو کچھ سخت کہنے سے روکا۔

"تمیز سے بات کرو آمنہ سلطان میں تمہارے ساتھ کیا کر سکتا ہوں تم ابھی اس سے واقف نہیں ہو۔" عبداللہ غصے سے بولا۔

"کیا کر لو گے؟؟" آمنہ کا لہجہ آج بھی اسے بارہ سالہ آمنہ جیسا تھا جب وہ

اکیڑمی میں اس سے بات کرنے کی کوشش کرتا تو آمنہ اسے ایسے ہی لہجے میں بات کرتی تھی۔

عبداللہ کو ہمیشہ سے آمنہ سے چڑھتی جب جب وہ اس سے اس لہجے میں بات

کرتی اسکے اندر ابال سا اٹھتا۔ وہ اپنے والدین کے ساتھ دبئی جا چکا تھا اور اب اتنے عرصے بعد لوٹا تھا۔

"میرے پاس تمہاری کس قسم کی پکچرز ہیں تم جانتی ہو؟؟؟" وہ کمینگی سے بولا۔  
"کیا کر لو گے ان پکچرز کا؟؟؟" آمنہ اب بھی بے خوف لہجے میں بولی۔  
"اگر تمہارے گھر کے مردوں کے ہاتھ یہ پکچرز لگ جائیں تو کیا ہو گا؟؟؟" وہ بولا  
تو آمنہ مسکرا دی۔ عبداللہ کو مزید غصہ آیا تھا۔

"اس معاشرے میں صرف وہی عورت کامیاب ہے جس کے گھر کے مرد اس پر بھروسہ کریں۔ تم مجھے یہ دھمکی مت دو عبداللہ میرے گھر کے مردوں کو مجھ پر کتنا بھروسہ ہے تم نہیں جانتے۔" آمنہ ہلکی مسکان سے بولی۔  
"ٹھیک ہے آمنہ آج کے بعد تمہیں میری کال موصول نہیں ہوگی۔ اب تمہیں تمہارے گھر کے مرد ہی نچا دکھائیں گے۔" اس نے اتنا کہہ کر کال کاٹ دی۔

آمنہ نے اسکا نمبر بلاک نہ کیا وہ جانتی تھی اب وہ کبھی اسے کال نہ کرنے والا تھا۔ آمنہ کافی ریلیکس ہو گئی تھی۔

\*\*\*

"تانیہ بابا تمہاری شادی کرنا چاہتے ہیں۔" نازیہ نے اسکے کمرے میں آکر اس

سے کہا۔

"جی؟؟؟" تانیہ نے سوچا اسے سننے میں کوئی غلطی ہوئی ہے۔

"ہاں وہ کہہ رہے تھے کہ تم بڑی ہو تمہاری کریں گے تو ہی کچھ ہو گا۔" نازیہ نے کہا۔

"ماما میں ابھی پڑھ رہی ہوں ابھی ایسا کچھ مت سوچیے گا پلیز۔" تانیہ نے منت کی۔

"مگر تانیہ تم بڑی ہو اور کب تک انتظار کریں۔ پڑھائی ساتھ ساتھ ہوتی رہے گی۔" نازیہ نے اسے سمجھانا چاہا۔

"ماما پلیز کوئی جلدی نہیں ہے ابھی حریفہ اور آمنہ کا سوچیں وہ کتنے چھوٹے ہیں۔" تانیہ نے بہانا تلاش کیا۔

"حریفہ اور آمنہ کا تم سے کیا لینا دینا؟" نازیہ نے حیرانگی سے کہا۔

"ماما آپ ہی تو کہہ رہی تھی کہ میری اور حریفہ کی شادی ساتھ ساتھ ہو گی۔" بڑی بھوری آنکھوں میں حیرت تھی۔

"ارے وہ تم میں نے یوں ہی کہہ دیا تھا اب کیا حریفہ کے انتظار میں تمہیں بٹھا کر رکھیں گے؟" نازیہ کو اسکی بات نے حیران کیا۔

"نہیں نہیں بابا سے کہیں ایسا کچھ نہ سوچیں ابھی میں پڑھ رہی ہوں۔" تانیہ نے ایک بار پھر منت کی۔

"خود کہہ دو ناں۔ رشتے کی بات تو خود بڑے دھڑلے سے کر دی تھی۔" نازیہ نے تانا دیا۔

"کر لوں گی بات آپ بس اب تانا مت دینا۔" تانیہ منہ کے زاویے بگاڑے بولی۔

\*\*\*

"بابا۔۔" تانیہ نے سٹڈی روم میں داخل ہوتے ہوئے پیار سے پکارا۔  
"جی بچا۔" علی سفید لباس پر بھوری شال اوڑھے کسی کتاب میں مصروف تھے۔

"بابا کیا پڑھ رہے ہیں؟؟؟" تانیہ اشتیاق سے ان کے قریب بیٹھتے بولی۔  
"کچھ خاص نہیں۔" وہ کتاب ایک جانب رکھتے ہوئے بولے۔  
"کوئی بات کرنی ہے تانیہ؟؟؟" انہوں نے تانیہ سے مسکرا کر پوچھا۔  
بڑی بڑی بھوری آنکھوں میں صاف دکھائی دے رہا تھا وہ کچھ خاص کہنے آئی ہے۔

"جی بابا۔" وہ مسکرا کر بولی۔ مسکرا نے پر اس کے گال مزید اٹھ جاتے جس سے وہ بہت معصوم دکھائی دیتی۔  
"بولو بیٹا۔" علی نے کہا۔

"وہ ماما کہہ رہی تھی آپ شادی کرنا چاہتے ہیں۔" تانیہ کنفیوز سی بولی۔

"لا حول ولا قوت بیٹا میری کوئی عمر ہے شادی کرنے کی۔" علی کی سبز آنکھیں حیرت سے کھلیں۔

"نہیں نہیں میرا مطلب ہے آپ میری شادی کرنا چاہتے ہیں یہ بتایا تھا ماما نے۔" تانیہ نے ہڑ بڑا کر کہا۔ چند پل کی خاموشی کے بعد ان دونوں کا منہ ہلکا ہوا تھا۔

"بابا۔۔۔ کیا سوچ لیا تھا آپ نے؟؟" تانیہ شریر سا مسکرا کر بولی۔  
"میری مجال کے میں ایسا کچھ سوچوں۔" وہ مسکرا کر بولے۔  
"بابا ااا۔۔۔ ابھی میں شادی نہیں کرنا چاہتی آپ پلیز چاچو کو بھی ایسا کچھ مت کہیے گا بھی۔" تانیہ معصومیت سے بولی۔

"جیسا میرا بچہ چاہے ویسا ہی ہوگا۔ بس سلطان شاید شایان کی شادی کرنا چاہتا ہے اس لیے میں نے کہہ دیا۔" وہ چشمہ ایک جانب رکھتے ہوئے بولے۔  
"جو بھی ہے میں ابھی پڑھائی پر فوکس کرنا چاہتی ہوں اس لیے ایسا کچھ نہیں ہوگا۔" تانیہ منہ پھلا کر بولی۔

"میں سمجھ سکتا ہوں شادی کے بعد تم فوکس سے ڈسٹریک ہو جاؤ گی ناں۔" علی نے سنجیدگی سے کہا۔

"بابا اااا۔۔۔" تانیہ خفگی سے چیخی۔

"اچھا اچھا بیٹا جیسے تمہاری مرضی میں سلطان سے کہہ دوں گا میری بیٹی کو ڈاکٹر

بنے دو۔" وہ اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے بولے۔

"ہاں نہیں تو ایک عمر خرچ کی ہے یہاں پک پہنچنے میں اب ڈاکٹر بن کر ہی کچھ اور سوچیں گے ٹھیک؟؟؟" وہ ان کے سینے پر سر رکھ کر بولی۔

"بلکل ایسا ہی ہو گا۔" علی نے بھی مسکرا کر ہامی بھری۔

\*\*\*

آمنہ کی گاڑی یونیورسٹی سے ابھی لوٹی تھی۔ وہ مکمل سیاہ عبا یا میں ملبوس پچھلی سیٹ سے اتری تھی۔ پاؤں میں سفید جاگرتھے۔

وہ گرمی میں اندر پہنچ کر سامنے ہی موجود صوفے پر بیٹھ گئی۔ شایان بھی وہیں موجود تھا۔

"پانی ملے ملے گا اااا؟؟؟" آمنہ چیختی تھی۔

"مل جائے گا چیخ کیوں رہی ہو۔" شایان نے اسے گھورتے ہوئے کہا اور ملازمہ سے پانی لانے کو کہا۔

اس نے نقاب اتار کر گھٹا گھٹ پانی پیا۔

"گاڑی میں اے۔ سی آن کر کے یونیورسٹی کے گیٹ سے بیٹھ کر گھر کے گیٹ کے باہر اترتی ہو پھر بھی یوں چیختی ہے جیسے افریکہ کے جنگلات سے ابھی آزاد ہوئی ہو۔" شایان موبائل میں مصروف اسے چھیڑتے ہوئے بولا۔

"پیدل بھی آتی ہوں کبھی کبھار۔" آمنہ نے باقاعدہ اس کی بات پر آنکھیں





بھی موبائل سے نظر ہٹا کر حریفہ کو دیکھا۔

"کیا ہوا ہے حریفہ؟؟؟" شایان اٹھ کر اسکے قریب آ کر سنجیدگی سے بولا۔ آمنہ شایان کے پیچھے چھپ گئی تھی۔

اس نے گردن موڑ کر حریفہ کو دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔  
اسکی سنہری آنکھوں میں غصہ تھا۔

"حریفہ۔۔" شایان ابکی بار اونچی آواز میں بولا۔

"کیا ہوا ہے؟؟؟" اس نے بات دہرائی۔

"اپنی لاڈلی سے پوچھیں کیا ہوا ہے۔" حریفہ نے غصے سے کہا۔

"آرام سے حریفہ۔ صاف صاف بولو کیا مسئلہ ہے؟؟؟" شایان نے بھی دبے دبے غصے سے کہا۔

"یہ کیا ہے؟؟؟" وہ موبائل شایان کی جانب بڑھا کر بولا۔ آمنہ سن ہو گئی۔ وہ

جانتی تھی وہ کیا ہو گا۔ اسکے چہرے پر خون سمٹ آیا۔ وہ حریفہ کو اتنی سخت نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے اسے نظروں سے بھسم کرنا چاہتی ہو۔

شایان نے موبائل اسکے ہاتھ سے لیا اور سامنے موجود تصویر دیکھ کر دوبارہ حریفہ کی جانب مڑا۔

"کیا ہے یہ؟؟؟" وہ اب بھی حریفہ سے جواب طلب کر رہا تھا۔

آمنہ نے آگے بڑھ کر شایان کے ہاتھ سے موبائل لیا۔ سامنے اسکی تصویر

موجود تھی۔ وہ پیٹ شرت میں ملبوس کسی گراؤنڈ میں بیٹھی تھی۔ کالے بال کمر پر جھول رہے تھے۔ اور وہ مسکرا کر سامنے جانب دیکھ رہی تھی جہاں کوئی مرد بیٹھا تھا۔ اس مرد کا چہرہ تصویر میں نہ تھا۔ آمنہ نے پیکرز سوائپ کی۔ آگے بھی چند ایسی ہی تصویریں تھیں۔ وہ الگ الگ مقام کی پیکرز تھیں۔ آمنہ کو کوئی شک نہ تھا کہ وہ صورت اسی کی ہے۔ مگر ان تصویروں کو کمال مہارت سے ایڈٹ کیا گیا تھا۔ یوں کے ڈھونڈنے سے بھی نہ لگتا کہ یہ ایڈٹڈ ہے۔ مگر آمنہ جانتی تھی وہ ایڈٹ کی گئی ہیں۔

"مجھ سے پوچھ رہے ہیں آپ؟؟ کہ یہ کیا ہے۔ اپنی بہن سے پوچھیں ناکس کس کے ساتھ گھومتی پھرتی ہے۔" حریفہ غصے سے چیخا۔

"حریفہ زبان سمجھال کے بات کرو۔ ابھی تمہیں کوئی حق نہیں ہے کہ تم میری بہن کی عزت پر سوال اٹھاؤ۔" نیلی آنکھوں میں بھی غصہ تھا۔

"تمہیں ان پر ٹرسٹ ہے حریفہ؟؟" آمنہ نے بے یقینی سے پوچھا۔

"یہی وجہ ہے مجھے اگنور کرنے کی؟؟ یہی وجہ تھی مجھ سے سپیس مانگنے کی؟ یہی کرنے جاتی ہو گھر سے پردہ کر کے؟؟" حریفہ کے منہ میں جو آیا وہ بولتا چلا گیا۔

"خبردار حریفہ تم نے میرے پردے پر سوال اٹھایا۔" آمنہ غصے سے چیخی تھی۔

اسکی آنکھوں میں آنسوؤں جمع ہونے لگے تھے۔

حریفہ نے جبرے بھینچ لیے۔ اسکا غصہ سوائیز پر تھا۔ اسنے غصے میں آمنہ

کے گال پر ایک زوردار تماچہ مارا تھا۔  
آمنہ پتھر کی ہو گئی۔

ایسا محض کہانیوں میں ہوتا ہے کہ اچھے برے کردار واضح ہو جاتے ہیں حقیقت  
میں سالوں سال ایک شخص کے ساتھ گزارنے کے بعد بھی ہم اسکی شخصیت  
کے بارے میں غلط ثابت ہو جاتے ہیں۔

"حزیفہ اوقات میں رہو تم کیا کر رہے۔" شایان نے اسے پیچھے دکھایا تھا۔  
"تم ہوتے کون ہو میری بہن پر ہاتھ اٹھانے والے ہاں؟؟ آئندہ کے بعد ایسی  
جرت کرنے کی کوشش کی تو ہاتھ توڑ کے رکھ دوں گا۔" شایان غرایا تھا۔  
آمنہ بے یقینی سے گال پر ہاتھ رکھے سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ یہ کیا ہوا  
تھا؟؟

شایان اور حزیفہ آپس میں گتھم گتھا ہو رہے تھے جب آمنہ تیش کے عالم میں  
آگے آئی اس نے شایان کو بازو سے پکڑ کر پیچھے کیا اور اسی طاقت سے حزیفہ کے  
منہ پر چاٹا مارا تھا۔ حزیفہ چند لمحے کچھ بول نہ سکا۔  
ماحول میں ایک سکوت سا طاری ہو گیا تھا۔ سب کچھ رک گیا۔ حزیفہ بے یقینی و  
غصے سے آمنہ کو دیکھ رہا تھا۔

"تمہاری جرت بھی کیسے ہوئی۔" آمنہ غرائی تھی۔

"میں نے تمہیں خود پر نظر اٹھانے کا حق نہیں دیا اور تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھانے کی جرت کر لی۔" آمنہ نے غصے سے کہا۔ حریفہ ہوش کی دنیا میں آیا تھا مگر عزت نفس سرچڑھ چکی تھی۔ ایک معمولی سی لڑکی اسے یوں تہمت مار چکی تھی۔

"آج کے بعد میرے آس پاس بھی نظر مت آنا ورنہ لحاظ نہیں کروں گی۔ اور اگر ان پر یقین ہے تمہیں تو کرتے رہو مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" وہ موبائل اسکے ہاتھ میں تھا کر بولی اور اوپر کی جانب بڑھ گئی۔

شایان غصے سے حریفہ کو دیکھ رہا تھا۔ حریفہ بھی غصے سے سر جھٹک کر باہر آ گیا۔ باہر آ کر اس نے خود کو پر سکون کرنا چاہا۔ ایک ہاتھ سے بالوں میں ہاتھ پھیر کر وہ خود کو پر سکون کرنا چاہتا تھا مگر اس کا غصہ کسی طور کم نہ ہوا۔

شایان کے لیے یہ کسی انہونی سے کم نہ تھا۔ وہ غصہ کرنے کا عادی نہ تھا۔ وہ ٹھنڈے دماغ سے ہر چیز کو سوچنے سمجھنے والا شخص تھا۔ مگر حریفہ نے انتہائی گرمی ہوئی حرکت تھی۔ بھلا وہ کون ہوتا تھا اسکی بہن پر ہاتھ اٹھانے والا۔ شایان نے حریفہ کا بہت لحاظ کیا تھا۔ اگر اسکی جگہ کوئی اور ہوتا تو شایان اب تک اسے جہنم واسل کر چکا ہوتا۔

آمنہ نے کمرے میں آ کر حجاب کو نوچنے کے انداز میں اتارا تھا۔ اسکی آنکھیں سرخ ہو چکیں تھیں۔ بھوری آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔

"اس کی ہمت کیسے ہوئی وہ مجھ پر ہاتھ اٹھائے۔" وہ غصے سے ہمکلامی کے انداز میں بولی۔ اسے زرا فرق نہ پڑتا تھا کہ اسکی تصویروں کو لے کر کوئی کیا سوچتا ہے۔ اسے معلوم تھا کہ اس نے یہ حرکت نہیں کی اور اسے معلوم تھا اسکے گھر کے مرد اس پر بھروسہ کرتے تھے۔ اس نے حریفہ کا سوچا تک نہ تھا۔ غصے کی انتہا پر پہنچ کر اس نے سر ہاتھوں میں گرایا اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

حریفہ۔۔۔ وہ ایسا کیسے کر سکتا تھا؟؟ وہ تو بچپن سے اسے جانتا تھا۔ اس نے سوچ بھی کیسے لیا کہ وہ یہ حرکت کر سکتی ہے؟؟

آمنہ رو کر تھک گئی تو کب نیند کی وادیوں میں کھو گئی اسے معلوم ہی نہ ہوا سکا۔

ان تینوں میں سے کسی نے بھی یہ بات گھر میں کسی کو نہ بتائی تھی۔ وہ سب ناشتے کی ٹیبل پر موجود تھے۔ سربراہی کر سی پر علی یوسف بیٹھے تھے۔ دائیں جانب نازیہ بیگم اور بائیں جانب حریفہ اور تانیہ۔

"ابو میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" حریفہ کافی دیر بعد بولا۔

"جی بولو۔" علی اسکی جانب متوجہ ہو کر بولے۔

"میں آمنہ سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔" حریفہ علی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

ہر کوئی اپنی جگہ سن ہو گیا تھا۔ علی نے حیرت سے حریفہ کو دیکھا۔

"کیوں؟؟؟" علی نے پرسکون رہ کر پوچھا۔

"بس نہیں کرنا چاہتا۔" حزیفہ نے جبرے بھینچ کر کہا۔ وہ آج معصوم سے حزیفہ سے بہت مختلف تھا۔

"آج تمہیں خیال آیا؟؟؟" علی نے تنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"آپ نے مجھ سے پوچھ کر رشتہ کیا تھا؟؟؟" حزیفہ کے بدلے لہجے نے ہر ایک کو حیران کیا۔

"حزیفہ آرام سے بات کرو۔" نازیہ نے تنبیہ کی۔

"نہیں مجھے بولنے دیں ناں ماما۔ آخر آپ لوگوں نے کس سے پوچھ کر رشتہ کیا؟؟؟ میری مرضی تو آپ نے نہیں پوچھی۔" حزیفہ نازیہ کے جانب مڑتے بولا۔ تانیہ حیرت سے حزیفہ کو دیکھ رہی تھی۔

"پاگل مت بنو حزیفہ بچے نہیں ہو تمہیں معلوم تھی یہ بات آج آکر یہ بات کرنا فضول ہے۔" علی نے بھی غصے سے کہا۔

"ہاں لیکن آج احساس ہو رہا ہے کہ میں نہیں کرنا چاہتا اس سے شادی۔" حزیفہ اب کی بار زرا آرام سے بولا۔

"اب تمہاری رائے معنی نہیں رکھتی تمہاری بہن کا بھی رشتہ جڑا ہے اس گھر سے ہم رسک نہیں لے سکتے۔" علی نے دبے دبے غصے سے کہا۔

"میں اپنا فیصلہ سناچکا ہوں آپ لوگ کون ہوتے ہیں مجھ پر فیصلہ جمانے والے؟؟" حریفہ غصے سے کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"آرام سے بات کرو حریفہ۔" علی غصے سے بولے۔ حریفہ غصے سے وہاں سے چلا گیا۔

"یہ پاگل ہو گیا ہے؟؟ سمجھاؤ اسکو کہ اب ایسا نہیں ہو سکتا۔" علی نازیہ سے بولے۔

"میں بات کروں گی اس سے۔ عجیب پاگل ہے۔ کل تک آمنہ اسکی پسند تھی اور آج کہہ رہا ہے اس سے اجازت کس نے لی؟" نازیہ بھی کافی غصے میں تھی۔

تانیہ حیرت سے سب کو دیکھ رہی تھی۔ حریفہ آمنہ کو پسند کرتا تھا وہ جانتی تھی۔

پھر اچانک کیا ہوا تھا؟؟؟

تانیہ حریفہ کے کمرے کے باہر کھڑی تھی۔ وہ مسٹر ڈرنگ کی قمیض شلوار میں ملبوس تھی۔ گھرے بھورے بال جو کندھوں سے زرا نیچے آتے تھے آج کھلے چھوڑ دیے گئے تھے۔ اسکی بھوری آنکھوں میں آج پہلی دفع بھائی کے کمرے کا دروازہ کھولنے پر کشمکش تھی۔

بالآخر اس نے دروازہ ناک کیا۔ کوئی جواب نہ آیا۔ اس نے ایک بار پھر دروازہ بجایا۔ جواب نثار۔ اس نے ڈور ناب گھمایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔



سامنے ٹیبل پر کتابیں بکھری پڑیں تھیں۔ اور وہ سر ہاتھوں میں گرائے ان کتابوں پر ناجانے کیا دیکھ رہا تھا۔ تانیہ کی جانب اسکی پیٹھ تھی۔

"حزیفہ۔۔۔" تانیہ نے اسے پکارا۔

وہ چلتی ہوئی اس کے قریب آئی۔ قریب پڑا ایک سٹول گھسیٹ کر وہ اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"حزیفہ کیا ہوا ہے؟؟ آریو اوکے؟؟" وہ پیار سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے بولی۔

"جائیں یہاں سے آپی اکیلا چھوڑ دیں مجھے۔" وہ کوفت سے بولا۔

"حزیفہ بتاؤ تو سہی کیا ہوا ہے تم نے اچانک یہ فیصلہ کیوں کیا؟؟" تانیہ نے پوچھا۔ حزیفہ چند لمحے خاموش رہا۔ اس نے قریب پڑا موبائل اٹھایا اور مطلوبہ تصویر نکال کر موبائل تانیہ کی جانب بڑھایا۔

تانیہ نے موبائل سکرین پر دیکھا تو سن و ساکت ہو گئی۔ اس نے اگلی چند تصاویر دیکھیں پھر حیرت سے حزیفہ کو دیکھا۔

"تمہیں ان پر یقین ہے؟؟" تانیہ کے سوال پر حزیفہ حیرت سے اسکی جانب مڑا۔

"مجھے یقین ہے۔" وہ سخت لہجے میں بولا۔

"ان پر یقین کا مطلب تمہیں آمنہ کے کردار پر شک ہے۔" تانیہ کے لہجے میں غصہ تھا۔

"مجھے ہے۔" وہ ایک بار پھر غصے سے بولا۔

"آخر آپ سب کو اتنا بھروسہ کیسے ہے اس پر؟؟؟ ثبوت سامنے ہے پھر بھی میں یقین نہ کروں؟؟؟" حزیفہ کی آنکھیں سرخ ہو چکیں تھیں۔

"حزیفہ یہ تمہاری زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہوگی اگر تم اسکے کردار پر یوں شک کرو۔" تانیہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"آمنہ وہ شخصیت ہے جس کے بارے میں ایسے لاکھ ثبوت بھی لے آؤ تو میں یقین نہ کروں۔" وہ غصے سے اسکا موبائل ٹیبل پر رکھ کر مڑ گئی۔ حزیفہ حیرت سے تانیہ کو دیکھ رہا تھا۔ اسکی بہن کو اس سے زیادہ آمنہ پر یقین تھا؟؟؟

\*\*\*

آمنہ اپنے کمرے میں بند تھی جب کسی نے دروازہ بجایا۔ آمنہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اسکے کمرے میں مکمل اندھیرا تھا۔ کوئی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔ اس نے اندر آ کر کمرے کی ساری لائٹس آن کیں۔ سامنے سبز رنگ کے جہازی سائز بیڈ پر آمنہ کمبل میں لیٹی لیٹی تھی۔ آمنہ کی آنکھیں تیز روشنی سے چندھا گئیں۔

"آمنہ۔۔۔" نیلی آنکھوں والے مرد نے اسے پکارا تھا۔

"متم۔۔" آمنہ کی مندھی سی آواز آئی۔

"اٹھو بھی کب تک سوتی رہو گی۔" وہ پیار سے اسکے قریب بیٹھ کر بولا۔

آمنہ خالی خالی نظروں سے چھت کو گھور رہی تھی۔

"آمنہ جو ہوا سے بھول جاؤ۔" شایان نرمی سے بولا۔

"نہیں بھول سکتی بھائی کبھی نہیں۔" آمنہ نے جزبے سے عاری لہجے میں کہا۔

"حزیفہ نادان ہے جو ان تصویروں پر ٹرسٹ کر رہا ہے۔ وہ کچھ دنوں میں سمجھ

جائے گا۔" شایان نے کہا۔

"مجھے فرق نہیں پڑتا حزیفہ ان پکچرز پر یقین کرے یا نہ کرے مگر وہ اتنا نادان یا بے وقوف کب سے ہو گیا کہ اس نے مجھ پر ہاتھ اٹھانے کی جرت کر لی۔" آمنہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"وہ جو چاہے مرضی کرے مگر میں اسے اس کے لیے کبھی معاف نہیں کروں گی۔" آمنہ نے پختہ لہجے میں کہا۔

"اچھا اٹھو چل کر ناشتہ کرو۔" شایان اٹھتے ہوئے بولا۔

"بس ابھی آئی فریش ہو کر۔" آمنہ مسکرا کر بولی تو شایان بھی مسکرا دیا۔

\*\*\*

آمنہ بالکل نارمل تھی مگر حزیفہ اس دن سے سب گھر والوں سے کٹ سا گیا تھا۔

اگر وہ سب کے ساتھ مل کر بیٹھتا تو وہی بات کرتا جس پر ہمیشہ جھگڑا ہوتا۔

دروازہ بجانے کی آواز پر آمنہ نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے تانیہ کو کھڑے دیکھا۔ آمنہ نے مسکرا کر اسے اندر آنے کو کہا۔

"کہاں غائب ہیں آج کل تو بالکل نظر نہیں آتی۔" آمنہ نے مسکرا کر پوچھا۔  
"تمہیں تو معلوم ہے آج کل کتنا ٹائف ٹائم چل رہا ہے۔ تم کیوں نہیں آتی؟؟  
سامنے ہی تو گھر ہے۔" تانیہ بیٹھتے ہوئے بولی۔

"میں آؤں وہاں؟؟؟" آمنہ نے تلخی سے کہا۔

"کیوں؟؟؟ تم نہیں آ سکتی؟؟؟" تانیہ نے پوچھا۔

"کم آن آپی آئی نو آپ جانتی ہوں گی کیا ہوا ہے۔ وہ آپ کو ہر بات بتاتا ہے۔"  
آمنہ نے ہنس کر کہا۔ اسکی ہنسی میں واضح نتر تھا۔

"وہ پاگل ہے آمنہ وہ غلط کر رہا ہے اسے جلد اندازہ ہو جائے گا۔" تانیہ نادام سی بولی۔

"ہمم امید کر سکتے ہیں وہ جان جائے۔" آمنہ نے مسکرا کر کہا۔

"تم پریشان مت ہونا آمنہ وہ پیچھے نہیں ہٹ سکتا وہ یہ رشتہ اب نہیں توڑ سکتا  
اور ان واہیات الزامات میں آ کر بالکل نہیں۔ اسے جلد معلوم ہو جائے گا کہ یہ  
صرف سازش ہے۔" تانیہ نے کہا۔ آمنہ کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔ اس کے  
چہرے پر عزیت تھی۔ اسکی آنکھوں میں تکلیف۔

"وہ رشتہ توڑ رہا ہے؟؟؟" آمنہ نے بے یقینی سے پوچھا۔

تانیہ کو احساس ہوا کہ شاید اس نے غلط بات کہہ دی تھی۔ اسے سمجھ نہ آیا کہ وہ اب کیا کہے۔

"وہ ایسا کر سکتا ہے؟؟" آمنہ نے حیرت سے پوچھا۔

"آمنہ وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ اور۔۔ اور یہ تو صاف جھوٹ ہے جو ناجانے اسکی سمجھ میں کیوں نہیں آرہا۔" تانیہ نے گڑ بڑا کر کہا۔

"وہ ان جھوٹی پکچرز پر یقین کر کے میرے کردار پر الزام لگا رہا ہے اور۔۔ اور وہ انکی بنا پر رشتہ توڑ دے گا؟؟" آمنہ نے دکھ سے کہا۔

"آمنہ۔۔" تانیہ نے کچھ کہنا چاہا جب آمنہ نے اسے روک دیا۔

"اگر وہ ایسا چاہتا ہے تو شوق سے کرے مجھے فرق نہیں پڑتا۔" آمنہ آنکھوں میں آئے آنسوؤں صاف کرتے ہوئے بولی۔

"آمنہ ایسا مت کہو تم دونوں پسند کرتے ہو ایک دوسرے کو" تانیہ نے پریشانی سے کہا۔

"میرے لیے میری ذات میری محبت سے بڑھ کر ہے تانیہ۔ میں کسی کے لیے کوئی آپشن نہیں ہوں۔ اگر وہ نہیں چاہتا رشتہ کرنا تو ٹھیک ہے مت کرے آمنہ سلطان کسی کے لیے مری نہیں جارہی۔" آمنہ نے غصے سے کہا۔

"فار گاڈ سیک آمنہ ہو کیا گیا ہے تم دونوں کو۔" تانیہ پریشانی سے بولی۔

"پلیز اسکی کوئی بات مت کریں مجھ سے۔" آمنہ نے دکھ سے کہا تو تانیہ خاموش ہو گئی۔

\*\*\*

وہ سب کھانے کی ٹیبل پر موجود تھے۔ آمنہ پلیٹ میں چمچ ہلارہی تھی۔

"آمنہ بیٹا کیا ہوا ہے؟؟" سلطان یوسف نے اسے پکارا۔

آمنہ کسی خیال سے چونکی تھی۔

"کچھ نہیں بابا۔" آمنہ نے مسکرا کر کہا۔

"کھانا کھاؤ صحیح طریقے سے یوں ہی بیٹھی ہو۔" سلطان نے کہا تو آمنہ کھانے

میں مصروف ہو گئی۔

\*\*\*

"بابا میں آ جاؤں؟؟" آمنہ دروازے میں کھڑی اجازت مانگ رہی تھی۔

"آؤ بیٹا۔" سلطان نے کہا تو آمنہ مسکرا کر اندر داخل ہوئی۔

فریال اس وقت وہاں موجود نہ تھی۔

آمنہ چلتی ہوئی انکے قریب آئی۔ وہ بیڈ پر ٹانگیں نیچے کیے بیٹھے تھے۔ آمنہ انکے

قریب ہی پڑے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"کیا ہوا خیریت ہے؟؟" سلطان نے آمنہ کو خاموش بیٹھے دیکھا تو پوچھا۔

"بابا مجھے کچھ بات کرنی تھی۔" آمنہ ہلکی آواز میں بولی۔

"ہاں کہو کیا بات ہے؟؟" سلطان نے سنجیدگی سے پوچھا۔  
"بابا پلیرز آپ کوئی سوال مت کیجیے گا۔" آمنہ کے چہرے پر تھوڑی سی پریشانی تھی۔

"تم بتاؤ گی تو ہی میں کچھ کہوں گاناں بیٹا۔" سلطان نرمی سے بولے۔

"بابا دراصل۔۔۔ وہ۔۔۔" آمنہ سوچ میں پڑ گئی۔

"بابا میں حریفہ سے شادی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔" آمنہ نے بلاآخر کہا۔

"کیا کہہ رہی ہو بیٹا۔" سلطان حیرت سے بولے۔

"بابا میں ایسا نہیں کہہ رہی۔" آمنہ نے انہیں سمجھانا چاہا۔ "حریفہ مجھ سے

شادی نہیں کرنا چاہتا اور میں چاہتی ہوں آپ خاموشی سے اسکی بات مان لیں

اس سے سوال مت کیجیے گا۔" آمنہ نرمی سے بولی۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو آمنہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔ تم دونوں کو معلوم ہے

کہ تم دونوں کا بچپن سے رشتہ طے ہے۔" سلطان پریشانی سے بولے۔

"بابا پلیرز آپ میری بات مان لیں اس سب کا فائدہ نہیں ہے کہ آپ پوچھیں کہ

وہ کیوں نہیں کرنا چاہتا آپ بس اسکی بات مان لیں کیوں کے شاید اب میں بھی

ایسا نہیں چاہتی۔" آمنہ سنجیدگی سے بولی۔

"مگر۔۔ وہ ایسا چاہتا کیوں نہیں ہے؟؟ کل تک تو چاہتا تھا۔" سلطان حیرانگی سے

بولے۔

آمنہ نے گہرا سانس لیا پھر بولی۔

"اسے میرے کردار پر شک ہے بابا۔" آمنہ کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔

سلطان کے اندر لا وہ سا پھٹا تھا۔

"کیا مطلب ہے؟؟ وہ ہوتا کون ہے تمہارے کردار پر بات کرنے والا؟؟؟"

سلطان تیش سے بولے۔

"بابا۔۔ بابا۔۔ پلیز آپ اس بات کو چھوڑ دیں بس آپ اس رشتے کو خاموشی سے ختم کر دیں میں بھائی اور تانیہ کا رشتہ خراب نہیں کرنا چاہتی اسکی وجہ سے۔" آمنہ نے کہا تو سلطان بھی سوچ میں پڑھ گئے۔

"ٹھیک ہے میں بات کروں گا علی سے۔" سلطان نے کہا۔

"اور وعدہ کریں آپ حریفہ سے کوئی بات نہیں کریں گے۔" آمنہ انکا ہاتھ تھام کر بولی۔

"میں اس سے سوال کرنے کا حق رکھتا ہوں آمنہ اس نے یہ بات سوچ بھی کیسے لی آخر۔" سلطان غصے سے بولے۔

"اس سب کا فائدہ نہیں ہے بابا پلیز آپ مت کیجیے گا اس سے کوئی بات۔" آمنہ روہانسی ہو کر بولی۔

"ہمم ٹھیک ہے۔" سلطان نے ہامی بھری۔



"وعدہ؟؟؟" آمنہ نے ہاتھ انکے سامنے رکھا۔  
"وعدہ۔" سلطان نے مسکرا کر اسکا ہاتھ تھام لیا۔

\*\*\*

وہ سب شام کے وقت علی کے گھر کے لان میں موجود تھی۔ ملازمین چائے اور  
لوازمات ٹیبل پر رکھ رہے تھے۔

"میں سوچ رہا تھا شایان اور تانیہ کی شادی کر دی جائے۔" سلطان سنجیدگی سے  
بولے۔ وہاں بیٹھے سب لوگ غیر آرامدہ ہوئے۔

"ابھی نہیں سلطان، تانیہ ابھی پڑھنا چاہتی ہے۔ وہ چاہتی ہے ایک بار ڈگری  
مکمل ہو جائے تو پھر شادی کے بارے میں سوچیں۔" علی چائے کا گھونٹ  
بھرتے ہوئے۔

"ہمم مگر انکی عمر ہو چکی ہے علی اور پھر انکے بعد ہی ہم آمنہ کا رشتہ پھر شادی کے  
بارے میں سوچیں گے۔" سلطان نے سنجیدگی سے کہا۔

"حزیفہ اور آمنہ کی شادی بھی ہو جائے گی ابھی تو وہ بچے ہیں یار۔" علی بولے۔  
"حزیفہ اور آمنہ کی شادی؟؟؟" سلطان کے لہجے میں تنز تھا۔

"ہاں کیوں؟؟؟" علی نے حیرت سے پوچھا۔

"علی میرے بھائی مجھے معلوم ہوا ہے کہ حزیفہ آمنہ سے شادی نہیں کرنا چاہتا  
اس لیے بہتر ہے کہ ہم اس رشتے کو یہیں ختم کر دیں۔" سلطان کی بات نے ہر

ایک کو جھٹکا دیا۔ سلطان فریال کو ساری بات سے آگاہ کر چکا تھا اس لیے وہ خاموش رہیں۔

"وہ بچہ ہے سلطان وہ غلط فیصلہ کر رہا ہے وہ سمجھ جائے گا۔" علی نے فکر مندی سے کہا۔

"سمجھ جائے گا مگر میری بچی کوئی کھلونا نہیں ہے کہ جب سمجھا اپنا لیا جب غلط فہمی ہوئی چھوڑ دیا۔ اس بات کو یہیں ختم کرتے ہیں بس حریفہ اور آمنہ کا رشتہ ختم آج سے اس بارے میں کوئی بات نہیں ہوگی۔" سلطان نے حتمی انداز میں کہا۔

\*\*\*

حریفہ اپنے کمرے میں بیٹھا پڑھائی کر رہا تھا جب علی اسکے دروازے پر نمودار ہوئے۔

"کیا ہو رہا ہے حریفہ علی؟؟" ان نے غصے سے کہا۔  
"کچھ نہیں بس پڑھائی کر رہا تھا۔" حریفہ نے انہیں مکمل نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"تم بہت غلط کر رہے ہو حریفہ۔" وہ سخت لہجے میں بولے تھے۔  
"میں جو بھی کر رہا ہوں اپنی مرضی سے کر رہا ہوں۔" حریفہ جانتا تھا انکا اشارہ کس طرف تھا۔

"تم ابھی کے ابھی جا کر سلطان اور آمنہ سے معافی مانگو تم نے جو بھی کیا ہے۔"  
علی کی سبز آنکھوں میں بے پناہ غصہ تھا۔

"میں ایسا کچھ نہیں کروں گا بابا۔" وہ ویسے ہی پر سکون انداز میں بولا۔  
"تمہیں ہو کیا گیا ہے حزیفہ؟؟ تم کیوں عجیب پاگلوں والی باتیں کر رہے ہو؟؟"  
علی جلال سے بولے۔

"میرا فیصلہ نہیں بدلے گا۔" حزیفہ بے خوف ہو کر انکی آنکھوں میں آنکھیں  
ڈال کر بولا۔

"تم اتنے سمجھدار نہیں ہوئے کہ اتنا بڑا فیصلہ کر سکو میری بات مان لو اب بھی  
وقت ہے۔"

تانیہ ساتھ والے کمرے سے انکی آواز سن کر آئی تھی۔  
"نہیں سننی آپکی کوئی بھی بات۔ آپ کیوں نہیں سن لیتے میری بات۔"  
حزیفہ بھی غصے سے چیخا تھا۔

"آرام سے بات کرو حزیفہ باپ ہوں تمہارا۔" علی غصے سے بولے۔  
"جائیں یہاں سے آپ سب لوگ۔ آپ سب کو بس میں جھوٹا لگتا ہوں کسی کو  
میری بات کا یقین نہیں ہے تو مت کریں مگر مجھے اکیلا چھوڑ دیں پلیز زرز۔" وہ  
چیخا تھا۔

"بابا آپ چلیں اسے چھوڑیں یہ پاگل ہو گیا ہے۔" تانیہ علی کو بازو سے پکڑے باہر لے آئی۔

علی غصے سے سرخ ہو چکے تھے۔ حریفہ نے آج تک یہ حرکت نہ کی تھی وہ بہت بدل گیا تھا۔ علی کبھی توقع نہیں کر سکتے تھے کہ حریفہ یوں کرے گا۔

"بابا پلیز آپ جھوڑ دیں اسے وہ سمجھ جائے گا۔" تانیہ نے انہیں تسلی دی۔

"کب سمجھے گا؟؟ وہ لوگ رشتہ توڑ چکے ہیں۔ اسکی وجہ سے میں اپنے بھائی کے سامنے کتنا شرمندہ ہوا ہوں اسے احساس تک نہیں ہے۔" علی کے لہجے میں بے پناہ غصہ تھا۔

"کیا؟؟ وہ لوگ رشتہ توڑ چکے ہیں؟؟" تانیہ نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں توڑ چکے ہیں اسکی حرکتوں کی وجہ سے۔ اور کتنا ذلیل کروائے گا۔ بس ان سے معافی ہی مانگ لے آرام سے کہہ دے کہ وہ نہیں کرنا چاہتا مگر یوں انکی بیٹی کی بے عزتی کیوں کر رہا ہے۔" علی نے پریشانی سے کہا۔

"بابا آپ ریلیکس ہو جائیں میں بات کروں گی اس سے۔" تانیہ نے کہا تو علی ہامی میں سر ہلا کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔

تانیہ نے تاسف سے حریفہ کے کمرے کو دیکھا یقیناً وہ سب سن رہا تھا۔ یہ اسکے ہستے بستے گھر کو کیا ہو گیا تھا؟؟ تانیہ کو افسوس ہوا۔

\*\*\*

وقت اپنی رفتار سے گزر رہا تھا۔ سب اپنے اپنے مطابق چل رہا تھا۔

حلیمہ اور زارا کافی عرصے بعد یوسف ہاؤس میں دکھائی دیں تھی۔

"ارے یہ کیا کہہ رہے ہو علی آخر حریفہ اور آمنہ پسند تھے ایک دوسرے کی تو یہ فیصلہ کیوں لیا۔" حلیمہ اور زارا کے چہرے پر پریشانی تھی۔

"ہمیں نہیں معلوم حلیمہ بس دونوں کا یہی فیصلہ ہے۔" علی نے نادام ہو کر کہا۔  
"ارے ابھی عمر کیا ہے دونوں کی جو اتنے پڑے فیصلے کرنے لگے سمجھاؤ انہیں۔" حلیمہ نے کہا۔

"اب فائدہ نہیں ہے اس سب کا جو ہونا تھا ہو گیا۔" علی نے حتمی انداز میں کہا۔  
حلیمہ نے افسوس سے کر جھٹکا۔ انداز میں کوئی افسوس نہ تھا وہ محض جلے پر نمک جھڑک رہی تھی۔

زارا کے چہرے پر ہلکی مسکان تھی۔

"عبداللہ یہ سب کام احتیاط سے کرنا ہے حریفہ کو پتا نہیں چلنا چاہیے کہ یہ تم نے سینڈ کی ہیں اسے۔" وہ اپنے کمرے میں راکنگ چیئر پر جھول رہی تھی۔  
سامنے سے مانگ نکالے بالوں کو گھلا چھوڑ دیا گیا تھا۔ وسیع کمرے کے بچو بیچ اسکی راکنگ چیئر جھول رہی تھی۔ کمرے میں مدھم زرد روشنی جل رہی تھی۔  
اسکے چہرے پر دلکش مسکراہٹ تھی۔ اسکے گال پر مسکراہٹ کی وجہ سے گڑھا موجود تھا۔

"میرا کام ہے وہ بھی جان ہی نہیں پائے گا کہ کس نے کیا ہے۔" عبداللہ نے جواباً کہا۔

"ٹھیک ہے کام کر لینا۔" وہ مسرور سی مسکراتے ہوئے بولی۔

"آمنہ پر میرے کچھ پرانے قرض ہیں یہ میرا قرض چکانے کا وقت ہے۔" وہ کمینگی سے بولا تھا۔

"تمہیں میرے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟؟؟" عبداللہ نے سوال کیا۔

"دوست کے دشمنوں پر بھی نظر رکھنی پڑتی ہے مشکل میں کام آتے ہیں۔" اس نے بند آنکھیں کھولیں تھیں۔ سیاہ آنکھوں میں شیطانیت تھی۔

"اس نے مجھے بتایا تھا تمہارے متعلق کہ وہ تم سے کس قدر نفرت کرتی ہے۔" زار نے مسکرا کر بات جاری رکھی۔

"وہ تمہاری نظروں سے ہی تمہاری نیت جان گئی تھی عبداللہ زاہد۔ عورت کی

نظر میں یہ طاقت ہے کہ وہ سامنے والوں کی نظروں سے ہی انسان کی نیت

پہچان لیتی ہے۔ تمہیں بھی پہچان گئی تھی اور ایس آلویز اس نے مجھے بتایا تھا۔

بھلا دوستوں سے کوئی بات چھپائی جاتی ہے؟؟؟" وہ کہہ کر ہنسی تھی۔

اس وقت موبائل کے آر پار دو شیطانی قہقہے گونج رہے تھے۔

انسان کے دوست سے بڑا اسکا دشمن کوئی نہیں۔

مخلص دوستیاں محض افسانوں اور کہانیوں میں ہی دکھائی جاتی ہیں۔ درحقیقت دوست آستین کا سانپ بننے میں دیر نہیں لگاتے۔

اسی لیے کہا جاتا ہے اچھے دوست قسمت سے ملتے ہیں سوچو جو کبھی تمہیں مخلص دوست نہ ملیں یا نہ ملتے تو زندگی کیا تھی؟؟ سوچو جو تمہاری زندگی میں دوست ہی نہ ہوتے تو تمہاری زندگی کیا تھی؟؟ مخلص دوست پاناخوش قسمتی نہیں بہت زیادہ خوش قسمتی ہے۔

وہ اس وقت پاؤں تک آتی سرخ رنگ کی قمیض میں ملبوس تھی۔ بال ہمیشہ کی طرح کھلے تھے۔ دو بٹاگلے کے دونوں جانب جھول رہا تھا۔ وہ باوقار چال چلتی ان گول سیڑھیوں کی جانب بڑھی تھی۔ چلتے وقت اسکی سرخ ہیل کی ٹک ٹک اس خاموش ماحول میں کسی ساز کی طرح سنائی دے رہی تھی۔

وہ ٹیرس پر پہنچی تھی۔ ٹیرس پر ہلکی سفید روشنی تھی۔ نیچے سے جو روشنی آرہی تھی وہ منظر کو کافی حد تک واضح کر رہی تھی۔ وہ سامنے کھڑا سگریٹ پھونک رہا تھا۔ گول گلے والی سفید شرٹ پہنے وہ نیچے کی جانب دیکھ رہا تھا۔ اسکا قد بہت لمبا تھا۔ سیاہ کھنگریالے بال بکھرے تھے۔ وہ ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے خاموش کھڑا تھا۔

"حزیفہ۔۔۔" کسی نے اسے پکارا تھا۔ وہ ہنوز نیچے دیکھتا رہا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو سب نیچے ویٹ کر رہے تھے تمہارا تم آئے نہیں۔" وہ اسکے قریب کھڑے ہو کر آہستگی سے بولی۔

"کسی کو میرا انتظار نہیں تھا جانتا ہوں۔" اس نے ایک مرتبہ بھی ساتھ کھڑی زار پر نظر نہیں ڈالی تھی۔

"میں کر رہی تھی حریفہ۔" زار آہستگی سے بولی۔

حریفہ کامنہ کی جانب جاتا ہاتھ لمحے بھر کو رکا۔ اس نے مڑ کر ساتھ کھڑی زار کو دیکھا۔ وہ آنکھوں میں بے پناہ معصومیت لیے اسے دیکھ رہی تھی۔ سیاہ آنکھوں پر لگا ہلکا لائٹ اسکی آنکھوں کو کچھ معصوم سا بناتا تھا۔ نیچے سے آتی روشنی اسکے چہرے پر پڑی تھی۔ حریفہ اسے دیکھے گیا۔ نظر ہٹائے بغیر کچھ کہے بغیر۔ وہ ہلکا سا مسکرائی تھی۔ اسکے گول چہرے پر پڑنے والے گڑھے نے حریفہ کو پہلی بار اپنی جانب کھینچا تھا۔ حریفہ نے سگریٹ وہیں پھینک دیا۔ وہ دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ڈالے پورا اسکی جانب گھوما تھا۔

"تم کر سکتی ہو میرا انتظار میں مانتا ہوں۔" حریفہ ہلکا سا مسکرایا۔ وہ پچھلے چند دنوں میں پہلی بار مسکرایا تھا۔

"تو آ جاتے میں کب سے ویٹ کر رہی تھی۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"میں سب کے ساتھ نہیں بیٹھنا چاہتا۔" وہ پیروں سے سگریٹ کو مسلتے ہوئے نظریں جھکا کر بولا۔



"وہی سوال جواب وہی طعنے وہی باتیں سن سن کر کان پک گئے ہیں۔" وہ حنفی سے ہنساتھا۔

"یقیناً تم بھی وہی کہنے آئی ہو گی۔" وہ کہہ کر ایک بار پھر اسکی جانب مڑا تھا۔ وہ بار بار نہ چاہتے ہوئے بھی اسکی جانب نظر اٹھاتا اور پھر نظر ہٹانا بھول جاتا۔  
"میں ایسا کچھ کہنے نہیں آئی۔ تم نے سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہو گا کوئی چھوٹے بچے تو نہیں ہو۔" وہ منہ کے زاویے بنائے بولی۔ آہ یہ لڑکیوں کی معصوم بننے کی عادت۔

"کوئی نہیں سمجھتا، سب کو میں غلط لگتا ہوں۔" وہ تلخی سے ہنساتھا۔  
"آئی ٹرسٹ یو حریفہ تم اس سوچ کو ذہن سے نکال دو کہ تم نے غلط کیا بس جو ہو گیا سو گیا ناؤ موو آن۔" اس نے کہتے ہوئے اپنا نازک ہاتھ حریفہ کے کندھے پر رکھا۔ حریفہ نوٹس لیے بغیر اسکی جانب مڑا۔ چند لمحے دونوں کی نظریں ملی رہیں۔ حریفہ نے مسکرا کر سر اثبات میں ہالیا۔

سامنے کے گھر میں سے کسی نے یہ منظر دیکھا تھا۔ اپنے کمرے میں موجود آمنہ سلطان کو اپنا وجود دھواں دھواں ہوتا محسوس ہوا۔ اسے انکی باتیں اور چہرے واضح نہ دکھائی دے رہے تھے مگر وہ جانتی تھی وہ کون ہیں اور وہ سمجھ گئی تھی کہ حریفہ علی جس نے آج تک سلام کے بعد زارا حیدر سے کوئی بات نہ کی تھی آج تنہائی میں کھڑا اس سے باتیں کر رہا تھا تو اسکی کیا وجہ تھی۔ کمرے کی لائٹس

آف ہونے کی وجہ سے سامنے سے وہ دکھائی نہ دیتی مگر اپنے کمرے میں موجود شیشے کی بڑی کھڑکی سے وہ منظر واضح تھا۔ آمنہ کی آنکھ سے آنسو پھسلا تھا۔ اس نے تیش سے پردہ آگے کیا۔

"بھاڑ میں جائے مجھے کیا ہے جس مرضی سے بات کرے شادی کرے جو مرضی کرے۔" وہ آنکھیں رگڑتے ہوئے ہمکلامی کرتے ہوئے بولی۔ اسکے دل پر کتنا بوجھ آن پڑا تھا وہ جانتی تھی۔ وہ کسی مرد کے لیے اپنی ذات دو ٹکے کی نہیں کر سکتی تھی مگر وہ حریفہ علی تھا وہ واحد شخص جسکے ساتھ کی تمنا آمنہ سلطان نے کی تھی۔ اب وہ کیسے برداشت کر سکتی تھی اس شخص کا کسی اور کا ہونا۔

\*\*\*

اس عالیشان محل کی دیواریں خاموش کھڑیں تھیں۔ تانیہ قدم قدم چلتی اندر پہنچی تھی۔ دروازہ پار کرنے پر اسے ٹی وی لاؤنج میں فریال بیٹھی دیکھائی دیں۔ وہ انکے قریب آئی۔ وہ ہلکے گلابی لباس میں ملبوس تھی۔ دو بٹہ سر پر نفاست سے رکھا ہوا تھا۔

"کیسی ہیں چچی؟؟؟" وہ انکے قریب صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔  
"اللہ کا شکر بچے تم کیسی ہو؟؟؟" ان نے مسکرا کر پوچھا۔ انکی آنکھیں بالکل آمنہ جیسی تھی۔ بھرے بھرے گال مسکرا نے پر خوبصورت لگتے۔

"میں بھی بالکل ٹھیک۔ آمنہ کہاں ہے؟؟" اس نے پوچھا۔

"آمنہ گھر نہیں ہے آج۔" ان نے نظریں ٹی وی پر مرکوز رکھے جواب دیا۔

"آج تو یونیورسٹی بھی نہیں ہے پھر کہاں ہے؟؟" تانیہ نے پوچھا۔

"وہ خالہ کے گھر گئی ہے۔" فریال نے جواب دیا۔

"نگینہ آنٹی کے گھر؟؟" تانیہ نے پوچھا۔

"نہیں وہ علیشہ کے گھر ہے۔" ان نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"آمنہ کراچی گئی ہے؟؟" تانیہ نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔" فریال نے کہا۔

چند پل خاموشی کا راج رہا۔ کسی نے بھے کچھ کہنے سے گریز کیا۔

"کب واپس آئے گی؟" تانیہ نے پوچھا۔

"وہ یہاں نہیں رہنا چاہتی تانیہ۔" فریال نے دکھی لہجے میں کہا۔

"وہ کراچی ہی رہنا چاہتی ہے کچھ عرصہ۔" فریال نے اسے بتایا۔

"کیا مطلب نہیں رہنا چاہتی؟؟ اور کب تک رکنے کا ارادہ ہے اسکا؟؟" تانیہ نے

حیرت سے پوچھا۔

"وہ وہیں کسی یونیورسٹی میں پڑھنا چاہتی ہے اور پڑھائی مکمل کر کے لوٹے گی۔"

فریال نے کہا۔

"وہ ایسا کیسے کر سکتی ہے؟؟" تانیہ نے پریشانی سے کہا۔

"وہ ایسا کر چکی ہے میں سمجھ سکتی ہوں وہ یہاں کیوں نہیں رہ سکتی۔ حریفہ نے کوئی اچھی حرکت نہیں کی۔" فریال دکھی سے بولی۔

تانیہ خاموش ہو گئی۔

"بیٹا اس میں کسی کی غلطی نہیں ہے اور میں یہ نہیں جانتا چاہتی کہ حریفہ نے ایسا کیوں کیا مگر آمنہ کو یہاں آنے پر مجبور نہیں کر سکتی میں۔" فریال بولی۔

تانیہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس کے دل پر یک دم بہت سا بوجھ آن پڑا تھا۔

\*\*\*

سربراہی کرسی پر علی یوسف بیٹھے تھے۔ دائیں جانب تانیہ اور بائیں جانب نازیہ بیگم۔ خاموشی سے کھانا کھایا جا رہا تھا۔ کوئی کسی سے بات کرنے کا خواہشمند نہ تھا۔ ان کے پاس بات کرنے کو کچھ بچا ہی نہ تھا۔

تانیہ کو حریفہ سامنے سے آتا دکھائی دیا۔ وہ کالی شرٹ اور بلو جینز میں ملبوس تھا۔ وہ خاموشی سے ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

وہ آج ناجانے کتنے دنوں بعد اپنے گھر والوں کے ساتھ مل کر بیٹھا تھا۔ آمنہ سے رشتہ توڑنے کے بعد وہ گھر میں کسی کو دکھائی نہ دیتا تھا۔ صبح وہ یونیورسٹی چلا جاتا اور واپس رات میں آتا۔ کوئی اس سے پوچھتا بھی نہ تھا کہ وہ کہاں ہوتا ہے۔ گھر کے اس معصوم، لاڈلے اور سب سے چھوٹے بچے سے آج کل سب کٹ گئے

تھے۔ کوئی اس سے سلام دعا تک نہ کرتا۔ تانیہ کو اس کا احساس تھا۔ وہ اس کے لیے فکر مند تھی مگر حریفہ تانیہ کو کوئی سیدھا جواب ہی نہ دیتا تھا۔

وہ خاموشی سے پلیٹ اپنے سامنے رکھ کر کھانا کھانے لگا۔

"بابا مجھے کچھ بات کرنی ہے۔" حریفہ نے کہا تو سب کا حرکت کرتا ہاتھ رک گیا۔ اب کیا گل کھلانا رہ گیا تھا؟؟؟

علی نے محض ایک نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

بولے کچھ نہیں۔ یہ اشارہ تھا کہ کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔

"میں زار اسے رشتہ کرنا چاہتا ہوں۔" حریفہ نے بے دھڑک انداز میں کہا۔ وہاں موجود ہر شخص کو جھٹکا لگا تھا۔

"کب تک؟؟؟" علی نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا مطلب؟؟؟" حریفہ نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"کب تک رشتہ چلے گا؟؟؟ اب تمہارا ارادہ مجھے بہن کے سامنے ذلیل کروانے کا ہے؟؟؟" علی نے سخت لہجے میں کہا۔ حریفہ نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

"بابا میں زار اسے شادی کرنا چاہتا ہوں اور میں یہ بات آپ کو بتا رہا ہوں۔ اس لیے آپ اپنی مرضی سے کرنا چاہیں تو ضرور ورنہ کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ غصے سے بولا۔

"میرے سامنے تمیز سے بات کیا کرو حریفہ۔ اور کرو جو دل ہے تمہارا میں کون

ہوتا ہوں تمہیں روکنے والا بس خدا را اب مجھے مزید ذلیل مت کروانا میرے خاندان میں۔ "علی بھی غصے سے بولے۔

حزیفہ ہاتھ جھاڑتا اٹھ کھڑا ہوا۔ ٹیبل پر موجود ہر شخص کو حزیفہ کے رویے نے خاصا بے چین کر دیا تھا۔

\*\*\*

علی نے سلطان سے مشورے کے بعد حلیمہ سے زارا کا رشتہ مانگا تھا۔

"میں واری جاؤں۔ ضرور ضرور کیوں نہیں مگر حزیفہ سے رضامندی لے لینا یہ نہ ہو کو مکر جائے۔" حلیمہ نے خوشی سے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں ایسا کچھ نہیں ہوگا۔" سلطان نے جواب دیا تھا۔ علی خاموش تھے۔ وہ حزیفہ کے معاملے میں اب کچھ کہنا نہیں چاہتے تھے۔

\*\*\*

"مشہور ڈیزائنر زارا حیدر نے سوشل میڈیا پر اپنی منگنی کی تصاویر شئیر کر

دیں۔" ٹی وی پر نیوز چل رہی تھی۔ آمنہ بے دلی سے اپنی خالہ کے ساتھ بیٹھی

نوڈلز کھاتے ہوئے ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ ڈھیلے ڈھالے کرتے میں ملبوس وہ

بے زار سی دکھائی دے رہی تھی۔ اسکی خالہ عمر میں کافی بڑی تھیں۔ آنکھوں پر

چکور چشمہ تھا اور چہرے پر جھریاں پڑ چکیں تھیں۔

"زارا کی منگنی انکے کزن حیدر علی سے ہوئی۔ تصاویر میں دیکھا جاسکتا

ہے۔۔۔۔۔"نیوز رپورٹر کہے جا رہی تھی اور آمنہ کو گھر کا چھت خود پہ گرتا محسوس ہو رہا تھا۔

وہ سن و ساکت تھی۔ ٹی وی پر حریفہ کی زارا کے ساتھ ایک ہی تصویر بار بار دکھائی جا رہی تھی۔ آمنہ کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا۔  
"انکے بھی خزانے نہیں ختم ہوتے ایک دن ایک سے منگنی کر دوسرے دن دوسرے سے۔" آمنہ کی خالہ کپڑے پیوند کرتے مصروف سی بولیں۔ آمنہ نے قریب بیٹھی اپنی خالہ کو دیکھا۔ وہ کافی مطمئن تھی۔

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ کب ہوا؟؟؟" آمنہ نے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔  
"لوکل ہی تو بچوں کی منگنی ہوئی ہے۔" وہ مصروف سا بولیں۔ آمنہ کو سہی معنوں میں جھٹکا لگا تھا۔ کسی نے اسے خبر تک نہ دی تھی؟؟ کیا وہ اتنی بے مول ہو گئی تھی؟؟

"آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں خالہ؟؟؟" وہ روتے ہوئے بولی۔  
علیشہ نے پہلی بار نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ آمنہ کی آنکھوں میں کرب اور عزیت انہیں صاف دکھائی دیا تھا۔

"توں نے کیا کرنا تھا؟؟؟" وہ چشمہ ناک پر ٹکا کر بولیں۔  
آمنہ خاموش ہو گئی۔ وہ کیا کرتی؟؟؟ جو ابھی کر رہی ہے وہی ناں؟؟؟  
"پتر وہ تیرے لائق نہیں تھا چھوڑا سے۔ بالکل بھول جاا سے۔ تجھے کوئی غرض

نہیں ہونی چاہیے کہ وہ منگنی کرے یا شادی۔ کبھی؟؟؟" آخر میں وہ خاصی اٹاؤں والی زبان میں بولیں۔

آمنہ بے یقینی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ اس نے نوڈلز کا باؤل وہیں رکھا۔ اور اٹھ کر کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ کمرے میں آکر اس نے دروازہ بند کیا اور بیڈ پر بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ سر ہاتھوں میں گرائے وہ بے تحاشہ رہ رہی تھی۔ وہ سب کچھ ہار گئی تھی۔ اسکے پاس کچھ نہ بچا تھا۔ وہ ابھی رو رہی تھی جب قریب پڑا اسکا موبائل بجا۔ شایان اسے کال کر رہا تھا۔ اس نے روتے ہوئے ہی اسکی کال اٹھائی۔

"اسلام و علیکم ہمیشہ کیسی ہیں آپ؟؟؟" وہ شوق لہجے میں بولا۔ آمنہ کی سسکیاں سن کر اپنے آفس میں بیٹھے شایان سلطان کو دنیا گھومتی دکھائی دی۔

"آمنہ؟؟؟ تم رو رہی ہو؟؟؟" شایان نے پوچھا تو آمنہ مزید رو دی۔

"آمنہ کیا ہوا ہے بتاؤ تو۔" وہ پریشانی سے بولا تھا۔

"حزیفہ کی منگنی ہو گئی کسی نے مجھے بتایا تک نہیں۔" وہ روتے ہوئے بولی تو شایان تھوڑا پر سکون ہو گیا۔

"اچھا تم خاموش ہو جاؤ پھر بتاتا ہوں سب۔" شایان نے پیار سے کہا۔

شایان سلطان نے آدھا گھنٹا اپنی بہن کی سسکیاں اور آنسوؤں کس عزیت سے برداشت کی تھیں وہی جانتا تھا۔ وہ اپنی بہن سے بے پناہ محبت کرتا تھا۔ وہ کیسے



اسکے آنسوؤں برداشت کر سکتا تھا؟؟ بل آخر آمنہ خاموش ہوئی۔

"میں نے سب کو منع کیا تھا تمہیں بتانے سے۔"

شایان نے کہا تو آمنہ نے کوئی رد عمل ظاہر نہ کیا۔ وہ قبول کر رہی تھی کہ یہ ہو چکا ہے۔

"تم یہاں آ کر کیا کرتی؟؟ تم وہیں ٹھیک ہو۔ پڑھائی پر دھیان دو حریفہ کو بھول جاؤ بیٹا۔" شایان کے پیار سے کہنے پر آمنہ کا دل بند ہوا تھا۔ وہ جتنا مرضی نرم ہوتا آمنہ کو سمجھنا ضروری تھا وہ اسے کمزور نہیں کر سکتا تھا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں مجھے سمجھنا چاہیے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"بلکل اب پڑھائی پر دھیان دو اور ادھر ادھر کی مت سوچو۔ ٹھیک؟؟" شایان نے اسے سمجھایا۔

"میں اسلا مآباد آنا چاہتی ہوں۔" آمنہ نے بغیر کسی تاثر کے کہا۔

"تم یہاں نہیں آؤ گی۔" شایان نے سنجیدگی سے کہا۔

"آپ ابھی مجھے لینے آئیں گے ورنہ میں خود آ جاؤں گی اور کوئی مجھے روک نہیں سکتا۔" وہ سخت لہجے میں بولی تھی۔ جو ہوا وہ قبول کر چکی تھی۔ مگر اسکی آنکھوں میں کچھ مختلف تاثر تھا۔ نہ غصہ نہ دکھ نہ کرب۔۔۔ کچھ مختلف۔ کچھ بہت

خطرناک۔

"میں جانا چاہتی ہوں کے آخر شایان سلطان کون ہے جس کے کہنے پر میری

دوستیں میری کزنز سب مجھے بھول گئیں۔ کسی نے مجھے بتانے تک کی زحمت نہیں کی۔ "وہ بھنوں میں سکڑے بولی جا رہی تھی۔

"تانیہ کی غلطی نہیں ہے اسے میں نے منع کیا تھا۔" شایان نرمی سے بولا۔  
"آپ کون ہوتے ہیں مجھ سے اتنی بڑی بات چھپانے والے؟؟ آپ نے مجھے اتنا کمزور سمجھ لیا کہ میں اسکی منگنی کا سن کر دکھ نہ ہوں اس لیے آپ میں سے کسی نے بھی نہیں بتایا۔" اسکی آنکھوں میں آنسوؤں کی ہلکی تہ تھی مگر اسکی آنکھوں میں دکھ نہ تھا۔ وہ غصہ تھا۔

"میں آ رہا ہوں تمہیں لینے۔" شایان نے بس اتنا کہا تھا اور کال کاٹ دی۔  
آمنہ نے آنسوؤں صاف کیے مگر وہ دکھی نہیں تھی۔۔۔ وہ انتقام لینا چاہتی تھی۔  
اسکی آنکھوں میں انتقام تھا۔ وہ سب کچھ راہ کر دینا چاہتی تھی۔ اسکا نفس اسے بھڑکار رہا تھا۔

\*\*\*

کبھی کبھار ہم جس کرب سے گزر رہے ہوتے ہیں وہ ہماری تیاری ہوتی ہے کسی بڑی مشکل کا مقابلہ کرنے کی۔ جب راستے کٹھن ہوں اور بوجھ بڑھ جائے تو یاد رکھو اللہ تمہیں تیار کر رہا ہے، اللہ تمہیں مضبوط کر رہا ہے اور وہ تمہیں وجدان کر رہا ہے کسی اچھی خبر کے لیے۔ بس اسکے فیصلے پر یقین رکھو۔

\*\*\*

اسلام آباد کی سڑکوں پر رات کے سائے بڑھ رہے تھے۔ وہ دونوں گاڑی میں بیٹھے خاموشی سے راستہ طے کر رہے تھے۔ آمنہ ویران اور بنجر نگاہوں سے باہر سڑک پر چلتی گاڑیوں کو دیکھ رہی تھی۔

"آمنہ تم تانیہ سے کچھ نہیں کہو گی اسکی کوئی غلطی نہیں ہے۔" سارا راستہ خاموشی سے کٹا تھا۔ اب گھر پہنچنے سے پہلے وہ اسے خبردار کر رہا تھا۔ آمنہ خاموش رہی۔

"ان نے آخر مجھے کیوں نہیں بتایا۔" وہ کھوئے ہوئے انداز میں بولی۔  
"میں نے اسے منع کیا تھا۔" شایان سخت لہجے میں بولا۔

"وہ میری دوست تھی وہ مجھ سے کبھی باتیں نہیں چھپاتی تھی کیا آپ ان کے لیے زیادہ ضروری ہو گئے؟؟ کیا حزیفہ کے بعد وہ مجھے احساس دلارہی ہیں کہ میری کوئی اوقات نہیں ہے؟؟" وہ دکھ سے چور لہجے میں بولی۔  
دوست کا دیا گیا زخم کبھی نہیں بھولتا۔

"دوست تو تمہاری زارا بھی تھی اس نے کیوں نہیں بتایا؟؟" شایان نے پورا بدلا لیا تھا۔

آمنہ خاموش ہو گئی۔ وہ اس دوست کے بارے میں کچھ کہنے کے قابل نہیں رہی تھی جو وقت پڑنے پر اسے دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال چکی تھی۔  
"تانیہ آپ سے یہ توقع نہیں تھی مجھے۔" وہ ایک بار پھر بولی۔

گاڑی گھر کے گیٹ کے سامنے رکی۔ گارڈ نے دروازہ کھولا تو وہ گاڑی گھر کے اندر لے آیا۔ گاڑی اندر آکر ایک جھٹکے سے رکی۔

"وہ تمہاری دوست ہے جو مرضی کہو جو مرضی گلا کرو مجھے فرق نہیں پڑتا مگر وہ میری ذمہ داری ہے اگر اس میں اسکی کوئی غلطی نہیں ہے تو تم اسے کچھ نہیں کہہ سکتی۔" شایان سخت لہجے میں بولا۔ آمنہ حیرت سے اپنے بھائی کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے کبھی آمنہ سے سخت لہجے میں بات نہیں کی تھی پھر آج کیوں؟؟  
آمنہ بے یقینی سے شایان کو دیکھ رہی تھی۔ شایان نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھاما۔  
"تانیہ منگنی میں نہیں آئی تھی۔" شایان نے نرمی سے کہا۔ آمنہ نے حیرت سے شایان کو دیکھا۔

"وہ اس کے حق میں نہیں تھی۔ اس نے تمہارے لیے زارا کو ناراض کر دیا حزیفہ کو ناراض کر دیا۔ مگر میرے کہنے پر اس نے تمہیں نہیں بتایا۔ تمہیں کیا لگتا ہے کسی کو تمہاری پروا نہیں ہے؟؟ حزیفہ کی منگنی میں صرف گھر کے بڑے تھے اور کوئی نہیں۔ چاچا بھی اس پر خوش نہیں تھے مگر یہ سب حزیفہ کی زد کی وجہ سے ہوا ہے" شایان بولا تو بولتا چلا گیا۔ آمنہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا کرے۔

"تم کسی سے کچھ مت کہنا آمنہ سب کو تمہاری فکر ہے۔" وہ پیار سے اسکا ہاتھ تھامے بولا۔

آمنہ نے سر اثبات میں ہلادیا۔ انتقام کی آگ بجھ رہی تھی۔ نفس شدید غصے میں تھا۔ وہ کیا کرتا؟؟؟

انسان کو شیطان بھڑکاتا ہے پھر جب انسان اسکے بہکاوے میں آجائے تو نفس ڈبل وار کرتا ہے۔ لیکن اگر انسان ہر شیطانی سرگوشی سے منہ موڑ لے تو اسکا نفس سرپیٹ لیتا ہے۔

وہ گھر کے اندر داخل ہوئی تو سامنے سلطان اور فریال بیٹھے تھے۔ اسے دیکھ کر ایک دم اٹھ کھڑے ہوئے۔

"میری بچی کیسی ہو؟؟؟" فریال پیار سے اسے گلے لگاتے بولیں۔ آمنہ نے بھی مسکرا کر انہیں گلے لگایا۔

"بلکل ٹھیک ماما۔" وہ انکھیں موندیں اس پیار بھرے لمس کو محسوس کر رہی تھی۔ اسکا سامنا حریفہ سے نہ ہو اس لیے وہ وہاں سے چلی گئی تھی اب اسے احساک ہو رہا تھا کہ اس شخص کی کیا اتنی اوقات تھی کہ وہ اس کے لیے اپنے عزیز رشتوں سے منہ موڑ چکی تھی؟؟؟

فریال سے ملنے کے بعد وہ سلطان کے گلے لگی تھے۔ باپ کے گلے گلنے پر بے اختیار اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے تھے۔ تمام دکھ، عزیتیں اور پچھلے چند دن اسے یاد آئے تھے جو اس نے اپنے خاندان کے بغیر گزارے تھے۔

"کیا ہوا بیٹا؟؟؟" وہ پیار سے اس کے سر پر بوسہ دیتے ہوئے بولے۔

"میں نے آپ کو مس کیا۔" وہ معصومیت سے آنکھیں صاف کرتے ہوئے بولی۔

"کوئی بات نہیں اب آگئی ہونا اب کہیں نہیں جاؤ گی تم۔" وہ پیار سے بولے۔ آمنہ نے تراشبات میں ہلایا۔ پہلے بھی ان نے کس بھاری دل سے اسے بھیجا تھا وہی جانتے تھے۔ انہیں آمنہ کی مینٹل ہیلتھ کی پروا تھی اس لیے ان نے اسے جانے دیا تھا۔

\*\*\*

صبح کی روشنی ان دونوں گھروں پر چھا رہی تھی۔ ہلکی ہلکی پیلی روشنی میں سب کچھ تازہ دم دکھائی دے رہا تھا۔ ایسے میں سیاہ گیٹ کھلا اور کوئی باہر آتا دکھائی دیا تھا۔ مکمل سیاہ ٹریک سوٹ میں ملبوس ہڈی کی ٹوپی سر پر گرائے حریفہ علی جاگنگ کے لیے تیار تھا۔ گیٹ سے باہر آ کر اسکی نظر سامنے سلطان ہاؤس پر پڑی تھی۔ بے اختیار حریفہ کا دل چاہا کہ وہ ایک بار وہاں جائے۔ اسے عجیب طرح کی کشش محسوس ہوئی تھی۔ ابھی وہ کچھ کوچ رہا تھا کہ اوپر والے کمرے کے پردے کسی نے ہٹائے تھے۔ حریفہ کی نظریں یک دم بدل سی گئیں۔ وہ جانتا تھا وہاں کون ہے۔ سامنے ڈھیلی سی قمیض شلوار میں ملبوس آمنہ کھڑی تھی۔ سر پر چادر نما بڑا سادہ وپٹہ تھا شاید اسے وہی قریب پڑا ملا تو اس نے رکھ لیا۔ پردے ہٹانے پر اسکی نظر سامنے اٹک کر رہ گئی۔ حریفہ دونوں ہاتھ جیبوں میں ڈالے

گردن اٹھائے اسے دیکھ رہا تھا۔ آمنہ کا دل تیزی سے دھڑکا تھا۔ وہ شل سی کھڑی تھی۔ کتنے دنوں بعد وہ اسے دیکھ رہی تھی۔ چند لمحے وہ بھول گئی کہ حریفہ کی منگنی۔۔۔۔۔

آہ کیا یاد آ گیا تھا۔ یاد آنے پر پچھلے سارے منظر آمنہ کی آنکھوں کے آگے گھوم گئے۔ آمنہ نے کرب سے آنکھیں میچ لیں پھر غصے سے پردہ واپس آگے کر دیا۔ حریفہ کی نظریں ہنوز ویسی ہی تھیں۔ نفرت سے لبریز۔ اسکی آنکھوں میں آمنہ کے قریب ہونے کے تصور سے ہی نفرت بھر جاتی تھی۔ اس نے غصے سے ایک بار اوپر کی جانب دیکھا پھر سر جھٹک کر جاگنگ کے لیے نکل پڑا۔

ناجانے کتنی دیر وہ پوری رفتار سے بھاگتا رہا تھا۔ دل و دماغ میں عجیب جنگ چل رہی تھی۔ دماغ یہ ماننے کو تیار ہی نہ تھا کہ آمنہ بے قصور ہے۔ بہت مشکل سے اس نے ذہن کو جھٹکا تھا۔ جو ہوا اسے بھلانے کا ارادہ کر لیا۔ گھر پہنچ کر وہ فریش ہوا پھر ناشتے کی ٹیبل پر پہنچا۔ سب گھر والے ناشتہ کر چکے تھے حریفہ کے لیے کوئی انتظار نہ کرتا تھا۔ شاید کسی کو معلوم بھی نہ ہو گا کہ وہ کہاں ہے اور نہ کسی نے یہ جاننے کی کوشش کی تھی۔ ملازمہ نے ناشتہ اسکے سامنے لا کر رکھا۔ اسکا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو چکا تھا یوں اکیلے بیٹھ کر ناشتہ کرنا اسے زہر لگ رہا تھا۔ وہ سب کچھ پرے دکھیل کر اٹھ کھڑا ہوا تھا جب تانیہ سامنے سے آتی دکھائی دی۔ وہ اسے نظر انداز کر کے کچن کی جانب بڑھ گئی۔

"شام کو حلیمہ پھوپھو آرہی جلدی آجانا۔" بے تاثر، اجنبی لہجہ تھاتانیہ کا۔

"یہ بات آپ مجھے دیکھ کر بتا سکتی ہیں آپ۔" نرم، معصوم سا لہجہ۔

"تمہیں دیکھ کر کہوں یا نہ کہوں بات بتانی تھی سن لی ناں؟؟" سخت لہجے میں بولی تھی۔

"آپی پلیر آپ تو یوں مت کہیں ناں۔ آپ تو سمجھیں مجھے۔" وہ منت بھرے لہجے میں بولا تھا۔

"میں سب سمجھتی ہوں حزیفہ مگر شاید تم نہیں سمجھے اور تم نے کوشش بھی نہیں کی۔ تمہیں ہر چیز کو سمجھنا چاہیے تھا۔" وہ ایک بار پھر بے تاثر لہجے میں بولی۔ اس کے لہجے سے کچھ بھی جاننا ممکن تھا۔

"میں نے کچھ غلط نہیں کیا جو کیا صحیح کیا۔" حزیفہ کا نرم لہجہ غائب ہوا تھا۔

"ٹھیک ہے پھر جو تمہارے ساتھ ہو رہا ہے وہ بھی بالکل ٹھیک ہے۔" وہ اتنا کہہ کر کام میں مصروف ہو گئی۔ اور ملازموں کو ہدایت کرنے لگی۔

حزیفہ نے غصے سے مٹھیاں بھیجنے لیں۔

\*\*\*

شام کے سائے ہر سو پھیل رہے تھے۔ ایسے میں علی ہاؤس کے گھر کی روشنیاں جل رہی تھیں۔ تمام لوگ حال میں بیٹھے تھے۔ علی یوسف کی فیملی کے ساتھ سلطان یوسف اور انکی زوجہ بھی موجود تھے۔



"اگلے مہینے کی کوئی مناسب تاریخ طے کر لیں۔" سلطان کی سنجیدہ آواز کمرے میں گونجی تھی۔

"تانیہ کی مرضی ہم نے پوچھ لی ہے اسے کوئی مسئلہ نہیں ہے اور دوسے تین سال بعد حزیفہ کی بھی شادی کے بارے میں سوچیں گے۔" علی نے کہا۔

سب کی رضامندی سے تانیہ اور شایان کی شادی کی تاریخ طے کی گئی۔ گھر میں خاصی چہل پہل شروع تھی۔ شادی میں زیادہ دن نہ تھے سوہر جانب شادی کی تیاریوں کی گونج تھی۔ سارے علی ہاؤس میں قہقہے، خوشیاں اور رونقیں تھیں ایسے میں ایک کمرے میں مدھم بتی جل رہی تھی۔ کھڑکیوں کے آگے پردے گرے تھے۔ وہ بیڈ کے قریب فرش پر بے سدھ سا بیٹھا تھا۔ بال بکھرے تھے اور وہ بنا آستین کی شرٹ میں ملبوس بیڈ سے سرٹکائے بیٹھا تھا۔ اسکی کثرتی بازو بہت نمایاں ہو رہی تھیں۔ اسکے ہاتھوں پر ابھری نبضیں اسکے ہاتھوں کو بلا کا پرکشش بنا رہیں تھیں۔

کمرے میں جلتی مدھم سفید روشنی میں اسکی سنہری آنکھوں میں چھائی تکلیف اور عزیت واضح تھی۔ وہ گھر کا لاڈلا کلوتا بیٹا آج اپنے کمرے میں بند تھا جسکی کسی کو پرواہ تک نہ تھی۔ ایک دن تھا وہ گھر میں ہر خوشی کا باعث تھا۔ اسکا حس مزاح بہت اچھا تھا جسکی وجہ سے اسے ہر کوئی پسند کرتا تھا۔ مگر آج اسکی بہن کی شادی کی تیاریاں ہو رہیں تھیں اور کسی کو خیال تک نہ تھا کہ وہ کہاں ہے۔ اگر وہ

باہر جاتا تو ہر کوئی اس سے منہ پھیر لیتا۔ اس عزیت سے اچھا تھا وہ تنہائی کی عزیت برداشت کر لے۔

مگر تنہائی کی عزیت ہر دکھ پر بھاری ہے۔

وہ آنکھیں موندیں نا جانے کس خیال میں تھا۔

اس نے کسی خیال سے چونک کر آنکھیں کھولیں تھیں۔ وہ کسی سحر کے زیر اثر کھڑکی کی جانب بڑھا تھا۔ اس نے کھڑکی پر گرے پردے ہٹائے تھے۔ سامنے ہی اسکا کمرہ تھا۔ اس کی نظریں سامنے اٹک کر رہ گئیں۔ وہ سامنے کھڑی تھی۔ پردے ہٹائے کمرے کی لائٹس بند کیے وہ بھی سامنے موجود کمرے کو دیکھ رہی تھی۔ باہر ہر جانب روشنی کے باعث وہ صاف دکھائی دے رہی تھی۔ ہمیشہ کی طرح سادہ سے قمیض شلوار میں ملبوس سر پر چادر کیے وہ اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ دونوں اپنی جگہ سے ہل نہ پائے۔

"آمنہ۔۔۔" اس نے نرمی سے اسے پکارا یوں جیسے وہ اسے سن رہی ہو۔ یوں جیسے وہ اسے جواب دے گی۔ بے اختیار اسکی آنکھ سے ایک آنسو اُسکے گال پر آگرا تھا۔ آمنہ ہنوز ایسے ہی کھڑی رہی۔

حزیفہ نے چونک کر اپنے گال پر موجود آنسو کو اپنی انگلی کی پوروں سے چھوا تھا۔ وہ حیران ہوا۔ اس نے ایسے ہی اپنا ہاتھ سامنے رکھے آمنہ کو دیکھا۔  
حزیفہ نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔

وہ سامنے نہ بھی وہ جا چکی تھی۔ حریفہ نے تیش سے پردے آگے کیے۔ وہ آخر خود کو کیا سمجھتی تھی؟؟ حریفہ کے سر میں درد کی ٹیسیں اٹھیں اس نے اپنے انگلی کی پوروں سے کنپٹی کو مسلا۔ اس نے بیڈ کے قریب پڑے ٹیبل پر سے نیند کی گولیوں کی ڈبی اٹھائی اور دو گولیاں کھا کر وہ بیڈ پر ڈھے سا گیا۔ دکھ بڑھ چکا تھا۔ عزیت بے تحاشہ تھی۔ دل پر بوجھ بے انتہا تھا۔ وہ آخر خوش کیوں نہ تھا؟؟ سب ویسا ہوا جیسا اس نے چاہا۔ پھر؟؟ پھر یہ عزیت یہ پریشانی کیوں؟؟ کیوں اسے سکون حاصل نہ تھا؟؟ اس کے کمرے میں موجود الماری میں جائے نماز لپٹی پڑی تھی۔ الماری کے اوپر والے خانے میں قرآن پاک موجود تھا۔ ناجانے کمرے میں موجود شخص نے وہاں رجوع کیوں نہ کیا؟؟ آخر اتنے دن بیت گئے تھے بے سکونی کے۔ اسے ایک بار محض ایک بار وہاں رجوع کرنا تھا مگر وہ کان اور آنکھیں بند کیے ہوئے تھا۔ کیوں اسے اللہ کا خیال نہ آیا؟؟ کیوں اس نے اس ذات سے سکون کی طلب نہ کیا؟؟ کیوں؟؟ قریب کھڑا اس کا نفس قہقہے لگا رہا تھا۔ اس کا وار خالی نہ گیا تھا۔ وہ کامیاب ٹھہرا تھا۔ اور سامنے بیڈ پر پڑا وجود ہار گیا تھا۔ اللہ کے سامنے وہ بے مول ہو چکا تھا۔

\*\*\*

اس گھر میں اگلے چند دن کسی کے لیے خوشی، کسی کے لیے بے چینی، کسی کے لیے ذمیداری میں گزرے تھے۔ مگر وہ ایک شخص تھا جس کے دن بے سکونی،

دکھ، اور عزیت میں گزرے تھے۔ اسکی بہن کی شادی تھی۔ وہ جس سے وہ بے  
انتہا پیار کرتا تھا مگر سب اس سے آنکھیں پھیر چکے تھے۔ وہ روز سر درد کے  
ساتھ نیند کی دواؤں کا عادی ہو چکا تھا۔ اسے دیکھ کر یہ خیال تک نہ آتا کہ یہ وہی  
چند ماہ پہلے حریفہ ہے۔

دکھ انسان کو وقت سے پہلے میچور کر دیتے ہیں۔

رات ہر سو چھائی ہوئی ہوئی تھی۔ ہر جانب گھپ اندھیرا تھا۔ کہیں کتے کے  
بھونکنے کی آوازیں اور کہیں کیڑے مکوڑوں کی بھنبھناہٹ ماحول کو پر اسرار بنا  
رہی تھی۔ کافی رات گزر چکی تھی۔ سلطان ہاؤس میں مکمل خاموشی کا راج تھا۔  
سب اپنے اپنے کمروں میں بند تھے۔ کسی کا حیولہ سا باہر لان میں چلتا دکھائی دیا۔  
گھر کی تمام بتیاں بند تھیں صرف باہر کے گیٹ پر لگایا گیا روشن تھا۔ یہ گھر کا  
پچھلا لان تھا اس وجہ سے یہاں مکمل اندھیرا تھا۔ مگر چاند کی روشنی اندھیرے کو  
چیرتی ہوئی ہر جانب پھیل چکی تھی۔ مکمل چاند کی روشنی میں وہ ادھوری تھی۔  
جینز کے ٹرؤز پر کھلی سی شرٹ پہنے آمنہ لان میں موجود تھی۔ نیند اسکی  
آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ وہ چاند پر نظریں جمائے منجمد تھی۔ اچانک  
اسے کوئی آواز آئی۔ اسکے کان کھڑے ہو گئے۔ رات کے اک پہر گیٹ پر کون  
تھا؟؟ آہہ شایان ابھی تک نہیں لوٹا تھا۔ اسے خیال آیا۔ پہلے گیٹ کھلنے پھر  
گاڑی اندر آنے کی آواز آئی۔ وہ بھی چلتی ہوئی اندر آئی۔ شایان سیڑھیوں کے

قریب تھا جب آمنہ نے اسے پکارا۔

"اتنے لیٹ کیوں آئے ہیں آج؟؟؟" آمنہ کی آواز پر اسکے قدم رک گئے۔ وہ بالکل ساکت ہو گیا۔ اسکی گہری نیلی آنکھوں میں واضح جھنجھلاہٹ تھی۔

"کام تھا۔" وہ بغیر پلٹے بولا اور اوپر کی جانب بڑھ گیا۔ آمنہ نے بھی اسکی تقلید میں قدم بڑھائے۔ وہ کمرے میں پہنچ کر دروازہ بند کرنے والا تھا جب سامنے آمنہ کو کھڑے دیکھا۔ آمنہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ شایان نے دروازے پر سے ہاتھ ہٹا دیے اور ٹھنڈی سانس خارج کی۔

"بھائی۔۔۔" آمنہ کی آنکھوں میں آنسوؤں تھے۔ وہ سن و ساکت سی کھڑی تھی۔

شایان نے سیاہ پینٹ پر سفید شرٹ زیب تن کر رکھی تھی۔ اسکی سفید شرٹ پر جگہ جگہ سرخ خون کے نشانات تھے۔ کچھ خون کی چھینٹیں اسکی گردن پر بھی موجود تھیں۔

"آپ کہاں سے آرہے ہیں بھائی؟؟؟" وہ دروازے میں ہی کھڑی گھبرائی ہوئی سی بولی۔

شایان نے خاموشی سے گھڑی اتار کر ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی اور آمنہ کی جانب مڑا۔

"اس نے غلط کیا تھا اسے سزا دینا میرا حق تھا۔" وہ کرخت لہجے میں بولا۔ اسکے

لہجے نے آمنہ کا خون مستحجمند کر دیا۔ آمنہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی سی ہوئی۔  
"مار دیا؟؟؟" وہ اندر آتے ہوئے پریشانی سے بولی۔

"امم ہم۔" شایان نے نفی میں سر ہلایا۔ "اتنی آسانی سے نہیں میں نے محض  
اسکی تھوڑی سی پٹائی کی ہے۔" وہ صوفے پر گردن پیچھے کو گرائے بولا۔  
"اس" تھوڑی سی پٹائی کے نشان میں دیکھ سکتی ہوں۔" وہ آنسو صاف  
کرتی اسکے قریب بیٹھ کر بولی۔

شایان ہلکا سا مسکرایا۔  
"تمہیں کیا لگا میں اسے جانے دوں گا؟؟؟" شایان نے مسکرا کر پوچھا۔  
"مارنا حل نہیں تھا اسکا۔" وہ منہ کے زاویے بناتے ہوئے نروٹھے پن سے  
بولی۔

"یہ تو دل کی تسکین کے لیے تھا۔" وہ ہنس کر بولا۔  
"کہاں ہے وہ؟؟؟"

اب کے آمنہ کے لہجے میں بھی نفرت تھی۔  
"جیل میں ہے۔" وہ اپنے بوٹوں کے تسمے کھولتے ہوئے بولا۔  
"آپ نے کیسے کیا؟؟؟" وہ تجسس سے پوچھ رہی تھی۔  
شایان نے مسکرا کر اسے دیکھا۔  
"یہ اتنا مشکل نہیں تھا۔" وہ مسکراتا ہوا بولا۔

وہ شایان سلطان تھا اسے عبداللہ کے بارے میں آمنہ سے پوچھنے کی ضرورت نہ تھی وہ ہر کام کرنا جانتا تھا۔

عبداللہ زاہد کے والد کافی نامی گرامی بزنس مین تھے۔ ان کے انتقال کے بعد عبداللہ نے سارا بزنس سمبھال رکھا تھا۔ اس میں کوئی شک نہ تھا کہ وہ کافی کامیاب بزنس مین تھا۔ اسکے کام کرنے کا انداز منفرد تھا۔ عبداللہ نے اپنے ملک سے باہر بھی اپنے بزنس کو پروموٹ کیا تھا۔ پاکستان میں بھی اسکا بزنس کافی زیادہ تھا۔ مگر شاید وہ پاکستان میں بزنس کو ٹاپ آف دی لسٹ لانا چاہتا تھا سو اس نے پاکستان میں موجود چند اعلیٰ بزنس میگزینز سے پارٹنرشپ کر لی تھی۔ وہ شایان سے انجان نہ تھا دونوں کہیں نہ کہیں ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ مگر عبداللہ اس بات سے انجان تھا کہ شایان سلطان کی جڑیں اس سے زیادہ مضبوط ہیں۔ عبداللہ کافی عرصے سے پاکستان میں بزنس سیٹ آپ کر رہا تھا۔ اسے چند نامی گرامی لوگوں نے پارٹنرشپ کی آفر کی جس میں اسکا بے تحاشہ فائدہ تھا۔ اس نے پارٹنرشپ قبول کر لی۔ اس بات سے انجان کہ وہ شایان سلطان کا گروہ تھا۔ شایان سلطان کی جڑیں اس سے زیادہ مضبوط تھیں۔

بس پھر شایان اور اسکا گروہ ان نے عبداللہ کو کنگال کرنے میں کوئی کثر نہ چھوڑی تھی۔ ان نے عبداللہ کا سارا پیسہ ڈبویا تھا اور اس طرح ڈبویا کہ عبداللہ کرپشن کیس میں جیل کی تازہ ہوا کھا رہا تھا۔ کرپشن کیس جھوٹا نہ تھا۔ عبداللہ

ایک کرپٹ بزنس مین تھا اس لیے آج جیل میں تھا۔ عبداللہ کو لگایہ سب کچھ کرپشن کی وجہ سے ہوا ہے مگر یہ سب شایان سلطان کی وجہ سے ہوا تھا۔ وہ جس جیل میں تھا وہاں کاڈی۔ ایس۔ پی شایان کا کلاس فیلو تھا۔ شایان کے رابطے اور تعلقات ہر جگہ کام آتے تھے۔ موقع کا فائدہ اٹھا کر شایان عبداللہ پر ہاتھ صاف کر آیا تھا۔

"جیل تک ٹھیک تھا مگر آپ کو یوں نہیں کرنا چاہیے تھا۔" آمنہ کا اشارہ مارنے کے طرف تھا۔

"مجھے تم سے امید تھی کہ تم یہ کرو گی مگر تم نے مجھے مایوس کیا۔" وہ ناخوش سا بولا۔

"میں اسے مارتی؟؟؟" اس نے حیرانی سے پوچھا۔  
"تمہیں اسکی جان لے لیننی چاہیے تھی۔" اسکا لہجہ ٹھنڈا تھا۔ سخت چٹان کی مانند۔

"مجھے حیرت ہے تم نے یہ کیوں نہیں کیا تم خاموش کیوں رہیں؟؟؟" شایان اٹھ کر الماری کی جانب بڑھتے ہوئے بولا۔  
"یہ کس نے کیا ہے؟؟؟" وہ کنفیوز سی بولی۔

الماری کھولے کھڑے شایان نے ٹھنڈی سانس خارج کی۔ چھپانے کا فائدہ نہ تھا۔



"زارا نے۔" اور آمنہ کو لگا وہ سانس نہیں لے پائے گی۔ زارا؟؟؟ اسکی دوست  
؟؟؟ اسکی کزن؟؟؟ وہ جس کے ساتھ بچپن سے وہ ہر بات شیر کرتی تھی؟؟؟ آمنہ کا  
سر چکر اگیا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ زارا یوں کر سکتی ہے۔  
شایان پلٹ کر اس تک آیا۔ وہ پنچوں کے بل اسکے سامنے بیٹھ گیا۔ اس نے نرمی  
سے اسکے ہاتھ تھامے۔

"خواہشیں انسان کو انسان نہیں رہنے دیتی۔" وہ نرمی سے بولا۔  
"وہ میری دوست تھی بھائی۔" وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپائے رونے لگی تھی۔ اسکے  
خیال میں زارا نے منگنی بڑوں کی مرضی کی وجہ سے کی تھی مگر آج اسے احساس  
ہوا کہ یہ سب سازش تھی۔

"نہیں تھی۔ دوست کبھی بھی پیٹھ پیچھے وار نہیں کرتے۔ وہ تمہاری دوست  
نہیں تھی تم اسکی دوست تھی۔ تم نے غلط فیصلہ کیا دوستی کرنے میں۔" وہ اسے  
آئینہ دکھا رہا تھا۔

"وہ میری کزن تھی میں کیسے اس پر بھروسہ نہ کرتی؟؟؟" وہ روتے ہوئے بولی۔  
"کزن تھی تو کزن رہنے دیا ہو تا دوست کیوں بنایا؟؟؟" وہ اتنا سچ کیوں بول رہا  
تھا؟؟؟ آمنہ کو تکلیف ہوئی۔

"جو ہوا اسے بھول جاؤ۔ رونے کا فائدہ نہیں ہے۔" وہ پیار سے اسکے آنسوؤں  
صاف کرتے ہوئے بولا۔

"تو میں کیا کروں؟؟ اب میں کچھ نہیں کر سکتی۔" وہ ایک بار پھر روتے ہوئے بولی۔

"Just make them regret"

اس نے سخت لہجے میں کہا۔

مہندی کی رات آپہنچی تھی۔ آمنے سامنے موجود دونوں خوبصورت گھر روشنیوں سے نہائے ہوئے تھے۔ ہر جانب بری قمقمے تھے۔ کہیں ڈھول کی تاپ، کہیں خالص مسکراہٹیں اور کہیں کام میں مصروف لوگ تھے۔ وہ مکمل پیلے پیروں تک آتے فراک میں ملبوس تھی۔ اس وقت وہ اپنے سیاہ لمبے بالوں کو جوڑے کی شکل میں قید کر رہی تھی۔ بالوں کو باندھنے کے بعد اس نے قریب پڑا دوپٹا اٹھایا اور سر پر حجاب کی صورت میں رکھ لیا۔ میک آپ کے نام پر محض مسکارا اور لپ سٹک اسکے چہرے پر تھے۔ اچھے سے حجاب کرنے کے بعد اس نے خود کو آئینے میں دیکھا۔ وہ بلا کی حسین لگ رہی تھی، مگر اسکی آنکھیں ویران تھیں۔ ان میں خالی پن تھا۔ اور اسکے چہرے پر پہلے جیسی مسکراہٹ نہیں تھی۔

"آمنہ تیار ہو گئی؟؟" فریال کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولیں۔ وہ بالکل ہلکے گلابی رنگ کی قمیض شلوار میں ملبوس تھی۔ دوپٹہ سر پر زرا پیچھے کر کے رکھا ہوا تھا۔

"جی ماما بس ہو گئی۔" وہ کندھے پر گلابی کا مدار دوپٹہ رکھتے ہوئے بولی۔  
"ماشا اللہ میری بچی کو نظر نہ لگے کتنی پیاری لگ رہی ہے۔" وہ پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولیں۔

آمنہ ہلکا سا مسکرا دیں۔

"ہنستی رہا کرو بیٹا پیاری لگتی ہو۔" فریال نے پیار سے کہا۔ آمنہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔ فریال اسے باہر آنے کا کہتے ہوئے باہر چلی گئیں۔ وہ یوں ہی کھڑی رہی۔ سن و ساکت۔ اس نے مڑ کر خود کو آئینے میں دیکھا۔ اسکی آنکھوں میں آنسو تھے۔

وہ تو کتنی اچھی تھی۔ ہر وقت مسکرا نے والی۔ ماں، باپ اور بھائی کو ہنسانے والی۔ پھر وہ ایک شخص کے لیے کیوں اس حالت کو پہنچ گئی کہ گھر والے اسکی وجہ سے پریشان رہنے لگے تھے۔

کسی شخص کی اتنی اہمیت نہیں ہونی چاہیے کہ وہ آپ کی مینٹل ہیلتھ خراب کر دے۔

گھر میں ہر جانب شور و غل تھا۔ شایان کے خاندان کے لوگ سلطان ہاؤس میں جمع تھے جبکہ تانیہ کے رشتے دار اور کزنز علی ہاؤس میں۔ شایان کے چہرے پر الگ ہی قسم کا نور تھا۔ خوشی کی وجہ سے اسکی مسکراہٹ سمٹی ہی نہ تھی۔  
فنگشن کی ساری تیاری علی ہوسف کے گھر کی گئی تھی۔ سب لوگ تیار ہو کر علی

ہاؤس آئے۔ شایان نے سبز رنگ کی قمیض اور شلوار پہن رکھا تھا اور ساتھ کڈھائی والی جیکٹ زیب تن کر رکھی تھی۔ وہ مسکراتا ہوا سب سے آگے چل رہا تھا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی سامنے کافی لڑکیاں موبتی کی پلٹیں اٹھائے کھڑیں تھیں۔ کھلے بال، رنگ برنگ کپڑے، مختلف رنگ وہاں موجود تھے۔ شایان مسکراتا ہوا علی اور نازیہ سے ملا۔

"حزیفہ کہاں ہے؟؟" شایان نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔  
"بس آرہا ہو گا تیار ہو رہا تھا۔" نازیہ نے کہا۔ وہ ہلکے سکین رنگ کے کپڑوں میں ملبوس تھیں جس پر مختلف رنگوں کے پھول بنے تھے۔

شایان نے سر اثبات میں ہلادیا۔ شایان کو سیٹج پر بیٹھا کر سب گھر والے مہمانوں سے ملنے لگے۔ کچھ دیر بعد سامنے سے حزیفہ آتا دکھائی دیا۔ شایان اسے دیکھ کر مسکرایا۔ حزیفہ بے تاثر نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ بغیر کسی کو دیکھے شایان کی جانب بڑھا تھا۔ وہ سیاہ قمیض شلوار پہنے کندھوں پر سفید چادر اوڑھے ہوئے چلتا آیا۔ اسکے بال بکھرے تھے، آنکھیں ویران تھیں۔ وہ چلتا جا رہا تھا جب قریب سے کسی کے قہقہے کی گونج اسکے کانوں میں پڑی۔ حزیفہ کے قدم رک گئے۔ وہ شایان کو دیکھتا رہا اور شایان اسے۔ حزیفہ کی نظروں میں کچھ بدلا تھا۔ اسکی آنکھوں میں غصہ شایان نے بخوبی دیکھا تھا۔ آمنہ حزیفہ کی جانب پیٹھ کیے کسی بات پر ہنس رہی تھی۔

آخر وہ اس سے اتنی نفرت کیوں کرنے لگا تھا؟؟ کیا وہ اتنی نفرت کے قابل تھی؟؟ اگر آمنہ نے غلط کیا تو کیا اس کا حق نہ تھا کہ اسے ایک موقع دیا جائے؟؟ حریفہ کا رویہ سمجھ سے باہر تھا۔

اس کی نظریں ویسی ہی رہیں وہ چلتا ہوا شایان کے قریب آیا۔ شایان مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ حریفہ کافی سنجیدگی سے اس سے ملا۔ شایان نے سلام کے بعد حال احوال پوچھا۔ حریفہ سنجیدگی سے جواب دیتا رہا۔  
"یہ کیا حالت بنا رکھی ہے؟؟" شایان نے اس کے بکھرے حلیے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کسی کو فرق نہیں پڑتا مجھے بھی نہیں کے میں کیسا دکھ رہا ہوں۔ اور کسی کو فرق پڑھنا بھی نہیں چاہیے۔" حریفہ سنجیدگی سے بولا۔  
"جو ہوا اسے بھول جاؤ حریفہ۔ ٹھیک ہے کسی نے تمہاری مرضی نہیں پوچھی تھی پہلے مگر سب کے ساتھ یہ رویہ رکھنا غلط بات ہے۔" شایان نے نرمی سے سمجھایا۔

"میری مرضی کیا تھی آپ جانتے ہیں بھائی۔" اسکی آواز میں کرب تھا۔  
"میں آمنہ سے محبت کرتا تھا۔" اسکی آنکھوں سے آنسوؤں کیوں نکلے؟؟ وہ نہیں جانتا تھا۔

"مگر میں نے کبھی نہیں سوچا تھا آمنہ ایسی حرکت کرے گی۔" اس نے آنکھیں

صاف کرتے ہوئے کہا۔

کانچ سی نیلی آنکھوں میں یک دم غصہ امنڈ آیا۔

"میری بہن کے بارے میں بات کرنے کا حق نہ تمہیں تھا اور نہ ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ تم اتنے چھوٹے، معصوم سے بچے تھے کہ تمہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا کہ یہ سازش ہے۔ میں تمہاری نادانی سمجھ کر معاف کر دیا۔" شایان نے سخت لہجے میں کہا۔

"کسی کو میرا یقین کیوں نہیں ہے؟؟؟" وہ اب تک نرم لہجے میں بات کر رہا تھا۔ اس کے دل کا کرب اسکی آواز میں جھلک رہا تھا۔

"تمہیں خود پر یقین ہے؟؟؟" شایان نے کہا تو حریفہ سن ہو گیا۔

وہ ساکت و بے تاثر نظروں سے شایان کو دیکھتا رہا۔ ہاں اسے خود پر یقین نہیں تھا۔ ہاں وہ آمنہ کو بے قصور سمجھتا تھا۔ اسکا دل چیخ چیخ کر کہتا رہا کہ آمنہ بے قصور ہے۔ حریفہ کے دل نے آمنہ کی پاک دامن کی گواہی دی تھی۔ مگر کیوں؟؟؟

کیوں وہ اس سے نفرت کرنے لگا تھا؟؟؟ آخر کیوں؟؟؟  
اس کے سر میں درد کی ٹیسیں اٹھیں تھیں۔

وہ بغیر کسی کو دیکھے اندر کی جانب بڑھ گیا۔ آمنہ نے اسے جاتا دیکھا تھا۔ اس نے تاسف سے سر نفی میں ہلایا اور ٹھنڈی سانس خارج کی۔

اس دنیا میں ٹوٹے دل والی عورت سے مضبوط کوئی نہیں ہے۔

وہ بھی مضبوط ہو چکی تھی۔ اب اسکے لیے اپنے خوشی، اپنے ماں باپ کی خوشی اور انکا سکون واعظمنان معنی رکھتا تھا نہ کے ایسا شخص جو اسے پیچ راستے میں چھوڑ چکا تھا۔ وہ حریفہ کے معاملے میں اپنی آنکھیں بند کر چکی تھی۔ یہ اسکی سب سے بڑی جیت تھی۔

\*\*\*

"اما۔۔۔" وہ مہندی کی دلہن کے روپ میں بیٹھی تھی جب سامنے سے نازیہ کو آتے دیکھا۔ سبز لہنگے اور شرٹ پر پنک دوپٹہ سر پر نفاست سے سیٹ کیا گیا تھا۔ مہندی کی دلہن کے مطابق بالکل ہلکا میک آپ کر رکھا تھا۔ واللہ آج شایان سلطان دیوانہ بننے والا تھا۔

"ماشاء اللہ میری پیاری بچی اللہ بری نظر سے بچائے۔" وہ پیار سے اسکا ماتھا چومتے ہوئے بولیں۔

تانیہ مسکرا دی۔

"اما۔۔۔" اس نے ایک بار پھر پکارا۔

"جی میرا بچہ۔" وہ پیار سے اسکے قریب بیٹھتے ہوئے بولیں۔ کمرے میں اور بھی چند لڑکیاں تھیں۔ وہ شاید تانیہ کی کزنز تھیں جو اسے تیار کرنے کے بعد اب اپنی تیاری میں مصروف تھیں۔ مختلف رنگ کی بولیاں پیچھے سنی جاسکتیں

تھی۔

"حزیفہ کہاں ہے؟؟" تانیہ کی آنکھوں میں نرم تاثر تھا۔

"وہ ایک بار بھی میرے پاس نہیں آیا۔" تانیہ کی آنکھوں میں آنسوؤں جمع ہونے لگے تھے۔

"میں گئی تھی اسے بلانے مگر وہ باہر شایان کے پاس تھا سو چاہے میں آجائے گا۔" نازیہ نے اسے کہا۔

"ناجانے حزیفہ کو کیا ہو گیا ہے؟؟" تانیہ پریشانی سے بولیں۔

"اللہ میرے بچوں پر رحم کرے۔ میں حزیفہ کے لیے بہت پریشان ہوتانیہ۔" انکے لہجے میں دکھ تھا۔

"میں نے کئی دنوں سے اسے جی بھر کے دیکھا بھی نہیں ہے۔ ہمارے ساتھ تو

اٹھنا بیٹھنا ہی چھوڑ دیا ہے اس نے۔ اور ساتھ ہوتا ہے تو پھر کوئی ایسی بات کرتا ہے کہ لڑائی ہو جاتی ہے۔" وہ اپنی بیٹی کے سامنے اپنا دکھ بیان کر رہی تھیں۔

"آپ اسے بھیجیں میرے پاس میں بات کرتی ہوں۔" تانیہ نے نرمی سے انکا

ہاتھ تھام کر کہا۔ وہ ثرا ثبات میں ہلا کر وہاں سے چلیں گئیں۔ جاتے ہوئے

کمرے میں موجود لڑکیوں کو کمرہ صاف کرنے کا کہنا وہ نہیں بھولیں تھیں۔

اسکے کندھے سے شال غائب تھی۔ وہ متذبذب سا کمرے کے دروازے میں

نظریں جھکائے کھڑا تھا۔



"لڑکیو باہر چلو سب چلو۔" تانیہ کی آواز شور میں سے سنائی دی۔

حزیفہ نے سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا۔ اسکی آنکھوں کا تاثر بدلاتھا۔ اسکی نظروں میں ایک پیار بھرا، ایک نرم سا تاثر تھا۔ وہ بناپلک جھپکائے اسے دیکھتا رہا۔

"کیوں جائے؟؟؟" ایک دہلی پتلی سی لڑکی مسکارا لگاتے ہوئے مسکارا لگاتے ہوئے وہ منہ کے عجیب و غریب ڈیزائن بنا رہی تھی۔

"میرا بھائی آیا ہے مجھ سے ملنے ہمیں پرانیو سی چاہیے یار۔" وہ تھک کر بولی۔  
"اففف تانیہ کم بولو میک آپ خراب ہو جائے گا۔ اتنا منہ پھاڑ پھاڑ کر کیوں بول رہی ہو؟؟؟" ایک نارمل سی جسامت کی خاتون اسکے قریب آکر بولیں۔ وہ اس سے عمر میں کافی بڑی لگ رہیں تھی۔

"بجود یکھیں ناں حزیفہ آیا ہے اب یہ سب جائیں گی تو وہ آئے گاناں۔" تانیہ روہانسی ہو کر بولی۔

"اچھا اچھا چلو لڑکیو سامان اٹھاؤ اور کمرے کم ہیں جو سب یہیں ٹھوسا جا رہی ہو؟؟؟" شبنم نامی عورت کی کرخت آواز گونجی۔ سب نے بے دلی سے اپنا اپنا سامان اٹھایا اور باہر کی جانب بڑھ گئی۔

انکے کمرے سے جاتے ہی حزیفہ نے قدم اندر کی جانب بڑھائے۔ اس کے اندر آتے ہی تانیہ نے کمرے کا دروازہ بند کیا۔

"حزیفہ۔۔" اس نے پیار سے اسے پکارا۔

"حزیفہ تم مجھ سے ناراض ہو؟؟؟" وہ پیار سے اسکی ٹھوڑی تھامے پوچھ رہی تھی۔

"آپ کتنی حسین لگ رہیں ہیں آپ۔" وہ اسکا سوال نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔ تانیہ بغیر مسکرائے اسے یوں ہی دیکھتی رہی۔

"میں حسین دکھ رہی ہوں مگر میرا دل تم نے جس قدر بے دردی سے توڑا ہے میں آج کے دن بھی مسکرا نہیں سکوں گی حزیفہ۔" وہ دکھ سے بولی۔

"میں نے؟؟؟" حزیفہ نے بھنوسں سکیرٹے ہوئے پوچھا۔ اسکے چہرے پر حیرانی تھی۔

"اور نہیں تو کیا۔ میری شادی ہے اور تم ناجانے کہاں ہوتے ہو۔ ایسے ہوتے ہیں بھائی؟؟؟ بہن کی شادی ہے اور انسٹیڈ آف دیٹ کے تم میرے ساتھ ٹائم سپینڈ کروا نچوائے کرو تم باہر کی خاک چھان رہے ہو۔" وہ غصے سے بولی۔

"مجھے وحشت ہوتی ہے اس ماحول سے آپ۔" اسکا لہجہ سخت تھا۔

"مجھے نہیں پسند کے میں جہاں موجود ہوں اور وہاں آمنہ ہو یا اسکا ذکر ہو۔" وہ اتنا پتھر دل کیوں ہو گیا تھا؟؟؟ اس کی جان سے عزیز بہن کی شادی تھی اور وہ اس کے ساتھ پیار بھرے لمحات بھی بتانا نہیں چاہتا تھا۔

"تو زارا بھی تو یہیں تھیں تم اسکا ذکر کر لیتے۔" تانیہ بھی کڑوے لہجے میں بولی۔

"آپی پلیز زارا کو بیچ میں مت لائیں۔" وہ غصے سے بولا۔

"تم ہر بار، ہر جگہ آمنہ کو بیچ میں لا سکتے ہو تو زارا کیوں نہیں؟؟؟" تانیہ ناچاہتے ہوئے بھے مزید تلخ ہو گئی۔

"اسی لیے نہیں آتا میں اس گھر میں۔ جہاں جاؤ آمنہ۔۔۔ زارا۔۔۔ آمنہ۔۔۔

زارا۔۔۔ میں تنگ آ گیا ہوں اس سب سے۔" وہ غصے سے چیخا تھا۔ اسکی گردن کی نسیں ابھری ہوئی تھیں۔ اس کے سر میں درد کی ایک سخت ٹیس اٹھی تھی۔

"حزیفہ۔۔۔ سب تمہارے لیے پریشان ہیں۔ ماما، بابا دونوں کو تمہاری فکر ہے تم کیوں ایسے کر رہے

ہو؟؟؟" وہ اب کی بار لاچارگی سے بولی۔

"نہیں ہے پرواہ کسی کو میں اتنے دنوں سے بند پڑا ہوں کمرے میں جی رہا ہوں یا مر گیا کسی نے پوچھا تک نہیں اور آپ کہہ رہی ہیں کسی کو میری پرواہ ہے؟؟؟"

وہ تلخی سے بولا تھا۔

"میں ہر روز آتی ہوں حزیفہ تمہارا دروازہ ناک کرتی ہوں تم جواب نہیں دیتے ناشتے سے پہلے چلے جاتے ہو اور رات کو لیٹ آتے ہو اور کمرے میں بند ہو جاتے ہو۔" وہ آنکھوں میں آنسوؤں لیے نرم آواز میں بولی۔

وہ دلہن کے روپ میں سچی لڑکی اپنے بھائی کے ساتھ پیار کے لمحے گزارنا چاہتی تھی مگر وہ شخص بے حس ہو چکا تھا۔ وہ ہر معاملے میں اپنی آنکھیں بند کر چکا تھا۔

"اوہ پلیز آپ جیسے میں جانتا نہیں ہوں نہ کے آپ نے آکر پھر سے وہی لکھتیں کرنی تھیں۔" وہ تنز سے ہنساتھا۔ تانیہ چندپل خاموش کھڑی حیرانی سے اپنے چھوٹے بھائی کے اس روپ کو دیکھتی رہی۔ وہ اتنا بڑا کب ہو گیا تھا؟؟؟  
"جاؤ یہاں سے۔" وہ بجلی سی سخت آواز میں بولی۔ اسکے لہجے میں آگ تھی، غصہ تھا اور غضب تھا۔

"مجھے یہاں اس لیے۔۔۔۔" اسکی بات بیچ میں تھی جب تانیہ غصے سے بولی۔  
"میں نے کہا جاؤ یہاں سے گیٹ لاسٹ۔" وہ غصے سے چیخی تھی۔ حریفہ نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔ وہ انگارہ ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھتا ہوا باہر چلا گیا۔ تانیہ قریب پڑے صوفے پر ڈھے گئی۔ اسکا دل خون کے آنسوؤں رو رہا تھا۔ وہ کم از کم آج کے دن اپنے بھائی کے منہ سے پیار بھرے الفاظ کی توقع کر رہی تھی۔ مگر اسکا وہ بھائی جس کے ساتھ اس نے پچپن گزارا، جوانی گزاری، جسکی ایک چوٹ پر وہ تڑپ جایا کرتی تھی آج اسے دلہن کے روپ میں دیکھنے پر بھی اس نے اپنی بہن سے کچھ پیارا نہ کہا تھا۔

\*\*\*

زارا سیلو لیس پیروں کی چھوتی قمیض میں ملبوس تھی۔ دوپٹہ شاید اسکے ڈریس یا حصہ نہ تھا۔ وہ گہرے، بہت گہرے سبز رنگ کا لباس تھا جو دور سے دیکھنے پر سیاہ محسوس ہوتا۔ قمیض پر کافی نفیس اور ہلکا ڈیزائن موجود تھا۔ وہ اپنی تصویریں لینے

میں مصروف تھی جب اس نے آمنہ کو اس کی جانب آتے دیکھا۔ آمنہ تانیہ کے کمرے کی جانب جا رہی تھی مگر سامنے ہی زارا کو دیکھ کر وہ رک گئی۔ غصے کی ایک لہر اسکے اندر اٹھی تھی۔

"آمنہ۔۔ تم کب آئی۔ اوہ مجھے لگا تم ابھی تک اپنی خالہ کے گھر ہو۔" وہ مسکرا کر انتہائی پیار سے بولی۔

"بھائی کی شادی تھی ظاہر ہے آنا تھا۔" آمنہ بغیر مسکرائے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

"کب آئی ہو؟؟؟" زارا نے ایک بار پھر مسکرا کر سوال کیا۔

"کافی دن گزر گئے ہیں۔" اس نے بغیر کسی تاثر کے کہا۔

"اوہ تو تم کہاں تھی دکھائی نہیں دی۔ یہاں بھی نہیں آئی۔" وہ مسنوی حیرانی سے بولی۔

"میں اپنے گھر تھی۔" وہ بات ختم کرنا چاہتی تھی مگر زارا انا جانے کیا سننا چاہتی تھی۔

"تم مجھ سے ناراض ہو؟؟؟" زارا نے پیار سے پوچھا۔

"ناراض دوستوں سے ہوتے ہیں یا اپنوں سے۔ تم کون ہو؟؟؟" بلا آخر وہ تلخی سے ہنس کر بولی۔

زارا نے غصے سے جبرے دبائے۔

"خیر شاید تم نے سب کچھ ایکسیپٹ کر لیا ہے سو۔۔ ناراض نہیں ہوگی۔ اور مجھے نہیں لگتا تم ناراض ہونے کا حق بھی رکھتی ہو۔" زارا کہاں باز آنے والی تھی۔  
آمنہ زارا کو نظر انداز کر کے آگے بڑھنا چاہتی تھی جب زارا کی آواز آئی۔  
"اسے ہمیشہ سے قیمتی چیزیں پسند تھیں۔ اس لیے اس نے مجھے پسند کیا۔ تم اس کے لیے بے مول تھی۔" زارا آج مکمل آگ لگانے کے موڈ میں تھی۔  
آمنہ مسکرا کر اسکی جانب مڑی۔

"قیمتیں ہمیشہ بکاؤ چیزوں کی ہوتی ہیں۔ تم تھی، میں نہیں۔" وہ سکون نے مسکرا کر بولی۔

"غصے سے زارا کا رنگ سرخ ہو گیا۔

"تمہارے منہ سے یہ بات اچھی نہیں لگتی۔" حریفہ کی آواز پر وہ دونوں دائیں جانب مڑیں جہاں حریفہ کھڑا تھا۔ وہ تانیہ کے کمرے سے آرہا تھا جب اس نے ان دونوں کی باتیں سنیں۔ آمنہ نے سخت نظروں سے اسے گھورا۔

"دیکھو تو کہہ کون رہا ہے کہ وہ بکاؤ نہیں ہے۔" حریفہ اونچی آواز میں بول کر تنز سے ہنسا تھا۔ قریب کھڑی آمنہ کی کچھ کزنز نے حیرت سے آمنہ کو دیکھا۔

"خاموش رہو حریفہ۔" آمنہ غرائی تھی۔ جبکہ زارا مسکرا کر اسے دیکھتی رہی۔

"اوہ ویٹ!! دیکھو میرے پاس اب بھی وہ پیکرز ہیں۔؟ اس نے کہتے ہوئے موبائل سے تصویریں نکال کر اسکی جانب موڑی۔ آمنہ کے پیچھے کھڑی اسکی

کزنز نے سدے سے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔

آمنہ نے آنکھیں میچ لیں۔ ابھی قریب کھڑی لڑکیاں کچھ کہہ رہی تھیں جب کسی نے حریفہ کے ہاتھ سے موبائل لے کر پوری قوت سے دیوار میں دے مارا۔ آمنہ اور زار اسمیت سب نے حیرت سے تانیہ کو دیکھا تھا۔

"اپنی اوقات ہر جگہ دکھانے کا بہت شوق ہے؟؟" تانیہ سر دلچے میں بولی۔  
حریفہ کو ایک بار پھر سے تانیہ پر شدید غصہ آیا مگر وہ خاموش رہا۔

"یہ تم آمنہ کا نہیں اپنا کردار دکھا رہے ہو۔" اس نے حریفہ کو سخت نظروں سے دیکھتے ہوئے آمنہ کا ہاتھ تھاما اور اسے اپنے کمرے کی جانب لے گئی۔  
آمنہ کی کزنز حیرت سے کچھ کہہ رہی تھیں۔ حریفہ غصے سے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا جبکہ زار اکندھے اچکا کر آگے بڑھ گئی۔

\*\*\*

عام دلہنوں کے برعکس اسکے چہرے پر کوئی رونق نہ تھی۔ وہ زبردستی ہلکا سا مسکراتی ہوئی سیٹیج کی جانب بڑھ رہی تھی۔ اسکی ایک جانب آمنہ اور دوسری جانب کوئی اور لڑکی تھی۔

شایان نے نظر اٹھا کر تانیہ کو دیکھا۔ اور اسے لگا اس نے حسن آج دیکھا ہے۔  
اسکی نظریں تانیہ پر اٹک کر رہ گئی تھیں۔

وہ نظریں جھکائے قدم قدم چلتی شایان کے قریب آئی۔ مسکرا کر اسے دیکھا اور

اس کے قریب کھڑی ہو گئی۔ اسکے مسکرا کر دیکھنے پر جیسے شایان ہوش میں آیا۔  
اس نے بھی مسکرا کر اسے دیکھا۔ وہ دونوں سیٹج پر بیٹھے ایک مکمل حسن کی  
مورت لگ رہے تھے۔

شایان سلطان کو ہمیشہ سے اپنی آنکھوں کا رنگ پسند تھا آج اسے ان آنکھوں کی  
بینائی پسند آئی تھی۔ اسکی پسندیدہ عورت اسکی دلہن کے روپ میں اسکے قریب  
تھی۔ کیا اب بھی وہ اپنی بینائی اور قسمت پر رشک نہ کرتا؟؟  
"ایک بات کہہ سکتا ہوں؟؟؟" وہ اشتیاق سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ اس بات  
سے بے پرواہ کہ وہ ہر نظر کا مرکز ہیں۔

"جی کہیں۔" تانیہ نظریں جھکا کر بولی۔ شایان چند پل بھول گیا کہ اسے کیا کہنا  
تھا۔ اس نے کس بات کی اجازت مانگی تھی؟؟  
"تم بہت پیاری لگ رہی ہو۔" نہ کوئی فلمی لائن، نہ کوئی افسانوی تعریف۔ ایک  
عام سا جملہ ادا کیا تھا اس نے۔ مگر اس کے لہجے میں عقیدت تھی، پیار تھا، عشق  
تھا۔ تانیہ بے اختیار مسکرائی تھی۔ اور شایان کا دل چاہا کہ وہ ایک بار پھر اپنی  
بات دہرائے۔

"شکریہ۔" اسکے گال دھکنے لگے تھے۔ کیا اس نے بہت بڑا کمپلیمنٹ دیا تھا؟؟  
وہ سوچ کر رہ گیا۔

مہندی کی رسمیں ادا کی گئی۔ تانیہ اور شایان کے سب کزنز نے انکے قریب بیٹھ



کر رہیں ادا کیں۔ زارا سیج کے سامنے لگی کر سیوں میں سے ایک پر بیٹھی تھی۔ بے پرواہ سی یوں جیسے اسے فرق ہی نہ پڑتا ہو کہ اس کے ارد گرد کیا ہو رہا ہے۔ وہ موبائل میں مصروف رہی۔

رسمیں کرنے کے بعد سب لڑکے لڑکیوں نے مل کر ڈھولک سمبھالی۔ گانوں کی گونج اسکے دماغ میں کسی ہتھوڑے کی مانند لگی تھی۔ وہ اپنے کانوں پر ہاتھ رکھے اندھیرے کمرے میں بیٹھا تھا۔ اسکی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں اور ان میں ہلکی سی نمی بھی تھی۔ ڈھولک کی تاپ اور رنگ برنگ آوازوں اور قہقہوں کے بیچ حریفہ کو دروازہ بجانے کی آواز آئی۔ اس نے ایک دوبار نظر انداز کیا مگر کوئی مسلسل دروازہ بجا رہا تھا۔ وہ غصے سے اٹھ کر دروازے کے جانب بڑھ گیا۔ دروازہ کھولا تو سامنے علی یوسف کھڑے تھے۔ سفید نفیس اور شکن آلود لباس پر بھوری شال اوڑھے۔ وہ دروازہ کھول کر واپس آ کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔ علی بھی اسکے پیچھے آئے۔ وہ اسکے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ آہ پلیر وہ مزید تلخیاں برداشت نہیں کر سکتا تھا اس وقت۔ نہ جانے اب علی کون سی شکایت لیے آئے تھے؟؟

وہ چند پل خاموشی سے نظریں جھکائے بیٹھے حریفہ کو دیکھتے رہے پھر پیار سے اسکے سر پر ہاتھ رکھا۔ نرمی سے اسکے الجھے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔  
"کیا ہوا ہے بیٹا؟؟" ان کے لہجے میں بے پناہ نرمی تھی۔ حریفہ کا دل چاہا وہ انکے

سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ ان سے شکایت کرے، انہیں اپنا دکھ سنائے۔ مگر وہ خاموش رہا۔

"باہر چلو بچے سب تمہارے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔" انکے لہجے میں نرمی تھی۔ حریفہ نے چونک کر انہیں دیکھا۔ وہ اسکی ہر غلطی کو نظر انداز کیے اسکے سامنے کھڑی تھی۔

وہ باپ تھے انہیں شکایت کرنا نہیں آتا تھا انہیں پیار جتنا بھی نہ آتا تھا انہیں محض پیار کرنا آتا تھا۔

ایسا نہ تھا کہ ہر کوئی حریفہ کی غیر موجودگی سے بے گانہ تھا۔ ہر کوئی اسکے مطعلق پوچھ رہا تھا جسکا جواب کسی کے پاس نہ تھا۔

"سب پوچھ رہے ہیں اس لیے باہر جاؤ؟؟ آپ کو فرق نہیں پڑتا؟؟" اسکی آنکھوں میں آنسو تھے۔

علی نے نفی میں سر ہلایا۔

"تم میرے ساتھ باہر چلو میرے شانہ بشانہ چلو میری شخصیت میرے وقار میں

کو میرے جوان بیٹے کی ضرورت ہے۔" وہ چند پل رکے۔ "میرے لیے باہر

چلو بچے۔" وہ اسکے قریب بیٹھ گئے۔ وہ ہمیشہ سے اسے اپنے شانہ بشانہ ہی دیکھنا

چاہتے تھے مگر شاید وہ آج پہلی بار اسکا اظہار کر رہے تھے کیوں کہ آج انہیں اسکی

کمی محسوس ہوئی تھی۔

چندپل دونوں خاموش رہے۔

"میں نے تم پر ایک عمر خرچ کی ہے حریفہ۔" بلا آخر علی نے بولنا شروع کیا۔  
"تم بچپن میں انتہائی شریر تھے تم نہیں جانتے ہم نے تمہیں کہاں کہاں سے بچا کر لایا ہے۔" وہ ہلکا سا ہنسنے لگے۔ انکی ہنسی میں دکھ تھا۔

"تم آج کس راہ پر چل پڑے ہو حریفہ؟؟؟ تم نے جو چاہا میں نے کیا۔ تم سے سوال تک نہیں کیا پھر یہ سب کیوں؟؟ مجھے بتاؤ میرے بچے کہ میں تمہیں اب کیسے بچاؤں؟؟ میں بے بس ہو چکا ہوں۔ ٹھیک ہے میں نے تم پر غصہ کیا مگر کیا وہ میرا حق نہیں تھا؟" وہ اتنی تکلیف دہ بات اتنے مضبوط لہجے میں کیسے کہہ رہے تھے۔

"میں چہنچ کر کے آتا ہوں۔" وہ آنکھیں پونجھتا ہوا الماری کی جانب بڑھ گیا۔  
علی نے مسکرا کر اسے دیکھا اور باہر کی جانب بڑھ گئے۔

حریفہ سفید لباس پر سفید ہی شال اوڑھے باہر آیا۔ بغیر کسی سے بات کیے وہ خاموشی سے ایک جانب بیٹھ گیا۔

تانیہ سمیت آمنہ نے بھی اسے دیکھا تھا مگر دونوں نے نظر انداز کیا۔ زارا اسے دیکھ کر ہلکا سا مسکرائی اور چلتے ہوئے اسکے قریب آئی۔ اسکے سامنے کھڑے ہو کر اس نے ایک نظر آمنہ کو دیکھا۔ آمنہ کسی بات پر مسکراتی ہوئی اسکی جانب متوجہ ہوئی۔ زارا نے ایک تلخ مسکراہٹ اسکی جانب اچھالی اور کندھے اچکا کر

حزیفہ کے قریب موجود جگہ پر بیٹھ گئی۔

آمنہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔ اسکا موڈ پیل بھر میں تبدیل ہوا۔ تانیہ نے نرمی سے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ آمنہ اسکی جانب مڑی تو تانیہ نے مسکرا کر آنکھیں چھپکائیں۔ آمنہ بھی پھیکا سا مسکرا دی۔

مہندی کا فنگشن اختتام کو پہنچا۔ مہمان آہستہ آہستہ رخصت ہو رہے تھے۔ خاندان کی لڑکیاں اور لڑکے ایک بار پھر ڈھولک کے مقابلے کے لیے تیار تھے۔

"اب بس فنگشن ختم ہو گیا۔" شایان کی سنجیدہ آواز گونجی تھی۔  
"رک جاتھوڑی دیر بھائی تیری شادی انجوائے نہیں کریں گے تو کس کی کریں گے؟؟" ایک موٹا تازہ لڑکا جسکا نام حسن تھا لڈو کھاتے ہوئے بولا۔  
"کہہ دیاناں بس۔ رات ہو گئی ہے چلو ختم کرو۔" وہ سیٹج پر بیٹھے ہی بولا تھا۔  
آمنہ بھی شایان اور تانیہ کے قریب بیٹھی تھی۔ حزیفہ اور زارا وہاں موجود نہ تھے۔ گھر کے بڑے مہمانوں کے ساتھ مصروف تھے۔

"یہ شایان بھائی اپنی شادی پر بھی انجوائے نہیں کرنے دے رہے کیسے بورنگ انسان ہیں۔" وہ لڑکی پہلے بولنے والے لڑکے کی جڑواں بہن تھی۔ ویسی جسامت، ویسا حسن۔ جسکا نام پاکیزہ تھا۔

"چلو بھائی شادی ختم۔" ایک لڑکی نے براسا منہ بنا کر شایان کو گھورتے ہوئے

کہا اور ڈھولک کو ایک جانب غصے سے پٹخ دیا۔

"اچھایار کر لو انجوائے یوں گھور و تو مت۔" شایان مسکرا کر اس لڑکی کو دیکھتے ہو ابولا۔ تانیہ نے مڑ کر ایک نظر شایان کو دیکھا۔ شایان کی مسکراہٹ پل بھر میں غائب ہوئی۔

"چاچی پہلے اسی لڑکی کا رشتہ مانگ رہی تھی ناں آپ کے لیے؟" تانیہ کے سنجیدہ لہجے میں شایان کو دن میں تارے دکھائی دینے لگے۔

"اُمم ہاں۔۔۔ مگر۔۔۔ وہ۔۔۔ میں نے منع کر دیا تھا۔ بالکل پسند نہیں ہے یہ مجھے دیکھو کتنا میک آپ تھو پا ہے خدا کی پناہ۔" شایان سلطان خاندان کا سنجیدہ اور سخت مرد اپنی ہونے والے بیوی کے سامنے بالکل کسی معصوم بچے کی طرح گڑ بڑایا تھا۔

"جانتی ہوں۔" تانیہ اتنا کہہ کر سامنے دیکھنے لگی۔

کیا اس نے شایان کی بات کا یقین نہ کیا تھا؟؟ کیا وہ یہ سمجھ رہی تھی کہ شایان کی مرضی سے فریال نے رشتہ مانگا تھا۔

"میرا یقین کرو تانیہ میں نے منع کر دیا تھا۔" شایان خود ہی دلیلیں دینے لگا تھا۔ تانیہ نے ایک نظر شایان کو دیکھا پھر ہنس پڑی۔

"جانتی ہوں۔ بس مجھے یاد نہیں تھا کہ وہ یہی لڑکی ہے یا کوئی اور اس لیے پوچھ رہی تھی۔" تانیہ ہنس کر بولی۔

"اوہ۔۔۔" شایان نے سکھ کا سانس لیا۔ تانیہ اب تک شایان کی حرکت پر دبا دبا سا ہنس رہی تھی۔ شایان بھی خنجل سا ہنس دیا۔

مہندی کی تقریب آخر کو اختتام کو پہنچی سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں بند ہو چکے تھے اور شادی والے گھر میں مکمل خاموشی ہو چکی تھی۔

\*\*\*

بارات کا فنکشن بھی رات کو تھا اس لیے سب لوگ صبح کافی دیر سے اٹھے تھے۔ مگر شادی والے گھر میں بھلا سکون کہاں۔ مختلف رنگ کی بولیاں تھیں۔ کسی کے کپڑے پریس نہیں تھے، کسی کا دوپٹہ نہیں مل رہا تھا، اور کسی کو پارلر کی فکر ستا رہی تھی۔ ایسے میں تانیہ کے کمرے بھی ایسا ہی کچھ حال تھا۔ تانیہ ابھی ابھی نہا کر نکلی تھی۔ اس کے بال گیلے تھے۔ صاف شفاف چہرے پر پانی کی چند بوندیں تھیں۔

"مہندی والی آپی آگئی ہیں تانیہ آپی۔" ایک چھوٹی سی بچی نے بھاگتے ہوئے کمرے میں آکر اطلاع دی تھی۔

"اچھا اسے یہیں لے آؤ۔" تانیہ بالوں کو تو لیے سے پونچھتے ہوئے بولی تو وہ بچی واپس بھاگ گئی۔ تانیہ بے بیڈ پر اسکی سکول کی دو ستیں اور اسکی کزنز ایک دوسرے کو آڑھی ترچھی مہندی لگانے میں مصروف تھیں۔ جبکہ باقی کمرے میں کہیں کوئی عورت بچوں کو تیار کرنے میں مصروف تھی تو کوئی آرام و سکون

سے موبائل میں مصروف تھی۔

کسی کو دلہن کی کہاں پر واہ؟؟؟

یہ خاندان کی سبھی عورتوں کو دلہن کے کمرے میں ہی تیار ہونے کا شوق کیوں ہوتا ہے؟؟؟

نازیہ بیگم کمرے میں داخل ہوئیں تو دنگ رہ گئیں۔

"یا میرے اللہ یہ دلہن کا کمرہ ہے یا مچھلی منڈی؟؟؟" وہ بغیر لحاظ کے بولیں تھیں۔ تانیہ مسکرا دی۔

"جلدی صاف کرو یہ کمرہ ساری ایک بھی چیز جگہ سے ہلی تو تم سب کو چھوڑوں گی نہیں۔ یہی کمرہ بچا ہے اتنے بڑے گھر میں؟؟؟ چلو جلدی کرو۔"

نازیہ کی آواز گونجی تو سب لڑکیوں نے اٹھ کر چیزیں سمجھا لیا شروع کیں۔

"تانیہ بچے جاؤ بابا بلارہے ہیں تمہیں۔" نازیہ پیار سے مسکرا کر بولیں۔

"جی ابھی آتی ہوں۔" تانیہ یہ کہہ کر بڑی سی چادر اوڑھ کر باہر آگئی۔ وہ جانتی تھی واپسی پر اس کا کمرہ پہلے جیسا ہوگا۔

تانیہ نے دروازہ ناک کیا اجازت ملنے پر اندر آئی۔ علی یوسف اپنے کپڑے نکال رہے تھے۔ تانیہ کو دیکھ کر مسکرائے اور الماری بند کرتے ہوئے اس کی جانب بڑھے۔

"میرا پیارا بچہ۔" وہ پیار سے اس کے ماتھے کو چومتے ہوئے بولے۔

"کیا کر رہے تھے آپ؟؟" تانیہ نے پوچھا۔

"بیگم گھر کے کاموں میں مصروف ہے سوچا اپنے کپڑے خود ہی پر لیس کر لوں۔" وہ نادام سے مسکرا کر بولے۔

"ارے آپ کیوں کریں گے میں کر دیتی ہوں۔" تانیہ نے کہا تو علی نفی میں سر ہلاتے اسے کا تھ لگائے صوفے پر بیٹھ گئے۔ چند پل خاموشی رہی۔

"ماں باپ بچوں کی خوشی کے لیے ہر کوشش کرتے ہیں بیٹا۔" علی نے بولنا شروع کیا۔

"تمہاری ماں کل سے کام میں مصروف ہے انہیں تو یاد نہیں کے انکا ایک عدد شوہر بھی ہے۔" وہ یہ کہہ کر ہنس دیے۔ تانیہ خاموش رہی۔

"مجھے تم سے بہت امیدیں تانیہ۔ تم نے ہمیشہ میرا سر فخر سے بلند کیا ہے۔ اور میں امید رکھتا ہوں تم اس سر کو کبھی جھکنے نہیں دو گی۔ اپنے ماں باپ کے دیے سبق کو بھولنا مت۔ ہمیشہ خوش رہنا اور سب کو خوش رکھنا اب یہ تمہاری ذمیداری ہے۔" علی نے کہا۔

"انشا اللہ بابا میں کبھی آپ کی تربیت پر سوال نہیں اٹھنے دوں گی۔" تانیہ نے کہا۔ علی نے اس کے سر پر بوسہ دیا۔

"تم کتنی بڑی ہو گئی تانیہ۔" علی کی آنکھ سے آنسوؤں ٹوٹ کر گرا۔ تانیہ نے سر اٹھا کر انکی آنکھیں صاف کیں۔



"میں آپ کے لیے ہمیشہ چھوٹی رہوں گی اس لیے آپ کو یہ کہنے کا حق نہیں بنتا۔" تانیہ بھی گیلی آنکھوں سے مسکرا کر بولی۔ علی نے سر اثبات میں ہلایا۔  
"لو یہاں تو باپ بیٹی کا پیار چل رہا ہے۔" نازیہ کمرے میں داخل ہوئیں تو ان دونوں کو دیکھ کر بولیں۔

وہ دونوں مسکرا دیے۔ تانیہ اٹھ کر نازیہ کے قریب آئی۔  
"آپ کے پیار کی الگ جگہ ہے۔" وہ انکے گلے لگ کر بولی۔  
"ہمیشہ خوش رہو میری پیاری بچی۔" وہ پیار سے اس کے گال چھو کر بولیں۔  
"بابا کہہ رہے تھے آپ کافی غیر دمیدار ہو گئی ہیں انکا خیال ہی نہیں رکھتیں۔"  
تانیہ مسکرا کر نازیہ کے ایک جانب کھڑی ہو کر بولی۔ علی خفیف سا مسکرا دیے۔  
"اچھا ایسی بات ہے؟؟؟" نازیہ نے تنزیہ لہجے میں کہا۔  
"بیگم میرے کپڑے نہیں پر یس اس لیے کہہ رہا تھا۔" علی اپنے کپڑوں کی جانب بڑھتے ہوئے بولے۔

"کون سے کپڑے میاں جی؟؟؟" نازیہ سینے پر بازوؤں لپیٹ کر بولیں۔  
"یہ دیکھا اسی لیے کہتا ہوں غیر دمیدار ہو گئیں ہیں آپ۔" علی ہینگ پر لگے کپڑے نازیہ کی جانب بڑھا کر بولے۔

"اور آپ بوڑھے ہو گئے ہیں اس لیے یادداشت کمزور ہو گئی ہے۔ یہ کل کے کپڑے ہیں آپ کے، آج والے ملازمہ کو دیے ہیں وہ تھوڑی دیر میں دے

جائے گی۔ "نازیہ نتر سے کہہ کر منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتی باہر کی جانب بڑھ گئی۔

علی خفیف سا مسکرا دیے۔

تانیہ نے مسکرا کر گلا کھنکارا اور اپنے کمرے کی جانب چل پڑی۔  
\*\*\*

وہ گہرے سرخ رنگ کی پاؤں کو چھوتی میکسی میں ملبوس تھی۔ جس پر اسی رنگ سے خوبصورت ابھرا ہوا کام کیا گیا تھا۔ ہلکی سی جیولری کے ساتھ خوبصورت برائڈل میکآپ کیے وہ بلا کی پرکشش دکھ رہی تھی۔ ہاتھوں پر بھری ہوئی مہندی تھی۔

اسکا ہیر سٹائل مکمل ہو چکا تھا اب اسکے سر پر دیپٹہ سیٹ کا جار ہا تھا۔ بالوں کے بیچ سے مانگ نکالے دونوں طرف خوبصورت ہلکی اٹھی ہوئی ٹویسٹ تھی۔ جبکہ ماتھے پر انتہائی نفیس ٹیکا تھا۔

شادی کا انتظام ایک اوپن ایریا میں کیا گیا تھا۔ وہ کافی وسیع جگہ تھی۔ شایان سیاہ شیروانی میں ملبوس تھا۔ اسکی نیلی آنکھوں کی چمک ہر چمک سے ہٹ کر تھیں۔ وہ مسکرا کر سیٹیج پر موجود لوگوں سے مل رہا تھا۔ مسکراہٹ اسکے چہرے سے ہٹنے کا نام ہی نہ لے رہی تھی۔ آمنہ محرون رنگ کی لانگ قمیض کے ساتھ کھلا ٹراؤزر لگائے دکھائی دی۔ سر پر ہمیشہ کی طرح حجاب کر رکھا تھا۔ آج چہرے پر

ہلکا ہلکا میک آپ بھی تھا۔ وہ اپنی چند کزنز کے ہمراہ گیٹ کی جانب بڑھی تھی۔  
 شایان نے بے اختیار وہاں دیکھا۔ ابھی کوئی اس جانب سے آتا دکھائی نہ دیا مگر  
 شایان ہنوز نظریں وہیں جمائے بیٹھا رہا۔ چند سیکنڈز کے بعد وہ اپنی میکسی  
 سمجھالے، نظریں جھکائے کسی بات پر مسکراتی نظر آئی۔ شایان اس سے  
 نظریں نہیں ہٹا سکا۔ گیٹ سے راستے تک راستہ سجایا گیا تھا۔ وہ جیسے ہی اس  
 راستے پر آئی اسکے چہرے پر لائٹز لگائی گئیں۔ شایان کو وہ سرخ لباس والی لڑکی  
 اُس وقت چاند کی چاندنی میں موجود ایک حسین نظارہ لگی تھی۔ وہ چلتی ہوئی  
 شایان کے قریب آ کر گھڑی ہو گئی۔ اور کتنی ہی نظریں تھیں جن نے اس حسن  
 کو داد دی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے بغیر تنہا تھے۔ وہ آج مکمل ہوئے  
 تھے۔ انکی پیار کی داستان خوبصورتی سے مکمل ہوئی تھی۔ وہ دونوں سیٹج پر بیٹھے  
 جب علی اور سلطان مولوی صاحب کے ساتھ سیٹج پر آئے۔

مولوی نے انکا نکاح پڑھایا۔ دعا کے بعد شایان سب سے گلے مل رہا تھا۔ تانیہ  
 بھی مسکرا کر اپنی ماں کو مل رہی تھی۔ دور گیٹ پر کھڑے اس شخص کی آنکھوں  
 میں پانی تھا۔ وہ کیوں رو رہا تھا؟؟ ایسا تو کچھ انہو نا نہ ہوا تھا۔ مگر۔۔۔

اسکی بہن کی شادی تھی۔ وہ اسے گلے لگانا چاہتا تھا۔ وہ اسکے ماتھے کو پیار سے  
 چھونا چاہتا تھا۔ مگر کیوں؟؟ کیوں وہ وہاں دور، تنہا کھڑا تھا؟؟ کوئی بھی تو نہ تھا جو  
 اسے روک رہا تھا پھر یہ دوری وہ ختم کیوں نہیں کر پار ہا تھا؟؟ اگر نہیں کر پار ہا تھا

تو وہ آنسوؤں کیوں؟؟ وہ کیوں دکھی تھا؟؟ اس نے بے دردی سے اپنی آنکھیں  
رگڑی اور باہر کی جانب بڑھ گیا۔

اسکے دل پر بوجھ بڑھ چکا تھا۔

"نکاح مبارک زوجہ شایان سلطان۔" وہ مسکراتا ہوا اسے دیکھ کر بولا۔ تانیہ کو لگا  
اس نے آج تک اتنا حسین جملہ نہیں سنا تھا۔ اسکے لیے یہ سب سے حسین آواز  
میں کہا گیا سب سے حسین جملہ تھا۔

"آپ کو بھی مبارک۔" تانیہ بھی مسکرا کر شایان کو دیکھتے ہوئے بولی۔ تانیہ کی  
بے چین نظریں مسلسل کسی کو ڈھونڈ رہی تھیں۔

"وہ چلا گیا ہے۔" شایان جو اسے نوٹ کر رہا تھا بولا۔ تانیہ یک دم ساکن ہو گئی۔  
آنکھوں میں ویرانی چھا گئی۔

"وہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟؟" تانیہ ادا سی سے بولی۔

"یہ اسکا خیال ہے کہ سب اس سے بدل ہو گئے ہیں اس لیے وہ اب ہمارے  
ساتھ نہیں آتا۔" شایان نے نرمی سے کہا۔

"مگر بابا، ماما اور میں نے یہاں تک کے تایا بونے بھی اسے کچھ نہیں کہا پھر اسے  
کیا مسئلہ ہے؟؟" تانیہ کی آنکھوں میں آنسوؤں شایان کو واضح دکھائی دیے تھے۔

"وہ خود کو جان بوجھ کر تکلیف دے رہا ہے۔ اور تم یوں رو کر مجھے تکلیف دے  
رہی ہو۔" تانیہ اس اچانک تبصرے پر چند پل ٹھہر گئی۔ اس نے آنسوؤں سے لبریز

آنکھیں اٹھا کر شایان کو دیکھا۔

تانیہ کو حقیقتاً آن نیلی آنکھوں میں تکلیف دکھائی دی۔

تانیہ ہلکا سا چہرہ اچھا کر مسکرا دی۔

"یوں ہی مسکرایا کرو اچھی لگتی ہو۔" شایان نے اسے اپنی نظروں کے حصار میں لیے کہا۔

"اٹھم اٹھم" آمنہ نے گلا کھنگار کر انہیں اپنی جانب متوجہ کیا۔

"بھائی اتنی تعریف کافی ہے اب باقی گھر جا کر کر لینا۔" آمنہ نے ہنس کر کہا۔  
شایان محض مسکرا دیا۔

رخصتی کا وقت آن پہنچا تھا۔ بھائی کی عدم موجودگی نے تانیہ کو اس موقع پر  
آبدیدہ کیا تھا۔

علی یوسف نے اسکے دکھ کو سمجھتے ہوئے پیار سے اسکے سر پر ہاتھ رکھا۔ تانیہ نے  
نظر اٹھا کر انہیں دیکھا تھا۔ علی نے نظریں چرائیں۔

وہ سب سے ملنے کے بعد گاڑی میں سوار ہو چکی تھی۔ سیاہ چمکتی ہوئی فارچیونر  
کے بونٹ پر سرخ گلاب لگائے گئے تھے۔ شایان نے گاڑی آگے بڑھائی تھی۔  
پیچھے ایک قطار کی صورت میں ویسی ہی سیاہ چمکتی فارچیونرز جن کے بونٹ پر  
سرخ کپڑے کاڈیزس بنایا گیا تھا بڑھتی دکھائی دیں۔ وہ گاڑیوں کی نہ ختم ہونے  
والی قطار تھی۔

شہر کے مشہور بزنس مین شایان سلطان کی شادی تھی۔ راستے میں آنے والے لوگ چندپیل اس شان و شوکت کو دیکھ کر مبہوت ہو جاتے۔

\*\*\*

اسکی آنکھیں سرخ ہو چکیں تھیں۔ وہ پوری رفتار سے گاڑی چلا رہا تھا۔ رات کے اس وقت سڑکیں خالی اور ویران تھیں یا وہ ایسے علاقے میں تھا جہاں گاڑیوں کی آمد و رفت بالکل نہ تھیں۔ وہ وہاں سے کیوں لوٹ آیا تھا؟ اسکی بہن کی شادی تھی اسے کسی نے منع بھی نہ کیا تھا پھر آخر کیوں؟؟ وہ اپنے رد عمل سے بالکل رضامند نہ تھا پھر بھی اس نے ایسا کیا۔ اچانک اس نے بریک پر پاؤں رکھا تھا۔ گاڑی یک دم جھٹکا کھا کر رکی تھی۔ اسے اپنا پیچھا کرتی وہ گاڑی کافی دیر سے تنگ کر رہی تھی۔ اسکے پیچھے آتی وہ گاڑی بھی رکی تھی۔ حریفہ یوں ہی گاڑی میں بیٹھا رہا۔ پیچھے کی گاڑی سے کوئی نکل کر اسکے دروازے کے قریب کھڑا ہوا اور حریفہ کی کھڑکی کا شیشہ بجایا۔ حریفہ نے نظر موڑ کر اس شخص کو دیکھا۔ وہ سفید ہڈ کی ٹوپی سر پر گرائے ہلکا سا جھکا ہوا تھا۔ حریفہ کو اپنی جانب متوجہ پا کر وہ ہلکا سا مسکرایا۔

اندھیرے میں اس کا چہرہ واضح نہ تھا مگر گاڑی میں جلتی روشنی کی وجہ سے وہ کافی حد تک پہچانا جاسکتا تھا۔

"روحان تم؟؟؟" حریفہ نے کھڑکی کا شیشہ نیچے کرتے ہوئے حیرت سے کہا۔

"جی میں۔" وہ لڑکاد لکشی سے مسکرایا۔

"باہر آ جاؤ ہوا اچھی چل رہی ہے۔" روحان ایک بار پھر مسکراتا ہوا خالص پٹھانوں کے لہجے میں بولا۔ حریفہ کار کار وازہ کھول کر باہر آ گیا۔ چند پل بعد کا منظر کچھ یوں تھا کہ حریفہ گاڑی کے بونٹ پر ٹانگیں لمبی کیے ایک بازو سر کے نیچے رکھے لیٹا تھا۔ جبکہ روحان گاڑی کے بونٹ سے ٹیک لگائے ہلکی سی گردن موڑ کر حریفہ کو دیکھ رہا تھا۔

"کوئی پریشانی ہے تمہیں؟؟" روحان نے پوچھا۔

"بہت سی ہیں۔" حریفہ کھوئے لہجے میں بولا۔

"مجھے مت بتانا۔" روحان ہنس کر بولا۔ اسکی سیاہ آنکھیں چمکدار تھیں۔ چہرے پر موجود گھنی مگر چھوٹی داڑھی اور موچھوں میں وہ دلکش لگتا تھا۔ حریفہ ہلکا سا ہنس دیا۔

"نہیں بتاؤں گا۔" حریفہ نے کہا۔

"آج تو تمہاری بہن کی شادی تھا نا؟؟" روحان نے پوچھا۔

"ہاں۔" ایک لفظی جواب آیا۔

"تو تم یہاں کیا کر رہے ہو؟؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"تمہارے ساتھ باتیں۔" حریفہ آنکھیں موندیں ہوئے بولا۔

"بے وقوف انسان تمہاری بہن کی شادی ہے اور تم یوں سڑکوں پر مٹر گشت

کرتے پھر رہے ہو؟؟؟" روحان نے اب کی بار نرمی سے سخت لہجے میں کہا۔ بھلا یہ نرمی ساخت لہجہ کیسا ہوتا ہے؟؟ ایک دوست کا لہجہ، جس میں نرمی ہوتی ہے، بھلائی ہوتی ہے۔ وہ لہجہ کبھی سخت ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ بھی ایک مخلص دوست کی طرح نرمی سے اسے کہہ رہا تھا۔

"وہاں کسی کو میری ضرورت نہیں ہے۔" ایک آنسوؤں اسکی آنکھ سے نکل کر کنپٹی میں جذب ہو گیا۔

"تمہارا موبائل کہاں ہے؟؟؟" روحان نے پوچھا۔ حریفہ نے کوئی جواب نہ دیا تو روحان نے گاڑی کا دروازہ کھل کر ڈیش بورڈ سے موبائل اٹھایا۔ بٹن دبا کر سکرین روشن کی۔ لاک سکرین پر ڈھیروں کال نوٹیفیکیشنز شو ہو رہیں تھیں۔ "یا خدا یا وہ لوگ تم کو اتنی کالز کر چکے ہیں۔" روحان نے حیرت سے کہا۔ اسکے کہنے پر حریفہ نے آنکھیں کھولیں۔

"وہ مجھے اس لیے کالز کر رہے ہیں کیوں کہ لوگ ان سے سوال کر رہے ہوں گے کہ آپ کا کلوتا وارث کہاں ہے؟؟؟" وہ زہریلے لہجے میں بولا۔ "تم کو کیسے معلوم؟؟؟" سوال کیا گیا۔

"میں جانتا ہوں۔" غیر مطمئن جواب۔

"یہی تو میں پوچھ رہا ہے کس نے بتایا؟؟؟" ایک بار پھر زدی قسم کا سوال۔ حریفہ اب کی بار خاموش ہو گیا۔



"میں بتاؤں؟؟؟" مخلصانہ مشورہ دیا گیا۔ جواب نڈار۔

"تمہارے دماغ نے۔" ایک بار پھر سے غیر منطقی دلیل۔

"دل والے لوگ جب دماغ کا فیصلہ ماننے لگیں تو ہمیشہ نقصان اٹھاتے ہیں۔" روحان نے نرمی سے کہا۔

"تم اپنے دماغ کو خود پر حاوی ہونے دے رہا ہے۔ ٹھیک ہے دماغ کی بھی سنو مگر ایک بار صرف ایک بار اس دل کی بھی سنو جو کب سے تمہیں لوٹ جانے کو کہہ رہا ہے۔" روحان نے پیار سے کہا۔ حریفہ اب اٹھ بیٹھا تھا۔  
"دل کے فیصلے ہمیشہ دھوکہ دیتے ہیں۔" حریفہ نے کہا۔  
روحان ہلکا سا مسکرایا۔

"یونواٹ؟؟؟" روحان نے پوچھا۔ یہ ان کی دوستی کی عادت تھی وہ جب بھی ایک دوسرے کو کوئی سیکرٹ بتانے والے ہوتے یہی پوچھتے۔ اور "واٹ؟؟؟" کا جواب ملنے پر ہی بات جاری رکھتے۔  
حریفہ ہلکا سا مسکرایا۔ "واٹ؟؟؟"

"آج کل کی ٹیکنالوجی اتنی بڑھ چکی ہے کہ کسی بھی انسان کا دماغ کنٹرول کرنا مشکل نہیں ہے۔" روحان نے کہا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟؟؟" حریفہ نے کشمکش سے پوچھا۔

"شراب، خواب، خیال، اظہار، انکار یہاں تک کے جذبے بھی انسان کے دماغ

کو بہت آسانی سے کنٹرول کر سکتے ہیں۔ آج کل تو باقاعدہ ٹیکنالوجی بھی آگئی ہے کسی بھی انسان کے دماغ کو آسانی سی قابو کیا جاسکتا ہے۔ "روحان نے وقفہ لیا۔ "مگر پتا ہے کیا؟؟؟" روحان نے بات جاری رکھی۔

"آج تک کوئی ایسی ٹیکنالوجی نہیں بنی جو انسان کا دل قابو کر سکے۔ جو انسان کے دل میں بستی خواہشات کو قابو کر سکیں۔ اس لیے دل کی مان لینا چاہیے کیوں کہ وہ کسی کی نہیں سنتا۔"

"سمجھے بدھو؟؟؟" اس نے مسکرا کر پوچھا۔

نہ جانے وہ مطمئن ہوا تھا یا نہیں مگر اس نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

\*\*\*

کالی فار چیونر اس بڑی حویلی کے سامنے رکی اور پیچھے آنے والی تمام گاڑیاں بھی رکی تھیں۔ شایان گاڑی سے اتر کر تانیہ والی سائڈ پر بڑھا۔ اس نے تانیہ کی سائڈ کا دروازہ کھول کر ہتھیلی سامنے پھیلا دی۔ تانیہ کے چہرے پر دلکش مسکراہٹ ابھری تھی۔ اسے سرخ ہوتا دیکھ شایان بھی مسکرا دیا۔ تانیہ نے اپنا ہاتھ شایان کی ہتھیلی پر رکھ دیا اور مسکراتی ہوئی گاڑی سے باہر آئی۔ وہ سڑک کے دوسری جانب تھے جہاں سے شایان کا گھر مکمل دکھائی دے رہا تھا۔ پورا گھر روشنیوں سے چمک رہا تھا۔ گھر کا کوئی ایسا حصہ نہ تھا جہاں بری قمقمے نہ چمک رہے ہوتے۔ شایان ان روشنیوں سے بے پرواہ تانیہ کو دیکھ رہا تھا۔ پلک جھپکے بغیر وہ اسے دیکھ

رہا تھا تانیہ اس سے باخبر بھی مگر وہ مسکراتی ہوئی سامنے کی جانب دیکھ رہی تھی۔  
"کیا بہت زیادہ پیاری ہوں؟؟؟" وہ اسکے قریب ہوتی ہلکی آواز میں بولی۔  
"تم حسین ہو بے تحاشہ حسین مگر میرا نصیب اس سے بھی زیادہ حسین ہے۔"  
وہ اسکے چہرے پر نظریں جمائے بولا تھا۔ تانیہ کو اب ان کمپلیمینٹس کی عادت  
ڈال لینی چاہیے تھی۔

ابھی اس نے بات ختم کی ہی تھی کہ آسمان پر فائر ورک شروع ہوا۔ نہ جانے  
وہاں کون وہ فائر ورک کر رہا تھا مگر آسمان پر نہ رکنے والے رنگ دکھائی دے  
رہے تھے۔ چند سیکنڈ کا بھی وقفہ لیے بغیر آسمان پر روشنیاں بکھرتی چلی جا رہیں  
تھیں۔ وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔  
اچانک تانیہ کی مسکراہٹ سمٹی اس نے آسمان سے نظریں ہٹائیں۔ اسکے دائیں  
جانب شایان کھڑا تھا۔ تانیہ ہلکی سی پیچھے ہوئی اور اس جانب مڑ کر دیکھا۔  
وہ مسکراتا ہوا انہیں دیکھ رہا تھا۔ تانیہ کے دیکھنے پر وہ مسکرایا۔ تانیہ نے بہت  
عرصے بعد حریفہ کو مسکراتے دیکھا تھا۔ تانیہ بھی مسکرا دی۔ وہ بدلنا چاہتا تھا۔ وہ  
اپنے دل کی سننا چاہتا تھا۔ دماغ تو کوئی بھی کنٹرول کر سکتا ہے نا؟؟؟  
"حریفہ کہاں تھے تم؟؟؟" زارا کی دلکش آواز پر وہ دائیں جانب مڑا۔

وہ سادہ سے بھورے رنگ کی میکسی میں ملبوس تھی جس پر اسی رنگ کا بھاری

دوبٹہ کندھے پر رکھا تھا۔

کھلے بال اور ہلکا میک آپ چہرے پر چمک رہا تھا۔ اسکی آنکھوں میں ہلکی ہلکی پریشانی تھی۔ وہ معصومیت سے حریفہ کو دیکھ رہی تھی۔ حریفہ چندپل خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ اتنی حسین لگ رہی تھی کہ اسے چندپل خاموشی سے دیکھا جائے۔

"کچھ کام تھا۔" وہ مسکرا کر بولا۔ وہ آج اتنا مسکرا کیوں رہا تھا؟؟ شاید اس نے دل کی مانی شروع کر دی تھی۔

زارا جواب میں کچھ کہہ رہی تھی۔ آسمان پر روشنیاں جگمگا رہیں تھیں۔ وہ کبھی نظریں جھکا کر کبھی بھنوائیں سُکڑ کر اسے کچھ کہہ رہی تھی۔ اسکے گال پر گڑھا ہر بار حریفہ کو اپنی جانب متوجہ کرتا۔

"تم کافی پیاری لگ رہی ہو۔" وہ ہنوز اسے اسی تاثر سے دیکھتے ہوئے بولا۔ زارا کے ہلتے لب ساکن ہوئے۔ چندپل وہ حیرت سے اسے دیکھتی رہی پھر اسکی آنکھوں میں انوکھی چمک ابھری تھی۔ وہ مسکرائی۔

"شاید پہلے نہیں لگ رہی تھی اب لگ رہی ہوں۔" اسکے گال دہک رہے تھے۔ وہ کسی بھی کہانی کا ایک ٹاکسک کریکٹر تھی۔ منہ پھٹ، بد الحاض، بے مروت قسم کی وہ عورت آج اپنی معمولی سی تعریف پر چمک اٹھی تھی۔ تانیہ کے دل میں ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر ہلکی سی تکلیف ہوئی تھی۔ وہ اس مقام پر آمنہ کو دیکھنا

چاہتی تھی ہمیشہ سے۔ مگر وہ حریفہ کی خوشی میں خوش تھی۔ اس نے حریفہ کی ہر غلطی کو معاف کر دیا، یہاں تک کے آمنہ کا دل توڑنا بھی۔

مگر وہ لڑکی جس نے آج تک خود کو اس مقام کے علاوہ کبھی کہیں اور تصور بھی نہ کیا تھا اس کے لیے یہ کوئی معمولی تکلیف نہیں تھی۔ اسکے دل میں درد کی ایک شدید لہر اٹھی تھی۔ زار اور حریفہ کو ساتھ خوش دیکھ کر آمنہ کو لگا وہ ڈھے جائے گی۔ وہ گر جائے گی مگر وہ کھڑی رہی۔

وہ مضبوط تھی، کیونکہ عورت کی محبت اس کی کمزوری ہوتی ہے، مگر یہی کمزوری کبھی کبھار سب سے بڑی طاقت بن جاتی ہے۔

وہ دور کھڑی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی، دل کی دھڑکن بے قابو تھی۔ اس نے تہیہ کر لی کہ ان دو وجودوں کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔ جب ایک عورت کسی ایسے شخص سے نفرت کرتی ہے جس سے کبھی محبت کی ہو، تو وہ نفرت حدوں کو پار کر جاتی ہے۔ شدید، بے رحم اور گہری۔ وہ نفرت نہیں آگ ہوتی ہے۔ اور حریفہ علی نے تو اسے منہ کے بل گرایا تھا، اس کی نفرت نے آمنہ کے دل میں جڑیں مضبوط کر لی تھیں۔

ہر چیز سے بے نیاز، شایان نرمی سے تانیہ کا ہاتھ تھامے کھڑا تھا۔ روشنیوں کا جلنا

بجھنا ختم ہو چکا تھا، اور اب بس چاند اپنی مکمل روشنی کے ساتھ آسمان پر جگمگا رہا تھا، اس کے گرد ستارے بکھرے ہوئے تھے۔ زمین پر، وہ دونوں مکمل تھے، اور ان کے گرد صرف ادھورے لوگ تھے۔ ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے، مسکراتے ہوئے وہ گھر میں داخل ہوئے۔

تانیہ نے پورے گھر کو سفید اور سرخ گلابوں سے سجا ہوا پایا، ہر گوشہ خوشبو سے مہک رہا تھا۔ دروازے پر ہی کھڑے تھے، ارد گرد بہت سے چمکتی آنکھوں والے چہرے، جو منتظر تھے کہ وہ اندر آئیں تو ان پر خوشبو بکھیر دی جائے۔ تانیہ کی نظریں زمین پر بچھے سرخ گلابوں پر جا ٹھہریں بے تحاشہ، دلکش، نرم و نازک۔

"کیا ہوا؟" شایان نے نرمی سے پوچھا۔

تانیہ نے معصومیت سے اسے دیکھا، اور آہستہ سے کہا، "میں ان پر پاؤں نہیں رکھنا چاہتی... یہ کچلے جائیں گے، مجھے اچھا نہیں لگے گا۔"

وہ گلابوں کی دیوانی تھی، خاص طور پر سفید اور سرخ۔ ان کی بے حرمتی وہ کیسے

برداشت کر سکتی تھی؟

شایان مسکرا دیا، محبت بھری آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا، "کوئی بات نہیں، ہم سائیڈ سے چلتے ہیں۔"

تانیہ بھی مسکرا دی، اور وہ دونوں آہستہ آہستہ کنارے سے چلتے گئے، اس بات کا خیال رکھتے ہوئے کہ ان کی محبت میں بکھرے یہ گلاب روندے نہ جائیں۔ مگر پھر بھی، کچھ پھول اس کے قدموں کے نیچے آ گئے۔ تانیہ کا دل مٹھی میں آ گیا۔ وہ ایسا بالکل نہیں کرنا چاہتی تھی۔

\*\*\*

ولیمے کے لباس میں ملبوس تانیہ لوگوں سے مل رہی تھی۔ ولیمے کا فنگشن اختتام کو پہنچا تھا رشتے دار دلہن سے مل کر رخصت ہو رہے تھے۔ شایان تھوڑے فاصلے پر کچھ فاصلے پر اپنے بزنس پارٹنرز سے بات میں مصروف تھا۔ کچھ دیر بعد وہ اپنے ساتھیوں کو الوداع کر کے تانیہ کے قریب آیا۔ "چلیں زوجہ محترمہ۔" وہ اس کے سامنے کھڑا ایک ہاتھ پیچھے باندھے ایک ہاتھ سامنے پھیلائے تھوڑا سا جھک کر عقیدت سے بولا۔ ایک دلکش مسکراہٹ تانیہ کے چہرے پر ابھری۔

"کہاں لے کر جا رہے ہیں؟؟؟" سنجیدہ آواز پر وہ دونوں اسکی جانب متوجہ ہوئے۔ مکمل سیاہ تھری پیس سوٹ میں ملبوس گھنگریالے بالوں والا حریفہ آج مکمل "بہن کی شادی ہے" والی تیاری سے آیا تھا۔ وہ سیاہ لباس بہت پہنا کرتا تھا۔ اور بلاشبہ وہ اس رنگ میں بہت وجیہہ لگتا تھا۔

"کیا مطلب؟؟؟ شادی ہوئی ہے میری تمہاری بہن سے گھر لے کر جا رہا ہوں۔" وہ مسکرا کر بولا۔ غالباً گزرے کل سے شایان سلطان کسی بھی بات کا برا منائے بغیر مسکراتا تھا۔ وہ حریفہ کے ساتھ بہت خوش اخلاقی سے بات کرتا تھا۔ اس نے کبھی حریفہ سے بات کرتے ایسی کوئی بات نہ کہی جس سے لگے کہ وہ حریفہ سے بدظن ہے۔

"جانتا ہوں مگر آپ میرے ساتھ جائیں گیں۔" حریفہ سنجیدگی سے بولا۔  
"کیا مطلب؟؟؟" شایان بھی تھوڑا سنجیدہ ہوا۔

"آپ دوسری گاڑی میں آجائیں میں آپ کو لے آؤں گا۔" حریفہ تانیہ کا ہاتھ تھام کر اسے کھڑا کرتے ہوئے بولا۔

"حریفہ تم مزاق کر رہے ہونا؟؟؟" شایان نے بات کو مزاق میں اڑانا چاہا۔ اس نے تانیہ کو حریفہ کے ساتھ کھڑا مسکراتے دیکھا۔ شایان کے چہرے کی رونق مانند پڑی۔



کچھ دیر بعد حریفہ اور تانیہ گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھے مسکرا کر باتیں کر رہے تھے۔ جبکہ شایان باز و سینے سے لپیٹے پیچھے بیٹھا غصے سے انہیں دیکھ رہا تھا۔  
"یہ بھی اچھا ہے۔ سنا تھا دلہے کو لڑکی والے بہت عزت دیتے ہیں۔ یہ کوئی طریقہ ہے بھلا۔"

"میں بھی آپنی دلہن کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔" پیچھے بیٹھے شایان کی آواز آرہی تھی۔

"آپی آپ کو سمیل آئی؟؟؟" حریفہ نے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔  
"ہاں شاید کچھ جل رہا ہے۔" تانیہ نے بھی باہر دیکھتے ہوئے اسی انداز میں کہا۔  
"کر لو بیگم تم باتیں، چلنا تم نے گھر ہی ہے۔" آج کل یہ سنجیدہ انسان کچھ زیادہ بولنے نہیں لگا تھا؟؟؟

"آپ میرے سامنے میری بہن کو شادی کے پہلے دن بلیک میل کر رہے ہیں۔"  
حریفہ نے اسے تپاتے ہوئے کہا۔

"تم شادی کے پہلے دن بہن کو بہنوئی کے ساتھ جانے نہیں دے رہے۔" وہ بھی جلے ہوئے انداز میں بولا۔

گاڑی گیٹ کے باہر رکی۔ گارڈ نے دروازہ کھول دیا۔  
"جائیں میں بعد میں آؤں گا۔" حریفہ مسکرا کر بولا۔  
"ابھی چلو ناں کون سا بہت دور جانا ہے۔" تانیہ بولی۔

"نہیں میں ریسٹ کروں گا گھر جا کر آپ جائیں۔" حریفہ بولا۔ شایان نے تانیہ کی جانب کا دروازہ کھولا۔

"بڑے پہاڑ توڑیں ہیں ناں جو تھک گئے ہو۔" وہ کہاں باز آنے والا تھا۔ حریفہ محض مسکرایا۔ پھیکی مسکراہٹ۔

تانیہ اپنی میکسی سمبھالتی ہوئی گاڑی سے اتری۔ اسکی چند کزنز نے اسکی میکسی سمبھالی اور اسے اندر لے جانے لگیں۔ انکے ساتھ آئے کافی رشتے دار اندر کی جانب بڑھ رہے تھے۔ شایان گاڑی کا دروازہ کھولے کھڑا رہا۔

"جو ہوا اسے بھول جاؤ۔" شایان نے آس پاس کسی کو موجود نہ پایا تو بولا۔ حریفہ کی مسکراہٹ سمٹی۔ وہ تو خوش تھا پھر؟؟ کیا اسکی آنکھیں پڑھ لی گئیں تھی۔

"میں اپنی بہن پر اٹھا ایک بھی حرف برداشت نہیں کرتا مگر تمہیں معاف کیا۔ تم نے جو بھی کیا نادانی میں کیا میں سمجھتا ہوں۔" شایان کہہ رہا تھا اور وہ گردن جھکائے سٹیرنگ کو دیکھتا رہا۔ اس نے دل کی مان لی تھی۔ وہ خوش رہنے لگا تھا۔ وہ مسکرا نے لگا تھا۔ مگر اسکا دل پوری طرح تندرست نہ تھا۔ کچھ تھا اسکے دل میں خالی سا، ویران سا جو اسے کھوکلا کر رہا تھا۔

"آمنہ کو بھول جاؤ حریفہ۔" وہ اتنا کہہ کر گاڑی کا دروازہ بند کر کے اندر کی جانب بڑھ گیا۔

آمنہ کو بھول جاؤ؟؟ اس نے یہی سنا تھا۔

وہ بھول چکا تھا۔ آمنہ اسکے دل سے نکل چکی تھی۔ یہ ویرانی شاید اس خلا کی تھی جو آمنہ کے جانے سے پیدا ہوا تھا وہ خلا جو محبت کے ختم ہونے سے نہیں بلکہ کسی کی عادت چھوٹ جانے سے بنتا ہے۔ حریفہ نے زارا کو دل سے اپنا یا تھا، مگر جذبات کی دنیا میں سب کچھ اتنا سادہ نہیں ہوتا۔ آمنہ کوئی احساس نہیں رہی تھی، مگر وہ ایک یاد ضرور تھی، اور یادیں ہمیشہ کہیں نہ کہیں دل کے کسی کونے میں بسی رہتی ہے۔

محبت کی کہانی ہمیشہ وفایا بے وفائی تک محدود نہیں ہوتی، کبھی کبھی یہ صرف وقت کے ساتھ بدلتی حقیقت ہوتی ہے۔ حریفہ نے جو فیصلہ کیا وہ شاید دل کا تھا، لیکن جذبات کی کچھ تہیں وقت کے ساتھ ہی کھلتی ہیں۔ کیا مرد واقعی اتنا بے وفا ہوتا ہے کہ جس سے نام جڑ جائے، اسی سے دل لگا لے اور باقی سب کو بھول جائے؟ نہیں، یہ بے وفائی نہیں، بلکہ اس کی وفا کی ایک صورت ہے۔ محبت کسی سے بھی ہو سکتی ہے، لیکن جب کسی کا نام زندگی کے ساتھ جڑ جائے، تو سچی وفا یہی ہے کہ وہ اسی کا ہو کر رہے۔ جذبات بدل سکتے ہیں، مگر جو رشتہ قبول کر لیا جائے، اس کا نبھانا ہی اصل وفاداری ہے۔

وہ کافی تھک چکی تھی۔ کمرے میں آنے کے بعد اس نے وہ بھاری بھر کم لباس

جلدی سے تبدیل کیا اور اب بالکل سادہ آسمانی رنگ کی قمیض شلوار میں ملبوس تھی۔ جس پر سلور رنگ کا خوبصورت کام ہوا تھا۔ چہرے پر پانی کی شفاف بوندیں موجود تھیں۔ چہرہ امیک آپ سے پاک تھا۔ کندھوں سے زرا نیچے آتے بال کھلے چھوڑ دیے گئے تھے۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑی چہرہ صاف کر کے اب چہرے پر مو سچورائزر لگانے میں مصروف تھی۔ دفعتاً کسی نے دروازہ بجایا۔ اس نے قریب پڑا دو بٹاسر پر ٹکایا اور دروازہ کھولا۔ سامنے ولیمے کے ہی لباس میں ملبوس شایان سلطان کھڑا تھا۔ مہمانوں جاچکے تھے وہ انہیں رخصت کر کے آیا تھا۔

"اندر آنے کی اجازت ہے زوجہ؟؟؟" وہ چمکی نیلی آنکھیں اس پر جمائے مسکرا کر بولا۔

"یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے؟؟؟ دروازہ لاک تو نہیں تھا آپ آ جاتے۔" وہ سائڈ پر ہوتے تابعداری سے بولی۔

وہ بغیر جواب دیے اندر آیا اور الماری کی جانب بڑھ گیا۔ چند پل بعد وہ بھی سادہ سی قمیض شلوار میں ملبوس تھا۔ ہلکی آسمانی قمیض شلوار۔

..Twinning?? Ahh no bro

وہ تو بہت معصوم تھا یہ تو محض ایک اتفاق تھا۔

"آپ ناراض ہیں؟؟؟" وہ ہلکی سی مسکان چہرے پر سجائے بولی۔

شایان نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"کس بات پر؟؟؟" ہہہ جیسے معلوم ہی نہ ہو۔

"مطلب نہیں ہیں۔ گڈ۔" وہ مسکراتی ہوئی دروازے کی جانب بڑھی۔

"ارکو۔" شایان کی آواز پر وہ رکی۔ ہلکی سے مسکرائی اور اسکی جانب مڑی۔

کمپلیمنٹ کی عادت اس نے کافی جلدی ڈال لی تھی۔

وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتا اسکے قریب آیا۔ اسکے قریب رک کر اسکی آنکھوں

میں دیکھا۔ سانسوں میں ٹھراؤ آگیا، دل میں عقیدت اور آنکھوں میں محض

ایک ہی عکس، تانیہ علی۔ اس پل کا اس نے بے صبری سے انتظار کیا تھا جب وہ

اسکے سامنے کھڑا پورے حق سے اسکی آنکھوں میں دیکھ سکے۔ اسے لگتا تھا اسکی

آنکھیں بہت حسین ہیں انکارنگ انہیں مزید حسین بناتا تھا۔ مگر آج شایان نے

اعتراف کیا تھا اسکے سامنے موجود گہری بھوری آنکھیں قدرت کا عظیم تحفہ

تھیں۔ وہ آنکھیں جیسے کسی گہرے سمندر کے بے کراں وسعت، جیسے کسی

شام کے سائے میں جھلملائے خواب۔ بھوری مگر اتنی گہری کے دیکھنے والا خود

کو کھودے۔ شایان کو محسوس ہوا جیسے وہ کسی جادو میں جکڑ لیا گیا ہے۔ وہ بھوری

آنکھیں ہر رنگ سے زیادہ دلکش، ہر منظر سے زیادہ دلنشیں اور ہر حسن سے

زیادہ دل فریب تھیں۔ وہ آنکھیں ایک گہرا راز تھیں جیسے ان میں کوئی پوشیدہ

کہانی ہو، کوئی ان کہی دعا کوئی گہرا راز جو صرف دل محسوس کر سکے مگر لفظوں

میں قید نہ کر سکے۔

شایان نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھاما۔ جس ہاتھ میں شایان کی دی گئی ڈائمنڈ رنگ تھی۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو۔" ایک لمحے کو وقت تھم سا گیا تھا۔ یہ معمولی سا اظہار اتنا خاص کیوں لگتا تھا؟؟ اسی ساکن لمحے میں شایان نے نرمی، محبت اور عقیدت سے اسکا ہاتھ چوما۔ جیسے محبت کو امر کر رہا ہو۔ تانیہ ہلکا سا مسکرائی۔ شایان سلطان کی محبت ہونا اسکے لیے اعزاز تھا۔

وہ دنیا کے ان خوش قسمت لوگوں میں سے تھے جنہیں انکی محبت بغیر کسی جنگ کے ملی تھی۔ وہ واقع خوش قسمت تھے۔ ہر محبت کے لیے جنگ نہیں کرنی پڑتی دنیا میں حقیقتاً ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں انکی محبت بغیر کسی جنگ کے ملتی ہے۔ خوش قسمت لوگ۔۔۔

"پوری شادی میں نہیں کہا اور اب کہہ رہے ہیں؟؟؟" وہ ایسے ہی اسکا ہاتھ تھامے پوچھ رہی تھی۔

"اس وقت تم اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ میں کوئی بھی کمپلیمینٹ دے کر تمہیں دیکھنے کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔" وہ اتنی سنجیدگی سے اتنی پیاری باتیں کیسے کر لیتا تھا؟؟؟

"ایک نمبر کے فلرٹ ہیں آپ۔ وہاں تو مہمانوں سے فرست نہیں ملی اور اب کہہ رہے ہیں مجھے دیکھ رہے تھے؟؟؟" وہ نروٹھے پن سے بولی۔ ہاتھ اب تک شایان کے ہاتھ میں تھا۔

"بیوی سے فلرٹ نہیں کروں تو کس سے کروں؟؟؟" اسکے بات سے تانیہ کے چہرے کی مسکراہٹ سمٹی۔ اور شایان کے چہرے پر پیچارگی والی مسکراہٹ در آئی۔ احساس دیر سے ہوا مگر وہ کچھ غلط کہہ چکا تھا۔ تانیہ نے اپنا پیر پورے زور سے شایان کے پیر پر مارا۔ شایان درد سے تلملا اٹھا۔ تانیہ کا ہاتھ چھوڑے وہ اب اپنے پیر کو پکڑے کراہ رہا تھا۔ تانیہ نے اس کا ہاتھ پیر سے ہٹایا اور نرمی سے اس کا ہاتھ تھام کر مسکرائی۔

"ٹریلر کیسا لگا؟؟؟" وہ مسکرا کر بولی۔ ابھی شایان کے دماغ نے تانیہ کا یہ روپ پروسیس بھی نہ کیا تھا کہ وہ ایڑھیوں کے بل کھڑے ہو کر اسکے کان کے قریب ہوئی۔

"پکچرا بھی باقی ہے میرے دوست۔" وہ یہ کہہ کر قہقہا لگا کر ہنسی اور باہر کی جانب چل پڑی۔

اسکے جاتے ہی شایان کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری۔

"I got a crazy women"

وہ کہہ کر بیڈ پر بیٹھا اور اپنے پیر کی انگلی کو ملا۔ وار کافی سخت تھا۔ انگلی سرخ ہو چکی تھی۔ وہ مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور باہر کی جانب بڑھ گیا۔

\*\*\*

یہ شادی کے ایک ہفتہ بعد کی بات ہے۔ تانیہ آج اپنے گھر میں موجود تھی۔ سب لوگ ناشتے کی ٹیبل پر موجود تھے۔ ملازم ناشتہ لگانے میں مصروف تھے۔ "دو تین دن تک ہم کشمیر جا رہے ہیں۔" تانیہ نے اطلاع دی۔ "مطلب وہ دن آگیا جسکی میں نے تمنا کی۔" حزیفہ مسکرا کر بولا۔ تانیہ نے اسے سخت گھوری سے نوازا۔

"کون سے دن؟" وہ اسکی جانب مڑ کر بولی۔

"جب میں چھوٹا تھا سو چتا تھا میری بہن کی شادی ہوگی، وہ اس گھر سے چلی جائے گی۔" وہ ناشتے سے انصاف کرتا ہوا بولا۔ سب اسے سن رہے تھے۔ "جب میری بہن چلی جائے گی مجھے اس گھر میں سکون ملے گا۔ کوئی مجھے صبح سویرے چیخ کر نہیں اٹھائے گا۔"

اسے یاد ہے کس طرح بچپن سے اسکی نیند بہت پکی تھی۔ اور کیسے اسکے ہوش سمجھالتے ہی تانیہ اسے صبح سویرے چیخ چیخ کر اٹھاتی تھی۔ کبھی وہ سخت گرمی میں اسے سی بند جایا کرتی تھی۔ اور سردی میں آن کر دیا کرتی تھی۔



"میرے میچ دیکھنے پر کوئی مجھ سے ریمورٹ کے لیے نہیں لڑے گا۔"

وہ گیارہ سے بارہ سال کا تھا۔ ہر لڑکے کی طرح اسے میچ کا بے تحاشہ شوق تھا۔ وہ ٹی وی کے سامنے ڈٹ کر بیٹھا تھا۔ پاکستان ور سز انڈیا۔ سکور بورڈ پر دیکھا جاسکتا تھا کہ انڈیا نے پاکستان کو جیت کے لیے 210 رنز کا ٹارگٹ دیا تھا۔ پاکستان کی بیٹینگ جاری تھی۔ دس اوورز میں پاکستان صرف 110 رنز بنا سکی تھی جبکہ چار کھلاڑی آؤٹ ہو چکے تھے۔ حریفہ کے چہرے پر کٹیں رنگ آ رہے تھے اور کٹیں جارہے تھے۔ کریکٹ فین یونو۔ اچانک سے کسی نے ٹی۔ وی بند کر دیا۔ حریفہ اچھل پڑا۔

"یہ کیا بد تمیزی ہے آپ۔" وہ سرخ چہرے کے ساتھ بولا۔ یا اللہ کہیں کوئی اور کھلاڑی آؤٹ نہ ہو جائے۔

"غالباً یہ آپ کی پڑھائی کا وقت ہے حریفہ صاحب۔" وہ غصے سے کہتی اس کے قریب آئی اور ریموٹ اٹھا کر اوپر کی جانب بڑھ گئی۔

"آپی پلیز دے دیں لاسٹ ٹائم پلیز۔" کریکٹ فین کو کچھ بھی کرنا پڑے میچ تو دیکھنا تھا۔

ان دنوں حریفہ اور تانیہ کی پڑھائی چل رہی تھی اس لیے علی یوسف نے گھر کے تمام ٹی۔ وی بند کر وادیے تھے صرف ایک ٹی۔ وی تھا جس کا ریموٹ تانیہ لیے جا رہی تھی۔

"لاسٹ ٹائم کوئی ٹیم کو بہت کوس رہا تھا کہ ۱۲۰ بالز پر ۱۲۰ رنز نہیں بنا سکے اب میچ نہیں دیکھے گا۔" وہ اسے چڑاتے ہوئے بولی۔

"چپ رہیں آپ ریموٹ واپس کریں۔" وہ غصے سے بولا۔

"نہیں کروں گی۔" تانیہ یہ کہہ کر اوپر کی جانب بڑھ گئی۔

"اللہ کب اس بلا کی شادی ہوگی اور یہ یہاں سے چلی جائے گی سکون سے رہوں گا اس پورے گھر میں۔"

ہر بہن بھائی کی طرح اسکے پاس بھی ایک ہی دہائی تھی۔

"جب میں اپنا پسندیدہ کھانا منگواؤں تو آپ مجھ سے چھیننے نہ آجائے۔"

دروازے پر ڈلیوری بوائے کھڑا تھا۔ حریفہ نے اس سے پیکٹ تھاما اور اسے پیسے

دے کر مسکراتا ہوا اپنے کمرے کی جانب بڑھ رہا تھا جب اس نے شیطانی

مسکراہٹ چہرے پر سجائے تانیہ کو دیکھا۔

"آپ نہیں پلیز صرف ایک برگر ہے یار۔" وہ بیچارگی سے بولا۔ مگر تب تک

تانیہ اسکے قریب پہنچ چکی تھی۔

"تو کیا ہوا بہن کو نہیں دو گے؟؟" وہ مسکراتی ہوئی اسکی جانب آرہی تھی۔

حریفہ پیکٹ تھامے دوسری جانب بھاگا تھا۔

"اپنا منگوا لیں ناں یار میرا کھانا ضروری ہے۔" وہ بھاگتے ہوئے بولا۔

"کھاؤں گی تو میں بھی یہی۔" وہ اسے تنگ کرنے کے اردے سے ہی اس کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔

"امی دیکھیں ناں اسے چڑیل کہیں کی پیچھے پڑی ہے۔" وہ صوفے کی ایک جانب کھڑے ہو کر چیخا۔  
تانیہ اس کے پیچھے بھاگی تھی۔

چندپل بعد تانیہ بڑے مزے سے آدھ کٹا برگر کھا رہی تھی۔ آدھا برگر حریفہ کے سامنے پڑا تھا۔ بہن کا دل بڑا تھا اس نے بھائی کے لیے بھی تو چھوڑا تھا۔  
حریفہ چندپل اسے گھورتا رہا پھر اپنے سامنے رکھا برگر بھی اسے دیا۔  
"کھاؤ تم ہیڈ سارا چڑیل نہ ہو تو۔ سب کھا جاؤ مجھے بھی کھا جاؤ۔ میرے منگواتے ہی ان میڈیم کا بھی دل مچل اٹھتا ہے۔" وہ غصے سے کہتا جا رہا تھا۔  
"دیا تو تھا کھانے کو ہنسنے بے مروت کہیں کا۔" تانیہ کہہ کر قریب پڑا آدھا برگر کھانے لگی۔

"ان سب میں میرا ایک ہی خواب تھا آپ کی شادی ہو اور وہ اس گھر سے چلی جائے مگر آپ کو بھی شایان سلطان ہی پسند آنا تھا اب ہر دو منٹ بعد آن ٹپکتی ہے۔" وہ سادگی سے کہہ کر ناشتے میں مصروف ہو گیا۔  
"چپ کرو زکوٹے ورنہ گھومنے کا پلین کینسل کر کے سسرال بھی نہیں جاؤں گی یہیں رہوں گی۔" تانیہ اس کے کندھے پر چت مارتے ہوئے بولی۔

"خدارا ایسا مت کیجیے گا باجی۔" وہ مسنوی دکھی لہجے میں بولا۔ ٹیبل پر موجود سب لوگوں کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ زندگی ٹریک پر آرہی تھی۔ ہیں ناں؟؟ (ٹویسٹ تو بنتا ہے)

\*\*\*

وہ اپنی بیکنگ مکمل کر کے اب آئینے کے سامنے کھڑی تیاری میں مصروف تھی۔ سیاہ موٹا لباس جس پر مختلف رنگوں کے پھول تھے پہن رکھا تھا۔ دسمبر شروع ہونے والا تھا سردی نے قدم جما نے شروع کر دیے تھے۔ اور کشمیر کی سردی سے بچنے کے لیے موٹا لباس ضروری تھا۔ بالوں کی مانگ نکالے دونوں سائڈز پر ٹویسٹ بنائی گئی تھی۔ چہرے پر ہلکا میک اپ تھا۔ وہ مسکارا لگانے میں مصروف تھی جب شایان مکمل سیاہ قمیض شلوار میں ملبوس بازو فولڈ کرتا اسکے پیچھے آکھڑا ہوا۔ تانیہ منہمک سی مسکارا لگانے میں مصروف تھی۔

"زوجہ اتنی حسین لگیں گی تو باہر ہی نہیں جانے دوں گا۔ نظر لگ گئی تو؟؟؟" وہ مسکرا کر اسکو دیکھتے ہوئے بولا۔

"آپ ساتھ ہیں ناں نہیں لگے گی نظر۔" وہ آہستہ سے بولی۔ مسکارا خراب نہ ہو جاتا بھائی۔

"کیا مطلب؟؟؟" شایان اسکے دائیں جانب آکھڑا ہوا۔ ایک بازو اٹھا کر دیوار پر جمائی اور دوسری کمر کے پیچھے کر لی۔ اب وہ اشتیاق سے تانیہ کو دیکھ رہا تھا۔ چہرے پر ہنوز مسکراہٹ تھی۔

"میرے ساتھ آپ جیسا نظر بٹو جو ہے۔" وہ اسکے بال بگاڑ کر کہتی بیڈ پر بیٹھ کر سینڈلز کی سٹریپ باندھنے لگی۔ شایان چند پل صدمے سے اسے دیکھتا رہا۔ "یہ غلط ہے زوجہ میں تعریف کروں اور آپ منہ پر ہی بے عزت کر گئیں۔" وہ یہ کہتا ایک گھٹنا زمین پر ٹکائے نیچے بیٹھا اور اسکے جوتے بند کرنے لگا۔ "شایان مت کریں میں کر لوں گی۔" وہ اسے پیچھے کرتے بولی۔ پچھلی بات تانیہ نے نظر انداز کی۔ شایان اسکے جوتے باندھنے کے بعد اٹھ کھڑا ہوا۔ تانیہ بیڈ سے بیٹھی مسکرا کر اسے دیکھتی رہی۔ وہ بھی مسکرا کر اسے دیکھتا رہا۔

"کوئی کہہ رہا تھا میں نظر بٹو ہوں۔ اب ایسے دیکھیں کی تو مجھے ہی نظر نہ لگ جائے۔" وہ یہ کہتا جھکا اور نرمی سے تانیہ کا ماتھا چوم کر پیچھے ہوا۔ تانیہ ہنوز اسکی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔

"مجھے آپ کی آنکھیں بہت پسند ہیں۔" وہ یہ کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ شایان نے نرمی سے اسکی کمر کے گرد اپنے بازو جمائل کیے۔ تانیہ کے ہاتھ اسکے سینے پر تھے۔

"جانتا ہوں انکا کلر بہت پیارا ہے نا؟؟؟" وہ شرارت سے مسکرا کر بولا۔

"او نہو۔" اتانیہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"صرف رنگ نہیں۔ جب بھی یہ آنکھیں مجھے دیکھتی ہیں، ان میں ایک دلفریب سی چمک ہوتی ہے۔ میری موجودگی میں ان کا تاثر بدلنے لگتا ہے، اور جب میں ان آنکھوں کے قریب ہوں، ان میں مجھے محض میرا عکس دکھائی دیتا ہے مجھے ان آنکھوں کے اس بدلتے رنگ سے عشق ہے۔" اس نے نرمی سے ان آنکھوں کو لبوں سے چھوا۔

"جناب یہ پورا کا پورا بندہ آپ کا ہے۔" وہ مسکرا کر بولا۔  
"یہ کوئی بتانے کی بات ہے بھلا۔" وہ ہنس کر کہتی اس سے دور ہوئی تھی۔  
\*\*\*

انہیں کشمیر گئے چار سے پانچ دن گزر چکے تھے۔ گھر میں معمول سے زیادہ خاموشی تھی۔

آمنہ آج بہت وقت بعد علی کے گھر میں دکھائی دی تھی۔  
"اتانی جان آپ کے کھانے آج بھی ویسے ہی لیز ہیں۔" وہ شیف کے قریب پڑے سٹول پر بیٹھی میکرونی کھانے میں مصروف تھی۔  
"یا خدا یاد کیجھو میں کتنی بڑی بھلکڑ ہوں علی صاحب کے کپڑے نکالنے تھے اور مجھے یاد ہی نہیں۔" وہ یاد آنے پر بولی۔

"سکینہ تم دیکھو اسے میں آتی ہوں تھوڑی دیر میں۔" وہ کام والی سے کہہ کر باہر کی جانب بڑھ گئی۔

آمنہ اوپن کچن کے باہر کی طرف بیٹھی تھی اس طرح کے اسکاچہرہ کچن کی جانب تھا۔ وہ سکینہ سے ہلکی پھلکی گفتگو میں مصروف تھی۔

"سکینہ یار کپڑے پر یس کرنے کو کہا تھا کوئی کام نہیں ہوتا تم سے۔" حزیفہ کی آواز پر آمنہ بالکل تھم گئی۔ حزیفہ ہاتھ میں کپڑے لیے اسی جانب آ رہا تھا۔ کچن کی طرف نظر پڑنے پر وہ بھی ایسے ہی جامد ہوا تھا۔

"معاف کرنا میں بھول گئی تھی ابھی کرتی ہوں۔" وہ یہ کہتی کچن سے باہر آئی اور کپڑے لے کر چلی گئی۔

حزیفہ خاموشی سے اسکی پیٹھ کو دیکھتا رہا۔ آمنہ کے سر پر اسکے لباس سے ملتا جلتا ہلکا گلابی دہا تھا۔ جس میں سے اسکے بال دکھائی دے رہے تھے۔ سیاہ اور گھنے بال جنہیں چوٹی کی صورت میں باندھا گیا تھا۔ حزیفہ کو ہمیشہ سے اسکے بال بہت پسند تھے۔

اس نے بے اختیار نظریں چرائی تھیں۔ آمنہ ایسے ہی ساکت بیٹھی رہی۔  
"کیسی ہو آمنہ؟؟" بلا آخر وہ کچن کے اندر آ کر اسکے سامنے کھڑے ہو کر بولا۔  
کنبخت میں اب بھی حوصلہ تھا نظریں ملانے کا۔ آمنہ نظریں جھکائے پلیٹ میں چھج ہلاتی رہی۔

"آپ کے بقول بد کردار۔" وہ نظریں اٹھا کر اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

حزیفہ کے دل میں کسی نے گھونسا دے مارا۔

"صحت کی بات کر رہا ہوں۔" وہ سمجھل کر بولا۔

"آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے جیسی بھی ہوں ٹھیک ہوں۔" وہ یہ کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ جانے کے لیے مڑی ہی تھی کہ حزیفہ نے اسے پکارا۔  
"جو ہوا تم اسے بھول نہیں سکتی؟؟؟" اسکی بات پر آمنہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا۔

"کیا بھول جاؤں؟؟؟" وہ غصے سے اسکی جانب مڑ کر بولی۔ حزیفہ خاموش رہا۔  
"بولوناں" وہ غرائی تھی۔ "تم نے مجھے بد کردار کہا مجھے پورے خاندان کے سامنے ٹھکرا دیا، ذلیل کیا، رسوا کیا، دھوکا دیا۔ کیا بھولوں؟ بتاؤ؟" وہ غصے سے کہتی چلی گئی۔ آنکھوں کے کنارے ہلکی سی نمی تھی۔

"میری کوئی غلطی نہیں تھی میں نے جو دیکھا جو سنا اس پر یقین کیا۔ تمہیں پتا ہے اس نے مجھے تمہاری کیسی کالز ریکارڈنگز بھیجی تھی؟؟؟" شاید وہ کچھ اور بھی کہتا جب آمنہ نے اسکے منہ پر زور دار چانٹ دے مارا۔

"اپنی واہیات بقو اس اپنے پاس رکھو۔ تم نے یقین کرنا تھا ناں۔ کر لیا؟ اب جہنم میں جاؤ۔" اسکی آنکھوں میں واضح نمی تھی۔ آہ حساس لوگوں کا غصہ کرتے



وقت رونا۔

"تم سمجھتی کیا ہو خود کو ہاں؟؟؟" حریفہ نے سختی سے اسکی بازو پکڑ کر کہا۔ آمنہ کو اسکی انگلیاں اپنی بازو میں دھنستی محسوس ہوئی۔

"میری غلطی نہیں تھی۔ جو بھی ہوا وہ تمہاری وجہ سے ہوا۔ تمہاری حرکتوں کی وجہ سے ہوا۔" وہ اتنے غصے سے اسکی بازو پکڑ کر بولا کہ چند لمحوں کے لیے آمنہ کو اس سے خوف آیا۔

"حریفہ۔" علی کی گرجدار آواز پر حریفہ نے مڑ کر سامنے دیکھا جہاں علی کھڑے تھے۔

"یہ کیا بد تمیزی ہے۔" وہ اسکے قریب کھڑے ہو کر چیخے تھے۔ حریفہ نے ایک جھٹکے سے آمنہ کی بازو چھوڑی تھی۔ علی نے آمنہ کو اپنے قریب کیا۔

"یہ اسکی غلطی تھی۔ سب اسکی غلطی تھی۔ اس نے مجھے دھوکا دیا اور اب یہ کیسے کہہ سکتی ہے کہ میں نے غلط کیا؟؟؟" حریفہ بھی چیخا تھا۔ آج اسکا رویہ کچھ عجیب نہیں تھا؟؟؟ بلکل بدلا ہوا سا۔ کیا یہ حریفہ علی ہی تھا؟؟؟

"بند کرو اپنی بقو اس اور اگر اس گھر میں رہنا چاہتے ہو تو آج کے بعد مجھے آمنہ کے قریب بھی مت نظر آنا۔" علی غصے سے بولے۔

وہ غصے سے آمنہ کو دیکھتا بغیر کچھ کہے وہاں سے چلا گیا۔

علی نے نرمی سے آمنہ کے سر پر ہاتھ رکھا۔ وہ مسلسل اپنے آنسو صاف کرنے میں مصروف تھی۔

"مجھے معاف کرنا چے۔" وہ نظریں چرا کر بولے۔

"نہیں تایا جان آپ کیوں کہہ رہے ہیں۔" وہ نرمی سے بولی۔

علی نے نرمی سے اسکے گالوں پر تھکی دی پھر بغیر کچھ کہے باہر چل پڑے۔

\*\*

وہ لوگ اس وقت ایک بہت حسین پہاڑی پر موجود تھے۔ وہ چھ سے سات سبزے سے لبریز پہاڑیاں ایک ساتھ تھی۔ ان پر اتنا نرم اور شفاف سبزہ تھا کہ ہر دیکھنے والی آنکھ کے دل تک سکون اتر جائے۔

سکون۔ پہاڑ ہی تو سکون ہیں۔ پہاڑوں کی خاموشی میں ایک عجیب کشش تھی جیسے وہاں موجود ہر نفس کا دکھ پہاڑوں کی وسعت میں کہیں کھو گیا ہو۔ بلند چوٹیاں، نیلا آسمان، ہوا کے نرم جھونکے، خاموشی۔ وہ سکون نہ تھا تو کیا تھا؟؟ تانیہ نے اس نرم ہوا کے جھونکے میں کھڑے نیلے آسمان کو دیکھتے خود کو آزاد محسوس کیا تھا۔

وہ اس وقت ایک انتہائی اونچی پہاڑی پر تھے سامنے بھی پہاڑ تھے۔ یوں کے ان پہاڑوں کی چوٹیاں آسمان میں کہیں غائب ہو گئی ہوں۔ اس پہاڑی پر اکا دکا اور بھی لوگ تھے۔ چند ایک حسین گھوڑے دکھائی دیے۔

"کتنا حسین منظر ہے ناں۔" وہ نرم گھاس پر بیٹھ گئے تھے۔ تانیہ کا سرخ فراق سبزے پر بکھرے پھولوں کی مانند لگتا تھا۔ اسکے بال ہوا سے اڑ رہے تھے مگر اس نے انہیں سمیٹنے کی کوشش بھی نہ کی۔ سورج انکے سروں پر پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا مگر اسکی تپش کہیں غائب تھی۔

"میرا منظر بھی۔" وہ تانیہ کو دیکھ کر بولا تو تانیہ مسکرا دی۔ وہ سفید قمیض شلوار پر سیاہ کوٹ پہنے ہوئے تھا۔ بال نفاست سے ایک جانب سیٹ کر رکھے تھے۔ اور آنکھیں ہمیشہ کی طرح اسکے حسن کو چار چاند لگائے ہوئے تھیں۔

"بہت بڑے فلرٹ ہیں آپ۔ کبھی تو سیریس رہا کریں۔" اسکے گال گلابی مائل ہو رہے تھے۔ وہ نظریں جھکا کر مسکرا کر بولی تھی۔ شایان کو اس نیلے آسمان، اونچی پہاڑی، سبزے ہر چیز سے حسین اسکی زوجہ ہی لگی تھی۔

"سیرس تعریف ہی تو کرتا ہوں۔ مزاق میں تھوڑی ناں کرتا ہوں۔" وہ خفا ہوا تھا۔ تانیہ تصویریں لینے میں مصروف تھی۔

وہ تصویریں لیتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور تھوڑا آگے جا کر تصویریں لینے لگی۔ شایان اسکا نیم رخ دیکھ سکتا تھا۔ اسکے چہرے پر سکون اور خوشی تھی۔ وہ جانتا تھا تانیہ کو بچپن سے ہی پہاڑوں پر گھومنا بہت پسند تھا۔

شایان نے اسے مسکرا کر دیکھتے ہوئے اپنی جیب سے موبائل نکالا اور خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ تانیہ سامنے مڑی تصویریں لے رہی تھی جبکہ شایان اسکے

دائیں جانب کھڑا اسکی ہر ہر حرکت اپنے کیمرے میں محفوظ کر رہا تھا۔ جب وہ مسکراتی تو اس مسکراہٹ کو وہ چپکے سے قید کر لیتا۔ کئیں بار جب وہ ہوا کے جھونکوں میں بالوں کو سنوارتی تو وہ اس منظر میں کھوسا جاتا۔ شایان اسکی آنکھوں کی چمک، اسکے چہرے کی معصومیت اور حسن کو کیمرے میں قید کر کے دیکھتا اور پھر مسکراتا۔ وہ اسکی محبت تھی، اسکی دیوانگی، اسکا جنون، اسکا عشق۔

تانیہ علی شایان سلطان کی دنیا تھی اور اسے یہ بات دنیا کو بتانے کی ضرورت نہیں تھی۔

وہ خاموشی سے اسکی تصویریں لیتا رہا جب وہ واپسی کے لیے مڑی تو شایان نے موبائل جیب میں رکھ دیا۔

"چلیں واپس چلتے ہیں۔ میں تھک گئی ہوں۔" وہ منہ کے زاویے بنائے بولی تھی۔

"کیوں کھدائی کر رہی تھی؟؟؟" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"چپ رہیں آپ پانچ گھنٹے ہو گئے ہیں یہاں ابھی شام ڈھل جائے گی نیچے کا راستہ بھی خاصہ لمبا ہے۔" وہ فکر مندی سے بولی۔

"چلنا ہے یا یہاں سے خود کشی کرنے کا ارادہ ہے؟؟؟" وہ شایان کو ہنوز ایسے ہی کھڑے دیکھ کر بولی۔

"استغفار اللہ ابھی ابھی تو زندگی ملی ہے ایسے کیسے خود کشتی کر لوں۔" وہ اسکا ہاتھ تھام کر مسکراتے ہوئے بولا۔

"مجھے لگتا ہے مجھے دنیا کا سب سے بڑا فلرٹ شوہر ملا ہے۔" وہ بھی اسکے ہاتھ کو تھام کر بولی۔

"فلرٹ نہیں زن مرید کہتے ہیں۔ شکر ادا کریں زوجہ کہ آپ کو ایسا تابعدار شوہر ملا ہے۔" شایان نظریں جھکا کر مسکراتے ہوئے بولا۔

"یہ زوجہ زوجہ کی رٹ کیوں لگائی ہوئی ہے نام ہے میرا کچھ۔" وہ خفگی سے بولی۔

"اچھا لگتا ہے یہ۔" وہ سامنے دیکھتے ہوئے بولا۔

"کیوں؟" وہ اسکی جانب مڑ کر بولی۔

"جب میں تمہیں زوجہ کہتا ہوں تو مجھے سکون ملتا ہے کہ تم پورے حق سے میری ہو۔" وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔ وقت ٹھم گیا، ہواؤں میں خوشبو سی بکھر گئی تھی۔ سبزے میں ہر جانب پھول سے کھل گئے تھے۔

"جان، ڈارلنگ، دنیا، یہ سب کوئی بھی ہو سکتا ہے مگر تم پورے حق سے میری ہو اسکا احساس صرف زوجہ لفظ ہی دیتا ہے۔" بلا آخر شایان نے پھر سے اسے تنگ کرنے کے لیے ایک بات ڈھونڈ لی تھی۔ وہ مسکرا کر سامنے چلنے لگا۔

تانیہ نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور سینے پر بازو لپیٹ کر سرخ چہرے سے اسے دیکھنے لگی۔

"اب کیا ہوا زوجہ؟؟؟" وہ مسکرا کر بولا۔ ہمہ مینا کہیں کا جیسے معلوم ہی نہ ہو۔  
"یہ جان، ڈارلنگ، دنیا کون ہیں آپ کی؟؟؟" وہ مکمل سنجیدگی سے بولی تو شایان کا بے اختیار قمقمہ اچھوٹا تھا۔

"کوئی نہیں میری جان یہ سب بھی تم ہی ہو۔" وہ اسکا ہاتھ تھام کر اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

تانیہ ہنوز ایسے ہی کھڑی رہی۔ شایان مسکرا کر اسکے عین سامنے آکھڑا ہوا۔ نرمی سے اسکا ایک ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھاما اور دوسرا اپنے دل کے مقام پر رکھ دیا۔  
"اس دل کی دھڑکن میں بھلا تمہارے علاوہ کوئی نام ہو سکتا ہے؟؟؟" وہ مسکرا کر بولا۔ تانیہ کا غصہ کہیں غائب ہوا تھا۔ اسکے دل پر ہاتھ رکھے، اسکی دھڑکن محسوس کرتے اسے اندازہ ہوا تھا کہ وہ واحد اس دل کی ملکہ ہے۔  
"میں آپ کی کیا ہوں؟؟؟" وہ مسکرا کر ایک بار پھر بولی۔

"تم؟؟؟" وہ مسکرا کر بولا۔

You are my beloved , you are my soul ,  
you are my princess , you are my angel ,  
you are the light of my eyes , you are the

color of my life ,you are the fulfilment of  
my dreams , you are the rhythm of my  
every heart beat, you are my heart, you are  
the light of my hopes, you are my flower  
... You know what?? You are not just my  
". earth you are my entire universe

وہ بولا تو بولتا ہی چلا گیا۔ تانیہ سے اسکا یہ رشتہ بیان کرنے کے لیے اسے کتاب  
لکھنے کا موقع دیا جاتا تو وہ لکھ دیتا کہ وہ عورت اس کے لیے کیا کیا تھی۔

And you know what over all that I love "

".to be called your ZOJAH

وہ یہ کہہ کر ہنسی تھی۔ وہ شایان کے سینے پر ہاتھ رکھے مسکرا رہی تھی۔ شایان  
نے اس منظر کو ساری عمر دیکھتے رہنے کی خواہش کی تھی۔

\*\*\*

دن یوں ہی آوارہ گردی میں گزر جاتا تھا۔ رات گئے وہ گھر میں داخل ہوتا تھا۔  
گھر کے کسی مکیں کو اسکی پرواہ نہ تھی۔ چند دن نازیہ رات تک اسکا انتظار کرتی  
اسے سمجھاتی مگر وہ کان پر پردے ڈالے ہوئے تھا۔ اب اسے گھر آنے پر  
اندھیرے اور خاموشی کے علاوہ کچھ نہ ملتا۔ چند دن قبل (تانیہ تب یہاں موجود

تھی) حریفہ کو ایک کیمکل انڈسٹری کی جانب سے جاب آفر ہوئی تھی۔ اس کا  
لاسٹ سیمیسٹر چل رہا تھا سو اس نے پہلے ڈگری کمپلیٹ کرنے پھر جاب کرنے  
کے لیے حامی بھری تھی۔ مگر وہ اپنی زندگی میں اس قدر الجھا ہوا تھا کہ اسے  
پڑھائی بھی یاد نہ تھی۔

اس کا مسئلہ تنہائی تھا۔ گھر میں علی اس سے بات نہ کرتے تھے۔ نازیہ کے پاس  
نصیحتوں کے علاوہ کچھ نہ ہوتا اور تانیہ وہ یہاں موجود نہ تھی۔ حریفہ کو شدت سے  
تانیہ کی یاد آئی تھی۔ اپنے کمرے میں آکر اس نے بلب روشن کرنے کی زحمت  
نہ کی۔ اندھیرے میں ہی اس نے اپنی جیکٹ ایک جانب اچھالی اور بیڈ پر دھپ  
سے گر گیا۔ سکون۔۔۔ اسے سکون کی تلاش تھی۔ آنکھیں موندیں اسے سکون  
کی طلب ہوئی تھی۔ اسکی آنکھ سے آنسوؤں اسکی کنپٹی میں جرب ہوا۔ اسے تانیہ  
کی یاد آرہی تھی بے تحاشہ۔ شاید وہ بھی یہاں ہوتی تو نصیحتوں کے ڈھیر لگاتی مگر  
وہ اسے سنتی۔ نہ جانے وہ کونسا غم کس غم میں لپیٹ کر رہا تھا۔ مگر اچانک وہ  
زور زور سے رو پڑا۔ تکیہ سینے میں دبوچے وہ اپنی چیخوں کا گلا گھونٹ رہا تھا۔  
تنہائی مضبوط سے مضبوط انسان کو کھوکھلا کر دیتی ہے۔ اس کے سر میں درد کی ٹیسیں  
اٹھ رہیں تھیں۔ مگر وہ روتارہا بغیر ر کے۔ نا جانے وہ کتنی دیر روتا رہا تھا اسے علم  
نہیں مگر اب اسکی آنکھیں خشک تھیں۔



وہ اٹھا اپنی آنکھیں رگڑ کر صاف کیں اور دراز سے نیند کی گولیاں نکال کر بغیر گنے پھانک لیں تھیں۔ سر ایک بار پھر تکیے پر گرا دیا تھا۔ وہ کب سویا سے کچھ معلوم نہ تھا اگر معلوم تھا تو اتنا کہ اسکے سکون اب بھی حاصل نہ ہوا تھا۔ اور سامنے موجود الماری کے اوپر والے خانے میں پڑا قرآن آج بھی ویسا ہی تھا۔ ادب سے کپڑے میں لپیٹ کر اسے احتراماً اونچا رکھ دیا گیا تھا۔ مگر شاید اسے اتنا اونچا رکھ دیا گیا تھا کہ ضرورت پڑنے پر اس تک ہاتھ بھی نہ جاتا۔

\*\*\*

دن یوں ہی آوارہ گردی میں گزر جاتا تھا۔ رات گئے وہ گھر میں داخل ہوتا تھا۔ گھر کے کسی مکین کو اسکی پرواہ نہ تھی۔ چند دن نازیہ رات تک اسکا انتظار کرتی اسے سمجھاتی مگر وہ کان پر پردے ڈالے ہوئے تھا۔ اب اسے گھر آنے پر اندھیرے اور خاموشی کے علاوہ کچھ نہ ملتا۔ چند دن قبل (تانیہ تب یہاں موجود تھی) حریفہ کو ایک کیمکل انڈسٹری کی جانب سے جاب آفر ہوئی تھی۔ اس کا لاسٹ سیمیسٹر چل رہا تھا سو اس نے پہلے ڈگری کمپلیٹ کرنے پھر جاب کرنے کے لیے حامی بھری تھی۔ مگر وہ اپنی زندگی میں اس قدر الجھا ہوا تھا کہ اسے پڑھائی بھی یاد نہ تھی۔

اسکا مسئلہ تنہائی تھا۔ گھر میں علی اس سے بات نہ کرتے تھے۔ نازیہ کے پاس نصیحتوں کے علاوہ کچھ نہ ہوتا اور تانیہ وہ یہاں موجود نہ تھی۔ حریفہ کوشدت سے

تانیہ کی یاد آئی تھی۔ اپنے کمرے میں آکر اس نے بلب روشن کرنے کی زحمت نہ کی۔ اندھیرے میں ہی اس نے اپنی جیکٹ ایک جانب اچھالی اور بیڈ پر دھپ سے گر گیا۔ سکون۔۔۔ اسے سکون کی تلاش تھی۔ آنکھیں موندیں اسے سکون کی طلب ہوئی تھی۔ اسکی آنکھ سے آنسوؤں اسکی کنپٹی میں جذب ہوا۔ اسے تانیہ کی یاد آرہی تھی بے تحاشہ۔ شاید وہ بھی یہاں ہوتی تو نصیحتوں کے ڈھیر لگاتی مگر وہ اسے سنتی۔ نہ جانے وہ کونسا غم کس غم میں لپیٹ کر رو رہا تھا۔ مگر اچانک وہ زور زور سے رو پڑا۔ تکیہ سینے میں دبوچے وہ اپنی چیخوں کا گلا گھونٹ رہا تھا۔ تنہائی مضبوط سے مضبوط انسان کو کھوکھلا کر دیتی ہے۔ اسکے سر میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہیں تھیں۔ مگر وہ روتارہا بغیر رکے۔ ناجانے وہ کتنی دیر روتا رہا تھا اسے علم نہیں مگر اب اسکی آنکھیں خشک تھیں۔ وہ اٹھا اپنی آنکھیں رگڑ کر صاف کیں اور دراز سے نیند کی گولیاں نکال کر بغیر گئے پھانک لیں تھیں۔ سر ایک بار پھر تکیے پر گرادیا تھا۔ وہ کب سویا اسے کچھ معلوم نہ تھا اگر معلوم تھا تو اتنا کہ اسکے سکون اب بھی حاصل نہ ہوا تھا۔ اور سامنے موجود الماری کے اوپر والے خانے میں پڑا قرآن آج بھی ویسا ہی تھا۔ ادب سے کپڑے میں لپیٹ کر اسے احتراماً اونچا رکھ دیا گیا تھا۔ مگر شاید اسے اتنا اونچا رکھ دیا گیا تھا کہ ضرورت پڑنے پر اس تک ہاتھ بھی نہ جاتا۔

\*\*\*

وہ آج کافی دنوں بعد بریک ٹائم گراؤنڈ میں نظر آیا تھا۔ ورنہ وہ لیچر ختم ہوتے ہی غائب ہو جاتا تھا بلکہ لیچر کے دوران بھی غائب ہی رہتا تھا۔ کبھی دماغی تو کبھی ظاہری طور پر۔

"ارے حریفہ ماشاء اللہ کافی دنوں بعد چاند دکھائی دیا۔" روحان حریفہ کو گراؤنڈ میں چت لیٹے دیکھ کر اسکے قریب بیٹھتے ہوئے بولا۔  
حریفہ خاموش رہا۔

"بھائی بات سن۔" وہ بولا تو حریفہ نے محض نظر موڑ کر اسے دیکھا جیسے بات کہنے کی اجازت دے ہو۔

"ایک دن تم کہہ رہے تھے تم پریشان ہو اور میں نے کہا تھا مجھے مت بتانا یاد ہے؟؟" وہ سیاہ آنکھیں اس پر گاڑھے بولا۔ دودھ دھیار نگت اس پر سیاہ داڑھی اور موچھیں اور سیاہ آنکھیں، وہ خالص پٹھان تھا۔ اسکا لہجہ، اسکا حسن، اسکا رنگ روپ اسکے پٹھان ہونے کا ثبوت تھا۔

اور پھر پٹھانوں کی خوبصورتی بیان کرنے کے لیے ایک ہی جملہ کافی ہی کہ "وہ پٹھان ہیں۔"

"یاد ہے۔" حریفہ نے نظریں موڑ کر کہا۔

"چلو وہ ڈیل رینیو کرتے ہیں اب بتاؤ کیا پریشانی ہے تم کو۔" وہ پیار سے اسکے قریب ہوتے ہوئے بولا۔

حزیفہ ہلکا سا مسکرایا۔

چندپیل وہ چہرہ اچھکائے خاموشی سے بیٹھا رہا۔ روحان بھی خاموش رہا۔  
"میں بہت اکیلا ہوں یار۔" بلا آخر اس نے بولنا شروع کیا۔ روحان ہنوز خاموش رہا۔

"میں چاہتا ہوں کوئی ہو جو میری تنہائی دور کرے، کوئی ہو جو میری بات کو سمجھے  
میری بات کا یقین کرے، جو میرے زخموں کو مندل کر دے۔" چندپیل کی  
خاموشی کا وقفہ ہوا۔

"میرے بہت سے خواب ہیں۔ مجھے بہت کچھ حاصل کرنا ہے ابھی مگر۔۔۔ مگر  
میں بہت پریشان ہو یا رہا۔ مجھے لگ رہا ہے میں ڈھے گیا ہوں میں کچھ بھی حاصل  
نہیں کر سکتا اور جو حاصل کیا ہے وہ خاک ہے۔ مجھے۔۔۔ مجھے نہیں معلوم مجھے  
کیا ہو گیا ہے۔ مجھے قسم سے نہیں پتا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔" وہ سر ہاتھوں میں  
گرائے آنسوؤں ضبط کرتے ہوئے بولا۔

"چلو اس پر بھی بات کرتے ہیں ابھی آؤ نماز کا وقت ہو گیا ہے پہلے وہ پڑھ  
لیں۔" روحان مسکرا کر بولا۔ حزیفہ نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا۔ نماز؟؟ کتنا  
عرصہ ہوا اس نے نماز نہیں پڑھی تھی؟؟ اسکی آنکھوں میں پہلے سے زیادہ  
کرب تھا۔

"میں۔۔ میں نے بہت عرصے سے نماز نہیں پڑھی۔" وہ جیسے خود سے کہہ رہا تھا۔

"تو کیا ہوا یا ر آج پڑھ لو۔" روحان اسے ہاتھ سے کھینچ کر کھڑا کرتا بولا۔ وہ نظریں جھکائے خاموشی سے اسکے پیچھے چلتا رہا۔ مسجد میں پہنچ کر وہ خاموشی سے روحان کے پیچھے کھڑا رہا۔ روحان پوری دل جمعی سے وضو کر رہا تھا۔ حریفہ نظریں اس پر گاڑے کھڑا رہا۔ روحان نے اسے وضو کرنے کو کہا تو وہ بغیر کسی رد عمل کے وضو کے لیے بیٹھ گیا۔ چند پل بعد وہ دونوں امام صاحب کے پیچھے کھڑے ظہر کی نماز ادا کر رہے تھے۔

سجدے میں جاتے ہی حریفہ کو محسوس ہوا اس کا دل بند ہو جائے گا۔ اسکی آنکھوں کے کنارے بھیگ رہے تھے۔ مگر وہ انہیں ضبط کیے نماز ادا کرتا رہا۔ سلام پھیرنے کے بعد بہت سے لوگ اٹھ کر جا چکے تھے۔ روحان آنکھیں بند کیے دعا میں مصروف تھا۔ حریفہ اپنے ہاتھوں کو دیکھتا رہا۔ بہت دیر بعد جب اکا دکا لوگ مسجد میں رہ گئے تب روحان نے ہاتھ چہرے پر پھیر کر دعا مکمل کی۔ چند پل کی خاموشی کے بعد اس نے بولنا شروع کیا۔

"پتا ہے حریفہ یہاں موجود ہر شخص لا حاصل کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔ دولت، پیسہ، شہرت، کامیابی۔ اور اس لا حاصل کے حصول کے لیے وہ اتنا مصروف ہے

کہ اسے سکون کی ایک گھڑی بھی نصیب نہیں ہے۔ "روحان کے چہرے پر ایک دل فریب مسکراہٹ ابھری تھی۔

"لیکن میرا اللہ کہتا ہے

"وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ ہم سے کہتا ہے کہ اے میرے بندے توں کیوں پریشان ہے میں ہر چیز پر قادر ہوں۔ اس ذات کے لیے کچھ ناممکن نہیں ہے۔ تم اس ذات سے کیوں ناامید ہو حزیفہ؟؟ "وہ نرمی سے بولا۔ حزیفہ خاموشی سے سر جھکائے بیٹھا رہا۔ اسکے پاس کہنے کو کوئی الفاظ نہ تھے۔

"وہ ہمارا رب ہے وہ ہم سے ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرنے والا ہے وہ ہمارے حق میں بہترین فہصلہ کرے گا پھر ہم کیوں ان معمولی چیزوں کے لیے پریشان ہیں۔ اتنی پریشان کہ ہم اس ذات کو ہی بھول گئے جو ہمیں یہ سب دے سکتا ہے۔ "روحان یہ کہہ کر چند پل خاموش رہا۔

"اس دنیا میں ہر شخص اکیلا ہے۔ وہ اکیلا آیا تھا اور اکیلا ہی جائے گا پھر ہم کس سہارے کی تلاش میں ہے؟؟ یہ عارضی سہارے ہمیں کیا دے سکتے ہیں۔ لیکن اسکے باوجود ہمیں حقیقتاً ایک سہارے کی ضرورت ہے جو ہمارے زخموں پر مرہم رکھے جو ہمارے دکھ سنے، جس سے ہم اپنی تکلیف بیان کرے اور وہ سمجھے۔ ایک ایسا سہارا جو انسان کو سکون دے۔"

"تو میرا اللہ کہتا ہے  
وہو علی کل شاہداً

"اللہ ہر چیز کا گواہ ہے۔ وہ سب جاننے والا ہے۔ اللہ کی ذات ہر اس زخم سے واقف ہے جو تمہارے دل پر لگا ہے۔ تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو حزیفہ جو بہترین سہارا ہے۔ جو کبھی اکیلا نہیں چھوڑتا اور وہ ہر مشکل کا حل بیان کرتا ہے۔

"انسان کے کے ایسے بے شمار دکھ ہیں جنہیں وہ کسی سے بیان نہیں کر سکتا۔ بے شک کوئی کتنا ہی مخلص ہو ہم اسے نہیں بیان کر سکتے کچھ غم یہ نیچرل ہے۔ لیکن ہم بتانا چاہتے ہیں کسی کو ہم کسی سے دکھ بانٹنا چاہتے ہیں جو ہمیں جج بھی نہ کرے اور سنے۔ بعض اوقات صرف کسی کے ہمیں سن لینے سے ہی ہمیں سکون مل جاتا ہے۔

وہو علی کلی شئ علیم

وہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔

انسان کا حال، ماضی، مستقبل سب کا علم اللہ کی ذات کو ہے۔ اللہ انسان کے خیال، اعمال اور نیتوں کو ہی نہیں بلکہ انکے نتائج کو بھی جانتا ہے۔ کیا معلوم جس

دکھ سے ہم گزر رہے ہیں وہ اس دکھ سے لاکھ درجے کم ہو جس سے ہمیں اللہ نے بچا لیا ہو۔"

"پتا ہے انسان کی سب سے بڑی کمزوری کیا ہے؟؟ کہ وہ خود کو دنیا کا سب سے مضبوط انسان سمجھے۔ شاید تم سمجھ رہے ہو گے کہ تم بہت مضبوط ہو، تم ہر دکھ کا سامنا کر سکتے ہو اس لیے تو سب سے طاقتور ہو لیکن اصل میں ہر شخص

دوسرے سے زیادہ دکھ برداشت کیے ہوئے ہے۔ ایک انسان چھوٹا سا بالکل چھوٹا سا دکھ برداشت کر کے سمجھ لیتا ہے جیسے اس جیسا مضبوط کوئی نہیں ہے لیکن درحقیقت وہ اتنا کمزور ہوتا ہے کہ ایک معمولی سے چونٹی برابر دکھ کو پہاڑ سمجھ لیتا ہے۔" روحان اب کی بار حریفہ کی طرف مڑا جو سر جھکائے بیٹھا تھا۔  
"عارضی ٹھکانے تلاش مت کرو اس غم سے نکلو بلکہ ایک منٹ؟؟" وہ واپس دوست کے موڈ میں آیا تھا۔

"کوئی سا غم؟؟ ایویں ڈرامے نہ کیا کر چل اٹھا اب۔ زرا سا کچھ ہوا نہیں حریفہ صاحب ڈپریشن کا شکار ہو جاتے ہیں۔" وہ کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

\*\*\*



وہ آجکل وقت پر گھر آ جایا کرتا تھا۔ علی اور اسکے درمیان خاموشی اب تک برقرار تھی۔ مگر نازیہ سے وہ ہلکی پھلکی گفتگو کر لیا کرتا تھا۔ آج اسکا آخری امتحان تھا لیکن اس سے زیادہ خوشی اسے تانیہ کے واپس آنے کی تھی۔ تانیہ اور شایان کشمیر سے گھومنے کے بعد وہیں سے نار ان کاغان چلے گئے جس وجہ سے انکی واپسی ایک مہینے بعد ہو رہی تھی۔ حریفہ پیپر دینے کے بعد گھر پہنچا تو گھر کے اندر سے گونجنے والے قہقہوں کی آوازؤں سے اسے آج یہ "گھر" محسوس ہوا تھا۔ اس نے جلدی سے ہیلمٹ اتارا اور بھاگتا ہوا لان کی جانب بڑھ گیا۔ لان میں تانیہ اور شایان کے علاوہ حلیمہ اور زارا بھی موجود تھیں۔ تانیہ کی نظر حریفہ پر پڑی تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آؤ آؤ میرے زکوٹے۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔ تمام لوگ ہنس پڑے۔ حریفہ کو اس نام سے آج چڑ نہیں ہوئی تھی نہ اسے سب کا ہنسنا برا لگا تھا۔ وہ چلتا ہوا تانیہ کے قریب آیا اور بغیر کچھ کہے تانیہ کو گلے لگا لیا۔ تانیہ بالکل خاموش ہو گئی۔ ان دونوں میں بہت محبت تھی یہ سب جانتے تھے لیکن وہ ہر وقت لڑتے جھگڑتے دکھائی دیتے تھے۔ اب یوں اتنے پیار سے حریفہ کا اسے گلے لگانا سب کے لیے حیران کن تھا۔

"اتنے عرصے کے لیے کون جاتا ہے؟ میں نے آپ کو کتنا مس کیا پتا ہے؟؟" وہ اسے خود سے الگ کرتے ہوئے بولا۔

"یا اللہ کہیں میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہی۔" تانیہ نے آنکھیں رگڑ کر حیرت سے کہا۔

"بہت بری ہو آپا۔" وہ منہ کے زاویے بنا کر بولتا شایان کی جانب بڑھ گیا۔ سب سے ملنے کے بعد وہ وہیں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد نازیہ بولی۔

"جاؤ بیٹا فریش ہو کر آ جاؤ پھر کھانا کھاتے ہیں۔"

"ابھی نماز کا وقت ہے میں فریش ہو کر نماز پڑھوں گا پھر کھاؤں گا آپ لوگ کھالیں۔" وہ گھڑی پر دیکھتا بولا۔

"یا اللہ میں واقع کوئی خواب دیکھ رہی ہوں۔ شایان زرا چٹکی کاٹنا مجھے۔" وہ حزیفہ کی طرف حیرت سے دیکھتے ہوئے بولی جبکہ اسکا ہاتھ شایان کے سامنے تھا۔

"جیسا آپکا حکم زوجہ محترمہ۔" شایان نے یہ کہہ کر تانیہ کے ہاتھ پر ایک زوردار قسم کی چٹکی کاٹی تھی۔ تانیہ نے درد کے چیختے ہوئے شایان کے کندھے پر چت لگائی تھی۔

"بہت بے شرم ہیں آپ۔" وہ اپنا ہاتھ سہلاتے ہوئے بولی۔ شایان نے مسکراتے ہوئے نرمی سے اسکا ہاتھ تھام کر سہلایا۔

حزیفہ سب کو مسکراتا چھوڑ کر کمرے میں آیا نہا کر لباس تبدیل کر کے باہر کی جانب بڑھا۔ گیٹ پر پہنچ کر اسکا سامنا حلیمہ سے ہوا۔

"ارے حزیفہ میاں اب کہاں چل دیے؟؟" حلیمہ نے اسے پکارا تو وہ انکی جانب متوجہ ہوا۔

زارا کی ماں کا رشتہ ایک جانب مگر حلیمہ آج بھی حزیفہ کو ایک نظر نہ بھاتی تھی۔ حزیفہ کو عجیب چڑھتی تھی حلیمہ سے۔ بچپن سے ہی نازیہ کے کہنے پر وہ خاموش ہو جاتا مگر حلیمہ اسے بالکل پسند نہ تھیں۔

"نماز پڑھنے جا رہا ہوں۔" اس نے بغیر کسی تاثر کے کہا۔ شاید وہ جانتا تھا اب ہمیشہ کی طرح یہاں ہلکی پھلکی جنگ ہونے والی تھی۔

"ارے تو باہر کیوں جا رہے ہو؟؟ گھر میں جگہ کم ہے کیا؟؟" وہ حیرت سے بولتی حزیفہ کو چڑا رہی تھی۔

"باہر سڑک پر نہیں پڑھوں گا۔ مسجد میں پڑھوں گا۔" وہ دانت پیستے ہوئے بولا۔

"پھر بھی بیٹا گھر میں پڑھ لو کیا مسئلہ ہے؟" وہ پیار سے بولیں تھی۔

"میں مسجد میں ہی پڑھتا ہوں تو وہیں پڑھوں گا مسئلہ کیا ہے آخر؟؟" اب کی بار وہ سخت لہجے میں بولا۔

"کیا ہوا خیریت ہے؟؟" زارا انکے قریب آتے ہوئے بولیں۔

"خیریت رہے گی اگر لوگ مجھے میرے حال میں جینے دیں۔" حریفہ حلیمہ کو دیکھ کر کہتا باہر چلا گیا۔

"ماما کیا کہا ہے آپ نے اس سے؟؟؟" زارا حلیمہ کی جانب مڑتے ہوئے بولی۔  
"لو بھلا میں نے تو بس اتنا کہا تھا کہ گھر میں نماز پڑھ لو اس میں اتنا اور ٹیک کرنے کی کیا بات تھی۔" حلیمہ پر سکون سی بولیں۔

"ماما پلیز آپ جانتی ہیں وہ آپ کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی سیریس لے لیتا ہے تو مت اسے ٹوکا کریں۔" زارا نے خفگی سے کہا۔

"اس شخص کا نام جو آج تمہارے نام کے ساتھ جڑا ہے ناں وہ میری وجہ سے ہے تو مجھے یہ مفت کے بھاشن مت دیا کرو۔" حلیمہ سنجیدگی سے بولیں۔  
"آپ کی وجہ سے؟؟؟ لائک سیریسلی؟؟؟" وہ یہ کہہ کر طنزیہ ہنسی ہنستے اندر کی جانب بڑھ گئی۔

حلیمہ کی نظروں نے دور تک اسکا پیچھا کیا۔ انکے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔  
جب زارا اسکی نظروں سے او جھل ہوئی تو حلیمہ کی مسکراہٹ گہری ہوئی اسکی نظریں ہنوز اسی جگہ تھیں جہاں سے زارا گزری تھی۔ حلیمہ کے لبوں سے ایک ہی جملہ ادا ہوا تھا۔

"میری وجہ سے۔"

\*\*\*

وہ اپنے کمرے میں بیٹھا قرآن پڑھ رہا تھا۔ وہ سورت دھر کی تلاوت کر رہا تھا۔ وہ ایک آیت کی تلاوت کرتا پھر اسکا ترجمہ پڑھتا۔ وہ سورت پڑھ کر اسے اندازہ ہوا کہ اللہ نے انسان کو ایک معمولی بے جان جمے ہوئے لو تھڑے سے بنایا۔ پھر اسے سننے، دیکھنے، بولنے کے لیے عزادے۔ وہ ذات کس قدر شکر کی حامل تھی اور انسان کس قدر مغرور۔ آخر غرور کس بات کا؟؟ یہ حسن، یہ مرتبہ یہ کامیابی اس سب کا غرور کیوں جب دینے والی ذات اللہ کی ہے۔ ہم لوگ اپنے حسن، کامیابی، مقام و مرتبے پر فخر و غرور تو کرتے ہیں لیکن اس رب کا شکر ادا کرنا بھول جاتے ہیں جس نے ہمیں یہ سب عطا کیا۔ پھر اگر کبھی ہم سے کچھ چھن جائے تو ہمیں فوراً خدا یاد آ جاتا ہے کہ خدا ظالم ہے۔

"وہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کر لے، اور ظالموں کے لیے اس نے درد ناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔" سورت کی آخری آیت پڑھتے ہوئے بے اختیار اسکی آنکھوں میں آنسوؤں جھلکے تھے۔ اس نے ہر رحمت سے بڑھ کر اپنی ہدایت کا شکر ادا کیا تھا۔ اسے رونا آیا تھا کہ وہ اتنی خطاؤں کے بعد بھی اپنے رب کو عزیز تھا جس نے اسے ہدایت دی۔

وہ قرآن کو بند کر کے بلک شلیف میں رکھ رہا تھا جب اسکے کمرے کا دروازہ بجا۔ اس نے مڑ کر دیکھا تو سامنے زارا کھڑی تھی۔ سادہ سیاہ قمیض شلوار پہنے وہ

مسکراتی ہوئی حریفہ کو دیکھ رہی تھی۔ حریفہ نے بھی مسکرا کر اسے دیکھا اور نظریں جھکا لیں۔

"کیا کر رہے تھے؟؟؟" وہ کمرے کے اندر داخل ہوتے ہوئے بولی۔  
"تلاوت کر رہا ہے بیٹھو۔" اس نے صوفے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔  
"یہ تم میں ایک دم سے اتنی چینجک کیسے آگئی؟؟؟" وہ مشکوک نظروں سے اسے دیکھتی ہوئی بولی۔

"اوو پلیز اب تم بھی پھوپھو کی طرح سٹارٹ مت ہو جانا۔" وہ مسکرا کر مگر خفگی سے بولا۔

"ماما کی باتوں کو اگنور کر دیا کرو وہ بس بول دیتی ہیں کچھ بھی۔" اس نے نرمی سے کہا۔

"میں کرنا چاہتا ہوں مگر سوری ٹو سے مجھے بس پھوپھو نہیں پسند۔" وہ بے دھانی میں بول گیا۔ پھر یاد آنے پر وہ زار کی طرف مڑا جو سخت غصے سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"اچھا سوری ناں تمہیں پتا ہے بسسس وہ نہیں۔۔۔۔" وہ کچھ کہتا خاموش ہو گیا۔

"وہ میری ماما ہیں حریفہ تم ایسا کیسے کہہ سکتے ہو۔" وہ غصے سے بولی۔  
"اچھا سوری غلطی سے بول دیا۔" وہ بال کھاتے ہوئے بولا۔

"آئندہ مت بولنا مجھے اچھا نہیں لگے گا۔" زارا نار مل ہوتے ہوئے بولی۔

"کیا ہوا جو پھوپھو نہیں پسند انکی بیٹی تو پسند ہے ناں تم اسی میں خوش رہا کرو۔"

حزیفہ نے شرارت سے کہا۔ زارا کے گال لال ہوئے۔

"مجھے چھوڑو یہ تم میں کب سے اتنی چیخنگ آگئی؟؟ تم شرمانے کب سے لگ گئی بھئی؟؟" وہ ہنسا تو ہنستا ہی چلا گیا۔

"بہت برے ہو تم حزیفہ۔" وہ ہنستی ہوئی بولی۔

"لیکن تم بہت اچھی ہو۔" وہ ایک بار پھر ہنستے ہوئے بولا۔

زارا چند پل اسے ہنستے ہوئے دیکھتی رہی۔ وہ پہلے کبھی اس سے اچھے طریقے سے بات بھی نہ کرتا تھا اور اب وہ اس کے ساتھ بیٹھا ہنس رہا تھا۔ حزیفہ کی ہنسی کی تو اس نے زارا سے پوچھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو اب؟؟" مسکرا ہٹ اب بھی اس کے چہرے پر موجود تھی۔

"تم آمنہ کو بھول چکے ہو؟؟" سوال غیر متوقع تھا۔ حزیفہ کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔ چند پل خاموشی میں کٹے۔ خاموشی تو یل ہوئی تو زارا کا دم گٹھنے لگا۔ اسے لگا اگر حزیفہ نے کچھ غلط کہہ دیا تو وہ اسے ہمیشہ کے لیے کھودے گی۔

"ہاں۔" حزیفہ کے جواب پر اس نے سانس لیا۔

"مگر میں اس سے نفرت نہیں کرتا۔" حزیفہ کے جواب پر زارا نے حیرت سے

اسے دیکھا۔

"مجھے نہیں پتا کیسے لیکن وہ میرے دل و دماغ میں کہیں بھی نہیں ہے۔ میں بس اسے بھول چکا ہوں۔" اس نے کہہ کر ایک گہرا سانس لیا۔  
"میں سوچتا تھا آمنہ وہ لڑکی ہے جو مجھے نہ ملی تو میں تو جی ہی نہیں سکوں گا۔" وہ کہہ کر کھوکلی ہنسی ہنسا تھا۔

"اور دیکھو آج میں اسے بھول چکا ہوں۔ لیکن مکمل کبھی بھی نہیں۔ کبھی بھی۔۔۔ میری زندگی، دل و دماغ کا ایک حصہ۔۔۔ بی شک بالکل تھوڑا سا حصہ لیکن وہ ہمیشہ سے اسکا تھا اسکا ہے اور اسی کار ہے گا۔" وہ کہہ کر زار کی طرف مڑا۔ زار کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ چکا تھا۔  
"میں تم سے پکا وعدہ تو نہیں کرتا مگر میں تمہیں اس بات کا پکا یقین دلاتا ہوں کہ میں تم سے وفادار رہوں گا۔" حزیفہ کے الفاظ سے زار کو حقیقتاً تسلی ہوئی۔  
"اور یہ بھی کہ تم میری زندگی میں آنے والی آخری عورت ہو گی۔" اس نے کہا تو زار آنے پر سکون ہو کر گردن ہلائی۔

دور کہیں اسکے کانوں میں چند الفاظ گونجنے لگے۔

"یہ شخص جسکا نام تمہارے نام کے ساتھ جڑا ہے میری وجہ سے جڑا ہے۔"

\*\*\*

حزیفہ کی ڈگری کملیٹ ہو چکی تھی اور اب وہ ایک کیمیکل انڈسٹری میں کام کرتا تھا۔ شایان اور تانیہ بھی اپنے اپنے کام میں مصروف تھے۔ تانیہ کے ہاں اولاد



ہونے والی بھی جسکی وجہ سے شایان اسے چند عرصے کے لیے جاب نہ کرنے کے لیے کہہ رہا تھا مگر تانیہ کو اپنے کام سے جنونی حد تک عشق تھا، وہ یہ نہیں کر سکتی تھی۔

اس وقت حریفہ تانیہ کو رسیو کرنے کے لیے ہاسپٹل کے باہر کھڑا تھا۔  
"آ بھی جائیں کون سے کام کر رہی ہیں؟؟؟" وہ کال پر تانیہ سے بولا۔

"تم کہاں ہو؟؟؟" تانیہ نے حیرت سے پوچھا۔

"باہر کھڑا ہوں ایک گھنٹے سے لیکن آپ نے تو سارے مریض آج ہی ٹھیک کرنے ہیں ناں جلدی آئیں۔" اس نے خفگی سے کہہ کر کال کاٹ دی۔  
"کیا کروں اس لڑکے کا ایک تو انفارم کیے بغیر آگیا اور اب غصہ بھی مجھے دکھا رہا ہے۔" وہ اپنا سامان سمیٹتے ہوئے بولی۔

"آج تم کیوں آئے خیریت ہے؟؟؟" وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔  
آسمان پر سیاہ بادل چھا رہے تھے۔ ہلکی ہلکی گرج چمک نے ماحول کو کچھ پر اسرار سا بنار کھا تھا۔

"ویسے ہی سوچا آج آپ کو گھمانے لے کر چلوں۔" وہ گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔

"کہاں جا رہے ہیں؟؟؟" وہ سر سیٹ کی پشت پر ٹکا کر بولی۔

"یہاں کچھ فاصلے پر آنسکر یم پار لرہے وہیں چلیں گے۔" وہ سڑک پر نظریں جمائے بولا۔

"اور تمہارا یہ تھوڑا سا فاصلہ کتنا تھوڑا ہے؟" وہ مشکوک نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"زیادہ نہیں بس ایک گھنٹا لگے گا۔" وہ میسنی ہسی ہستے ہوئے بولا۔ تانیہ جانتی تھی حریفہ کو تویل سفر پسند تھے، اور جب وہ بانیک کی بجائے گاڑی لے آئے سمجھو آج اسکا لانگ ڈرائو کا موڈ ہے۔

حریفہ نے گاڑی میں ہلکا میوزک چلا دیا تھا۔ تانیہ کافی تھکی ہوئی تھی سو وہ آنکھیں موند کر پر سکون سی بیٹھ گئی۔

"شام میں پھوپھو آرہی ہیں۔" کچھ دیر بعد حریفہ نے بتایا۔

"اسی لیے اتنے خوش ہو؟؟؟" تانیہ نے مسکرا کر پوچھا۔

"پھوپھو آرہی ہیں۔۔ میں خوش ہو سکتا ہوں؟؟؟" وہ خفگی سے بولا۔

"پھوپھو کی بیٹی بھی تو آرہی ہے اس لیے خوش ہونا بنتا ہے۔" تانیہ نے کہا تو اس

نے حریفہ کے چہرے پر دلفریب مسکراہٹ کو امنڈتے دیکھا۔

"تم زارا کو پسند کرتے ہونا حریفہ؟؟؟" تانیہ نے نا جانے کس خیال کے تحت

پوچھا۔

"مجھے نہیں پتا تھا وہ ایسی ہے۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وہ بولا۔

"وہ بہت معصوم سی ہے، خوبصورت ہے۔ ہاں تھوڑی ننگ چڑی ہے مگر میرے ساتھ اچھی رہتی ہے اور کبھی زد کرے بھی تو بری نہیں لگتی۔ مجھے ہمیشہ سے لگا تھا جیسے وہ بہت مغرور اور ٹاکسک قسم کی لڑکی ہے مگر وہ بالکل بچوں جیسی ہے۔ ہاں تھوڑی مغرور بھی ہے مگر۔۔۔ وہ جیسی بھی ہے میری ہے اور مجھے ایسے ہی پسند ہے۔" وہ نرم مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

تانیہ کے لیے یہ حیرانی کی بات تھی کہ حریفہ اتنی جلدی زارا کو دل میں جگہ کیسے دے سکتا ہے؟؟

مگر وہ خاموش رہی۔ وہ حریفہ سے پوچھنا چاہتی تھی آمنہ کا کیا؟؟ صرف چند ماہ میں اسے زارا سے اتنی محبت ہو گئی تھی تو اس معصوم لڑکی کا کیا قصور جس نے بچپن سے اس سے محبت کی۔ اسے کس چیز کی سزا ملی؟؟ مگر وہ خاموش رہی۔ کچھ تھا جو حریفہ کے معاملے میں اسے کھٹک رہا تھا۔ جب وہ لوگ آنسکر یم پالر کے باہر کے تو بادل پورے آسمان پر چھا چکے تھے۔ ہلکی ہلکی ہوائ نے موسم کو حسین بنا رکھا تھا۔ وہ دونوں تقریباً آدھا گھنٹا وہاں کے پھر گھر کے لیے نکلے۔ راستے میں ان نے حلیمہ کی گاڑی کو ایک گلی کے باہر رکتے اور حلیمہ کو اس سے نکلتے دیکھا۔

"یہ پھوپھو کہاں جا رہی ہیں؟؟" حریفہ نے حیرت سے انہیں دیکھ کر پوچھا۔  
"معلوم نہیں۔" تانیہ بھی حیرت سے بولی۔

"آپ ویٹ کریں میں آتا ہوں۔" وہ تانیہ کو گاڑی میں چھوڑ کر حلیمہ کی جانب بڑھا۔ حلیمہ جب تک ایک تنگ وتاریک گلی میں گھس چکی تھی۔ حریفہ بغیر انہیں پکارے خاموشی سے ان سے دور فاصلے پر چلنے لگا۔ گلی میں چند ایک لڑکے اور بچے دکھائی دے رہے تھے۔ گلی اتنی تنگ بھی نہ تھی مگر کافی خستہ حال تھی۔ حلیمہ گلی میں چلتی ہوئی ایک موٹر کرغائب ہو گئی۔ حریفہ نے خاموشی سے انہیں وہیں سے دیکھا۔ حلیمہ نے موٹر کر ایک سفید بڑی چادر اپنے اوپر اوڑھ لی اور ایک خستہ حال گھر کا دروازہ بجایا۔ سامنے کھڑے مرد نے کچھ پوچھا جس کے جواب میں حلیمہ نے کچھ کہا تو سامنے کھڑے مرد نے انہیں اندر آنے کا راستہ دیا۔ حریفہ چند پل وہیں کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ پھر گلی میں سے ایک بچے کو اپنے پاس بلایا۔

"یہ سامنے والا گھر کس کا ہے؟؟" اس نے گھر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"یہ تو مولوی عثمان کا ہے۔" بچے نے جواب دیا۔  
"کون ہوتا ہے انکے ساتھ یہاں۔" اس نے مشکوک نظروں سے گھر کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جن اور بلائیں۔" بچے نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"دیکھو بیٹا سہی سہی بتاؤ پھر میں تمہیں کھانے کے لیے چیز دوں گا۔" اس نے نرم مسکراہٹ سے کہا۔

بچہ چند پل اسے سخت نظروں سے گھورتا رہا پھر اپنے کندھے پر سے حریفہ کا ہاتھ جھٹک کر بولا۔

"اتنا بچہ نہیں ہوں جو یوں کہہ رہے ہیں بتایا تو ہے جن اور بلائیں رہتی ہیں یہاں ، نہیں یقین تو خود جا کر مل لیں۔" وہ بچہ کہہ کر بغیر جواب کا انتظار کیے مڑ گیا۔ حریفہ حیرت سے اس بچے کو دیکھتا رہ گیا۔

"ہاں وہ لوگ مولوی صاحب سے ہر کسی کو نہیں ملنے دیتے آپ کہہ دینا پیر صاحب سے ملنا ہے تب ملنے دیں گے۔" بچے نے اس کے علم میں اضافہ کیا تھا۔ حریفہ کو حیرت ہوئی۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتا ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اس گھر کے سامنے آکر رکا۔ گھر کا دروازہ بجانے پر ایک پکی عمر کا مرد اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔ سفید لباس پر سیاہ جالی دار ٹوپی سر پر پہنے ہوئے وہ مرد مشکوک نظروں سے حریفہ کو دیکھتا رہا۔

"جی کس سے ملنا ہے؟؟؟"

"؟؟؟" اس نے سخت لہجے میں پوچھا تو حریفہ پہلے تو گڑبڑایا پھر سمجھل کر بولا۔  
"میری پھوپھو اندر ہیں ان کے پاس جانا ہے کچھ کام ہے۔" وہ سمجھلتے ہوئے بولا۔

سامنے کھڑے مرد نے کچھ نہ کہا تو حریفہ خود ہی بولا۔

"وہ پیر صاحب سے ملنے آئی ہیں لیکن کچھ کام ہے تو مجھے انکے پاس جانا ہے۔"

حریفہ نے یہ کہا تو وہ مرد سامنے سے ہٹ گیا اور حریفہ کو اندر آنے کا راستہ دیا۔

ابھی وہ چند قدم آگے ہی چلے تھے کہ دروازے پر ایک بار پھر دستک ہوئی۔

"راستہ معلوم ہے نا؟؟؟" اس شخص نے حریفہ کو کہا تو حریفہ نے گردن ہاں میں ہلا دی۔

وہ شخص واپس دروازے کی طرف مڑ گیا تو حریفہ نے جلدی سے موبائل نکال کر ویڈیو ریکارڈنگ پر لگادی اور جلدی جلدی آگے بڑھنے لگا۔

سامنے ایک کمرہ تھا جس کا دروازہ کھلا تھا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اندر کی جانب بڑھا۔

کمرہ ایک معمولی کمرے کی طرح تھا۔ ایک جانب بک شیلف تھی دوسری جانب دو چار پائیاں پڑیں تھیں۔ سامنے موجود الماری کے پٹ کھلے تھے۔ ایک جانب ایک اور دروازہ دیکھ کر حریفہ اس جانب بڑھا۔ سامنے سے پردہ ہٹانے پر اس نے جو منظر دیکھا اس کی روح تک دہل گئی تھی۔ اسکے ماتھے پر ہلکی پسینے کی بوندیں چمکیں تھیں۔ سامنے حلیمہ کی حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی مگر وہ خاموش رہیں۔

"کون ہو تم اور اندر کیسے آئے؟؟؟" ایک پچاس پچپن کی عمر کے قریب ایک بوڑھا سامنے بیٹھا تھا۔ اس نے سفید رنگ کی لمبی قمیض اور شلوار پہن رکھی تھی

جسکارنگ اتنا گندہ پڑھ چکا تھا کہ اب وہ کہیں سے بھی سفید نہ لگتا تھا۔ کمرہ کافی حد تک چھوٹا تھا۔ روشنی نہ ہونے کے برابر تھی۔ تھوڑی سی روشنی محض اس زیر و سائز بلب کی تھی جو انکے سروں پر جھول رہا تھا۔ ایک گدی پر وہ بوڑھا شخص بیٹھا تھا سامنے ایک چوکی رکھی تھی۔ اس چوکی پر ایک سفید پیالہ تھا جس میں سرخ رنگ کا مائع تھا۔ گاڑھا سرخ مائع۔ اسکے ساتھ ایک لکڑی کا بنایا گیا قلم موجود تھا جس سے شاید وہ بوڑھا ایک سفید کاغض پر کچھ لکھ رہا تھا جب حریفہ وہاں آیا اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ کمرے کے ایک کونے میں کھوپڑی کے ساتھ چند مردہ سیاہ مرغیاں پڑیں تھیں جنکی بو پورے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ حریفہ کے لیے وہاں کھڑا ہونا محال ہو گیا۔ ایک اکیس سالہ لڑکے کو یہ سمجھنے میں بالکل مشکل پیش نہ آئی تھی کہ یہ سب کس لیے تھا۔ چوکی پر سفید کاغض جس پر سرخ مائع سے چند آڑھی تر چھلی لکیریں کھینچی گئیں تھیں اس کے قریب ایک مچھلی کا ڈھانچہ پڑا تھا۔ حریفہ نے وحشت سے حلیمہ کو دیکھا جس نے منہ کو چادر میں چھپا رکھا تھا۔ شاید وہ اس بو سے بچنے کے لیے تھا۔

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ سب۔۔۔ کیا۔۔۔ ہے۔۔۔ پھوپھو۔۔۔؟؟" وہ اس قدر شاک میں تھا کہ اس سے بولا بھی نہ گیا۔

"کون ہو تم باہر جاؤ۔۔۔ قاسم۔۔۔ قاسم۔۔۔ ادھر مرتوں ذرا۔" وہ بوڑھا باہر کھڑے شخص کو پکار رہا تھا۔

قاسم جو تانیہ کو اندر آنے سے منع کر رہا تھا بوڑھے کی آواز پر بھاگتا ہوا اندر بڑھا  
تانیہ نے بھی موقع کو غنیمت جانا اور اندر بڑھ گئی۔ اس نے اپنی آنکھوں سے  
حزیفہ کو یہاں آتے دیکھا تھا۔

"جی جی صاحب؟؟؟" قاسم ہر بڑا کر اندر داخل ہوا۔

"کون ہے یہ کس نے آنے دیا اسے اندر؟؟؟" وہ بوڑھا چلا رہا تھا۔

"پھوپھو۔۔۔؟؟" حزیفہ نے آہستگی سے ایک بار پھر حلیمہ کو پکارا۔ اسکی  
آنکھوں کے کنارے بھیگ رہے تھے۔ اسے اتنی شدید تکلیف ہو رہی تھی کہ  
الآمان۔

تانیہ بھی بھاگتی ہوئی اندر آئی تو اندر کا منظر دیکھ کر ساکن ہو گئی۔ بوڑھا شخص اب  
بھی چلا رہا تھا۔ قاسم انہیں کچھ کہتے ہوئے حزیفہ کو باہر نکالنے کے کوشش کر رہا  
تھا۔ جبکہ حلیمہ بالکل خاموشی سے حزیفہ کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھے کھڑی  
رہی۔ قاسم کے کھینچنے کے باوجود حزیفہ بالکل ٹس سے مس نہ ہوا۔ چند پل شک  
میں کھڑے رہنے کے بعد تانیہ نے حزیفہ کا بازو سے پکڑا۔

"حزیفہ۔۔۔ حزیفہ۔۔۔ پلیز چلو یہاں سے۔۔۔ پلیز حزیفہ۔۔۔" تانیہ اب رونے  
لگی تھی۔

"میں آپ سے بات کر رہا ہوں ناں پھوپھو۔" وہ اتنی زور سے دھاڑا کہ چند  
پل سب بالکل خاموش ہو گئے۔



"کیا کر رہی ہیں آپ یہاں؟؟" وہ اتنی سخت لہجے میں بولا کہ حلیمہ نے گڑ بڑا کر نظریں جھکائیں۔

"قاسم دھکے مار کر نکال اس بندے کو یہاں سے۔" اس بوڑھے شخص نے کہا تو حریفہ نے تیش کے اس بوڑھے کو دیکھا۔ اسکی آنکھوں میں اتنی تپش تھی کہ وہ بوڑھا بھی گڑ بڑا گیا۔ حریفہ نے ہاتھ میں پکڑا موبائل اٹھا کر اس شخص کی طرف موڑا۔

"کیا کہہ رہے تھے آپ؟؟" اس نے کہا تو قاسم نے جھپٹ کر اس سے موبائل لینا چاہا۔ حریفہ نے دوسرے ہاتھ کے زور سے اسے پرے دھکیلا۔

"بولیں کیا کر رہیں ہیں آپ یہاں؟؟" حریفہ نے موبائل حلیمہ کی جانب موڑا۔

"حریفہ بند کرو اسے۔۔ نیچے کرو موبائل۔" حلیمہ نے گر بڑا کر کہا۔ قاسم نے ایک بار پھر اس سے موبائل چھیننا چاہا تو حریفہ نے برق رفتاری سے ایک جانب پڑھا ہوا موٹا ڈنڈا اٹھایا اور پوری قوت سے اس کے سر میں مارا۔ وہ درد سے چیخنے لگا۔

حزیفہ نے موبائل بند کیا بالوں میں ہاتھ پھیرا، آنکھیں رگڑ کر صاف کیں۔  
تانیہ اسکا بازو تھامے اسے چلنے کو کہہ رہی تھی۔۔۔ حزیفہ نے خود کو پر سکون  
کرنے کی کوشش کی۔

"میری بات سنو اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری یہ ویڈیو لیک نہ ہو اور تم جیل کی چکی  
پستے نظر نہ آؤ تو مجھے سچ بتاؤ یہ یہاں کیا کرنے آتی ہیں؟؟؟" حزیفہ نے بوڑھے  
شخص کو گریبان سے پکڑ کر پوچھا۔ بوڑھے کی حالت قاسم کو دیکھ کر تلی ہو چکی  
تھی۔

"میں۔۔۔ میں۔۔۔ بتاتا ہوں۔۔۔ بیٹا تم چھوڑو مجھے۔" وہ بوڑھا التجا کرنے لگا۔  
"فضول بقو اس میں ٹائم ضائع مت کرو سچ بتاؤ۔" حزیفہ نے اپنی گرفت مزید  
سخت کی۔

"حزیفہ چھوڑو اسے جاؤ یہاں سے کیا کر رہے ہو۔" حلیمہ نے آگے بڑھ کر  
حزیفہ کو پیچھے دھکیلنا چاہا۔  
"تم بولو گے یا میں ابھی کے ابھی پولیس کو کال ملاؤں؟؟؟" حزیفہ نے کہا تو حلیمہ  
انوپچی اونچی آواز میں کچھ کہنے لگیں تاکہ وہ بوڑھا کچھ بک نہ دے۔  
"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ عورت۔۔۔"

"چپ کر جاؤ۔ اپنا منہ بند کرو۔" حلیمہ چیخی تھی۔

"اس نے اپنی بچی کا رشتہ تم سے کرانے کے لیے جادو کرایا تھا۔" چند سیکنڈ کا کھیل تھا اور پھر سکوت چھا گیا۔ حریفہ کی گرفت ڈھیلی پڑھی تھی۔ حلیمہ ساکن تھی۔ اور تانیہ سن۔

"یہ تمہیں بلا وجہ پریشان کرنا چاہتی تھی اور۔۔۔ اور۔۔" وہ کچھ کہہ رہا تھا جب حلیمہ نے اسے دھکا دیا۔

"بقول اس کر رہا ہے جھوٹ بول رہا ہے یہ۔" حلیمہ چیختی رہی۔

حریفہ بغیر کچھ کہے تانیہ کا ہاتھ تھام کر وہاں سے باہر آ گیا۔ تانیہ اب تک شل سی تھی۔ حلیمہ انکے پیچھے بھاگی تھی۔ ان نے حریفہ کی بازو تھامنی چاہی جب حریفہ نے پیچھے مڑ کر پوری قوت سے انہیں دور دھکیلا۔

"ہاتھ مت لگائیں مجھے۔" وہ پوری قوت سے دھاڑا۔

"اپنی گندگی کو اپنے تک رکھیں، مجھ سے دور رہیں۔" وہ یہ کہہ کر ایک بار پھر تانیہ کا ہاتھ تھام کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔ اسے تانیہ کی حالت کا خیال نہ ہوتا تو وہ اس وقت سب تحس نحس کر دیتا۔

گاڑی تیز رفتار سے سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ تانیہ اب تک کچھ پراسیس نہیں کر پا رہی تھی۔ حریفہ کی آنکھیں خون برسانے کو تیار تھیں۔

گاڑی گھر کے سامنے رکی تو حریفہ نے تانیہ کی سائڈ کا دروازہ کھولا۔ تانیہ باہر آئی تو حریفہ اس کا ہاتھ تھام کر سلطان کے گھر کی جانب بڑھ گیا۔ گھر میں داخل ہو کر

اسکا سامنا شایان سے ہوا۔

"کہاں چلے گئے تھے میری بیوی کو لے کر۔ وقت دیکھا ہے تم نے؟؟ مغرب ہوئے کتنی دیر ہو گئی ہے۔" وہ فکر مندی سے تانیہ کی جانب بڑھتا ہوا بولا۔  
شایان انکے قریب آیا تو انکے چہروں کے رنگ دیکھ کر اسے کچھ غلط احساس ہوا۔  
"کیا ہوا ہے سب خیریت ہے؟؟" اس نے تانیہ کا ہاتھ تھام کر پوچھا تو تانیہ جو کب سے خاموش تھی اسکے سینے سے لگ کر رو پڑی۔

"تانیہ کیا ہوا ہے؟؟ مجھے بتاؤ؟؟ حریفہ۔۔ کیا ہوا ہے اسے؟؟" اس نے حریفہ سے پوچھا۔ حریفہ نے سرخ ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھا اور خاموشی سے باہر بڑھ گیا۔ شایان عجیب کشمکش میں رہ گیا۔ وہ تانیہ کو صوفے پر بٹھا کر خاموش کرانے لگا۔

حریفہ اپنے گھر میں آیا تو کسی کو بھی دیکھے بغیر اندر کی جانب بڑھ گیا۔ سلطان، فریال، زارا اور آمنہ کے ساتھ ساتھ نازیہ اور علی کو بھی حیرت ہوئی۔ حریفہ یوں تو نہ کرتا تھا۔ رات کھانے پر اسے بلانے کے باوجود وہ نہ آیا تھا۔ محض اتنا کہا تھا کہ جب پھوپھو آئیں تو اسے بلا لیں۔ تانیہ کو سکون کی دوا دینے کے بعد شایان بھی وہیں موجود تھا جب حلیمہ کی گاڑی گھر میں داخل ہوئی۔ حریفہ نے کھڑکی سے دیکھا تو فوراً اپنا موبائل اٹھا کر نیچے کی جانب بڑھ گیا۔

گیٹ سے داخل ہوتے ہی حلیمہ نے حزیفہ کو سامنے سے آتے دیکھا۔ انہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے تنبیہ کی۔ سب لوگ انہیں آمنے سامنے کھڑے دیکھ رہے تھے۔

"آؤ حلیمہ اتنی دیر کیوں لگادی؟؟؟" علی اٹھ کھڑے ہوئے۔  
"پوچھیں گے نہیں اپنی لاڈلی بہن سے کہیں سے آرہی ہیں؟؟؟" حزیفہ نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"حزیفہ تمیز کے دائرے میں رہ کر بات کیا کرو۔" سلطان نے بھی اسے ٹوکا۔  
سب حیرت سے حزیفہ کو دیکھ رہے تھے۔

"میں تمیز میں رہ کر بات کروں، اور آپکی بہن جو جو کام کرتی پھر رہی ہے اسکا اندازہ بھی ہے؟؟؟" وہ اونچی آواز میں بولا۔

"بھائی صاحب چپ کرائیں اسے کیا بول رہا ہے یہ؟؟؟" حلیمہ ڈھٹائی سے بولیں۔ زارا حلیمہ کے قریب آکر کھڑی ہوئی۔

سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"حزیفہ اندر چلے جاؤ اس سے پہلے کے میرا ہاتھ اٹھ۔" علی نے غصے سے کہا۔  
حزیفہ نے موبائل نکال کر علی کی جانب بڑھایا۔

"کیا آپ پوچھنا پسند کریں گے اپنے بہن سے کہ وہ یہاں کیا کرنے لگیں تھیں؟؟؟" وہ ویڈیو دیکھتے ہوئے ہر ایک کے چہرے کارنگ پھیکا پڑا تھا۔ علی کو لگا انکی ٹانگوں سے جان نکل گئی ہے۔ وہاں موجود ہر شخص کا یہی حال تھا۔ زارا نے موبائل لے کر ویڈیو دیکھی تو موبائل اسکے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گرا۔ "یہ کیا ہے حلیمہ؟؟؟" علی تیش سے انکی جانب بڑھتے ہوئے بولے۔ زارا اب تک بالکل شل تھی۔

"بھائی صاحب جھوٹ ہے یہ میں یہاں کسی ایسے ویسے مقصد کے لیے نہیں گئی تھی۔" حلیمہ آنکھوں میں آنسوؤں لیے بولیں۔

"خاموش رہو کافر عورت۔" سلطان نے ایک زوردار طمانچہ حلیمہ کے منہ پر مارا۔ زارا نے بھیگی آنکھیں مینچ لیں۔

"اگر یہ جھوٹ ہے تو میں سچ ثابت کر دیتا ہوں۔" حزیفہ نے کہتے ہی جھک کر زارا کے قریب پڑا موبائل اٹھا کر کسی کو کال کی۔

"روحان لے کر آؤ اسے ادھر۔" حلیمہ رو رو کر اپنی سچائی بیان کر رہی تھی۔ سلطان اور علی اسے کوس رہے تھے۔ انہیں حلیمہ سے ایسے کام کی توقع نہیں تھی۔ باقی سب خاموش تماشا شائی بنے رہے۔ وہاں کھڑے کسی بھی شخص نے زارا کو نہ دیکھا۔ اسے لگ رہا تھا کسی نے اسکے بولنے کی صلاحیت چھین لی ہو۔ حزیفہ کی نظر اس پر پڑی تو اس کا غصہ مزید بڑھ گیا۔ وہ غصے سے اسکے قریب آیا۔

"تم جانتی تھی ناں یہ سب؟؟؟" حریفہ نے غصے سے اسکے دونوں کندھوں سے  
تھام کر پوچھا۔

"بولو تم جانتی تھی ناں؟" وہ غرایا تھا۔

"حریفہ۔۔۔ میرا۔۔۔ یقین۔۔۔ کرو۔۔۔ میں نہیں جانتی۔" وہ اٹک اٹک کر  
بولی۔

"جھوٹ بول رہی ہو تم اس جرم میں اپنی ماں کی شراکت دار ہو۔ تم جانتی تھی  
میں کبھی آمنہ کو نہیں چھوڑ سکتا یہ سب تم نے کیا۔" اس نے ایک جھٹکے سے  
اسے چھوڑتے ہوئے کہا۔

آمنہ بالکل خاموشی سے ایک کنارے پر کھڑی رہی۔

"حریفہ چھوڑ دو اس بات کو۔" شایان نے اسے منع کرنا چاہا۔

"کیوں چھوڑوں؟؟؟ میری زندگی ان دونوں کے لیے مزاق ہے؟؟ میں کوئی  
کٹپتلی تھی جو ان نے مجھے اتنے غلط طریقے سے استعمال کیا؟؟؟" وہ غصے سے چیخا  
تھا۔

"سچ بتاؤ آمنہ کی پکچرز تم نے بھیجی تھی ناں؟؟؟" وہ سخت نظروں سے اسے

دیکھتے ہوئے بولا۔ زارا کے لیے اس سے نظریں ملانا مشکل ہو گیا۔

"حریفہ چھوڑ دو اب اس بات کو۔" شایان نے ایک بار پھر مداخلت کی۔

"بولو زارا۔" حریفہ نے ایک بار پھر اسے کندھوں سے تھاما۔ اسکی پکڑ اتنی سخت تھی کہ زارا کی اسکی انگلیاں اپنے گوشت میں پیوست ہوتی محسوس ہوئیں۔

"بولو۔" وہ اتنی زور سے دھاڑا کہ زارا نے سہم کر کانوں پر ہاتھ رکھا۔

"ہاں میں نے بھیجی تھیں۔" زارا نے کہا تو حریفہ نے جھٹکے سے اسے چھوڑا۔ گیٹ پر گاڑی کی آواز پر سب اس جانب متوجہ ہو گئے۔ روحان اسی بوڑھے کو گاڑی سے لے کر باہر نکلا۔ حلیمہ نے غصے سے آنکھیں میچ لیں۔ روحان نے اسے گریبان سے پکڑ کر سب کے سامنے لا کر کھڑا کیا۔

"چلیں پیر صاحب سب کو بتائیں کہ یہ میری عزیز پھوپھو جان آپ سے کیا کام کروانے آتی تھیں؟" حریفہ نے اس کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ بوڑھے شخص نے نظریں اٹھا کر حلیمہ کو دیکھا۔ حلیمہ نے اسے اشارے سے خاموش رہنے کو کہا۔ حریفہ نے اس بوڑھے کو گریبان سے پکڑا۔

"انہیں کیا دیکھ رہے ہو؟؟ مجھے دیکھ کر بتاؤ ورنہ پولیس باہر ہی کھڑی ہی۔" وہ بوڑھا جانتا تھا حریفہ جھوٹ نہیں بول رہا۔

حریفہ نے گھر آ کر روحان کو اس جگہ پولیس لے جانے کو کہا اور روحان نے ایسا ہی کیا۔ وہ پولیس والے روحان کے جاننے والے تھے سو کچھ دیر کے لیے اسے روحان کے ساتھ بھیجا مگر احتیاطاً کچھ افسران کو ساتھ بھیجا۔



اس بوڑھے شخص نے اسی ڈر سے سارا سچ اگل دیا کہ کیسے حلیمہ نے اسے حریفہ کی منگنی زار سے کروانے کے پیسے دیے۔ بعد میں وہ حریفہ کو پریشان دیکھنا چاہتی تھی جس لیے اس نے جادو کروایا۔ اس شخص نے حلیمہ سے وجہ پوچھی تو حلیمہ نے کہا کہ حریفہ اس سے بیرکھاتا ہے اس سے سیدھے منہ بات نہیں کرتے فلاں فلاں جس وجہ سے وہ نفرت میں ایسا کروا رہی ہے۔

پوری بات ختم ہونے کے بعد حریفہ نے روحان کو اس بوڑھے کو وہاں سے لے جانے کو کہا تو وہ وہاں سے چلے گئے۔

"نہیں، نہیں، نہیں، وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ جھوٹ۔۔۔ بول رہا۔۔۔ ہے ماما۔۔۔ ماما ایسا نہیں کر سکتی۔۔۔ ماما نے ایسا نہیں کیا۔۔۔" زار اٹپ کر حلیمہ کے قریب آئی۔  
"ماموں۔۔۔ ماموں یقین کریں وہ جھوٹ بول رہا ہے۔" زار نے علی کا ہاتھ پکڑ کر روتے ہوئے کہا۔ جسے علی نے بے دردی سے جھٹک دیا۔  
زار اب سلطان کی جانب بڑھی۔

"ماموں۔۔۔ آپ تو یقین کریں۔۔۔ یار۔۔۔" وہ اب بچوں کی طرح رونے لگی تھی۔ سلطان اسے نظر انداز کرتے ہوئے حلیمہ کی جانب بڑھے۔ انکی آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ حلیمہ ڈر کر دو قدم پیچھے ہوئی۔  
"خاموشی سے اپنی بیٹی کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ اور آئندہ اپنی شکل بھی مت دکھانا۔" وہ غرائے تھے۔

"ماموں پلیز ایسا مت کریں۔۔۔" زارا روتے ہوئے بولی۔

"زارا چلو یہاں سے۔" حلیمہ نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے آہستگی سے کہا تو زارا سن ہو گئی۔

"ماما۔۔۔ آپ ایسے کیسے جاسکتی ہیں؟؟ انہیں بتائیں سچ کیا ہے۔" زارا نے روتے ہوئے کہا۔

"یہی سچ ہے جو تم نے سنا۔ یہ لوگ جو بہت پارسا بن رہے ہیں نا انہیں ان کے حال پر رہنے دو چلو یہاں سے۔" وہ ڈھٹائی سے سلطان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔ اور زارا کی بازو تھام کر وہاں سے رخصت ہو گئی۔

انکی گاڑی وہاں سے رخصت ہوئی تو ایک عجیب سی خاموشی کا وہاں راج تھا۔ آسمان پر ہلکی ہلکی بجلی چمک رہی تھی۔ ہر کوئی دوسرے سے نظریں چرا رہا تھا۔ حریفہ خاموشی سے نظریں جھکائے آمنہ کے سامنے آکھڑا ہوا۔

"میں تم سے معافی مانگنا چاہتا ہوں آمنہ۔" وہ نظریں جھکائے بولا۔ وہ اب آمنہ سے نظریں ملانے کی ہمت نہیں کر پارہا تھا۔

"چلو یہاں سے آمنہ۔" شایان اسے اپنے ساتھ لے جاتے ہوئے بولا۔ حریفہ کے لیے یہ متوقع بات تھی۔ اسے اب کوئی معاف نہیں کرے گا وہ یہ بات جانتا تھا۔ آمنہ کی آنکھیں بھیگ رہیں تھیں مگر وہ سخت چہرہ لیے خاموشی سے شایان کے ساتھ گھر سے باہر آگئی۔ ایک ایک کر کے سب وہاں سے چلے گئے۔ اب

وہاں صرف حریفہ تھا اور اسکی تنہائی۔ لیکن اسکا دل شکستین تھا۔ اس لیے نہیں کہ جو کچھ ہوا وہ سہی ہوا اس لیے کہ اس نے رب سے گلا کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اس نے ہر حال میں راضی رہنا سیکھ لیا تھا۔ اسکے دل پر کوئی بوجھ نہ تھا۔ ہاں ایک دکھ کی لہر تھی جو اسکے اندر تھی۔ اب دکھ کس بات کا؟؟

\*\*\*

اگلے چند دن خاموشی سے گزر گئے۔ کسی نے بھی دوسرے سے کوئی بات نہ کی تھی۔ ہر جانب خاموشی کا راج تھا۔ ہر کوئی دوسرے سے نظریں چرا رہا تھا۔ کسی کے پاس کہنے کو کچھ بھی نہ تھا۔ ہر کوئی اپنے معمول کے کاموں میں مصروف تھا۔

یہ اس واقع کے تین، چار دن کے بعد کی بات تھی۔ وہ سب لوگ ناشتے کی ٹیبل پر موجود تھے۔ شایان اور سلطان آفس کے لیے تیار بیٹھے تھے۔ تانیہ بھی جانے کے لیے تیار تھی۔

"ابو مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔" آمنہ نے اس خاموشی کو توڑا۔ شایان نے بھی نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اسکے گلے میں گلی ابھری تھی۔

"جی جی بچے بولو۔" سلطان کھانا کھاتے ہوئے بولے۔ شایان نے کھانے سے ہاتھ ہٹا لیے وہ اب مکمل طور پر آمنہ کی طرف متوجہ تھا۔

"ابو میں چاہتی ہوں آپ حریفہ کو معاف کر دیں۔" آمنہ نے کہا تو سب کے ہاتھ یک دم ساکت ہوئے تھے۔ شایان کی آنکھوں میں سختی تھی۔

"ٹھیک ہے معاف کر دیا۔" سلطان ٹھنڈے لہجے میں بولے۔ آمنہ اپنی کرسی سے اٹھ کر سلطان کے قریب آئی اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی اور نرمی سے انکا ہاتھ تھاما۔

"ابو آپ جانتے ہیں میں کیا کہنا چاہ رہی ہوں۔" آمنہ نے معصومیت سے کہا۔

"ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ لہذا اس ٹاپک کو بند کرو۔" شایان نے سختی سے کہا۔

"ابو آپ جانتے ہیں میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ آپ۔۔۔ آپ سمجھیں قسمت کو یہی منظور تھا۔" وہ اب بھی سلطان کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بول رہی تھی۔ سلطان خاموش رہے۔ انہیں سمجھ نہ آیا وہ اسے کیا جواب دیں۔

"ابو آپ پلیز چاچو سے بات کریں۔" اسکی آنکھوں میں ہلکی نمی تھی۔

اس نے محبت کے آگے خود کو جھکا لیا تھا لیکن ایک باوقار دل کے لیے یہ سب آسان نہ تھا۔ یوں عزت نفس کو ٹھکرانا عزیت ناک تھا۔

تانیہ خاموشی سے یہ سب دیکھتی رہی بولی کچھ نہیں۔

"آمنہ تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟؟" شایان غرایا تھا۔

"میں بات کروں گا۔" سلطان نے کہا تو شایان کے غصے میں اضافہ ہوا۔ آمنہ نے انکے ہاتھوں کو عقیدت سے چوما۔

"شکریہ ابو۔" وہ اتنا کہہ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

"ابو یہ سب کیا ہے؟؟ اسکو تو عقل ہے ہی نہیں آپ تو سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں۔" وہ ہلکے غصیلے لہجے میں بولا تھا۔

"میری لیے میری بیٹی کی خواہش سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔" وہ دوبارہ ناشتے میں مصروف ہو گئے یوں جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

تانیہ خاموشی سے اٹھ کر باہر کی جانب بڑھ گئی۔ شایان بھی اٹھ کر چلا گیا۔  
"اس میں کچھ غلط نہیں ہے مگر حریفہ نے پہلے بھی اچھی حرکت نہیں کی تھی اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ وہ آمنہ کے ساتھ دوبارہ ایسا نہیں کرے گا؟؟؟"  
فریال نے فکر مندی سے کہا۔

"دیکھتے ہیں۔" سلطان اتنا کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ گھر میں ایک بار پھر ویسی ہی خاموشی تھی۔

\*\*\*

\*\*\*

وہ دونوں مسلسل خاموش تھے۔ انکے درمیان کوئی بات نہ ہوئی تھی۔  
"اگر آمنہ چاہتی ہے تو۔۔۔" تانیہ کی بات ابھی مکمل بھی نہ ہوئی تھی کہ شایان نے اسے ٹوکا۔

"وہ جو چاہتی ہی میں اسکے حق میں نہیں ہوں اور تم بھی اب ایسی کوئی بات مت کرنا۔" شایان کے چہرے پر واضح ناگواری تھی۔

"حزیفہ کو بچہ سمجھ کر معاف کر دیں۔ آپ تو جانتے ہیں اس نے نادانی میں سب کیا اور آپ تو یہ بھی جانتے ہیں ناں کہ حزیفہ آمنہ کو کتنا پسند کرتا ہے۔" تانیہ نے ایک بار پھر کوشش کی۔ شایان نے گاڑی ہاسپٹل کے سامنے کھڑی کی تھی۔ گاڑی روک کر وہ تانیہ کی طرف مڑا تھا۔

"بس یہ ہفتہ اگلے ہفتے سے تم جاب پر نہیں جاؤ گی۔" اس نے نرمی سے کہا جبکہ تانیہ کامنہ ہی کھل گیا تھا۔ وہ کس بات کا جواب کیا دے رہا تھا۔

"میں جاب نہیں چھوڑوں گی۔" اس نے احتجاج کیا تھا۔ شایان اسے کچھ دیر دیکھتا رہا پھر نظریں جھکا کر ہنس دیا۔

"بیگم میں آپ کی حالت کے پیش نظر کہہ رہا ہوں ورنہ آپ کی جاب چھڑوا کر میں کیا کروں گا؟" وہ نرمی سے اکا ہاتھ تھام کر بولا۔

"چھوڑیں مجھے میں کیا بات کر رہی تھی اور آپ کیا بات لے کر بیٹھ گئے۔" وہ خفگی سے اپنا ہاتھ چھڑا کر گاڑی سے باہر آئی۔ وہ جب یوں خفا ہوتی تو اسکے پھولے گال دیکھ کر منانے کو جی نہ چاہتا۔ گاڑی سے باہر آ کر تانیہ نے پوری قوت سے گاڑی کا دروازہ بند کیا تھا۔ شایان ٹھوڑی تلے ہاتھ رکھے چہرے پر

مسکراہٹ سجائے دلچسپی سے اسے دیکھتا رہا۔ جب تانیہ نے دروازہ بند کیا تو  
شایان ایک بار پھر ہنس دیا۔

"So cute."

وہ یہ کہہ کر دل کھول کر ہنسا یقیناً اگر تانیہ یہ سن لیتی تو اپنا پرس اس کے سر پر ضرور  
مارتی۔

\*\*\*

وہ مسجد میں خاموشی سے بیٹھا تھا۔ نماز ادا کر کے سب لوگ جا چکے تھے محض  
ایک دو لوگ موجود تھے۔ اور اس کے ساتھ روحان تھا۔ جو خاموشی سے ناجانے  
کتنی دیر سے اس کے ساتھ بیٹھا تھا۔ یہ اس کا روز کا معمول تھا۔ حریفہ اور روحان  
ہمیشہ ساتھ ہی مسجد میں آتے تھے اور پچھلے کچھ دنوں سے حریفہ ایسے ہی نماز  
پڑھ کر ناجانے کتنی دیر خاموشی سے بیٹھا رہتا۔

"اب کیوں پریشان ہو؟؟؟" روحان نے آج اس سے پوچھا تھا۔

"پریشان نہیں ہوں۔" چندپیل کی خاموشی کے بعد وہ بولا۔

"پھر کہاں الجھے ہوئے ہو؟؟؟" روحان نے نرمی سے پوچھا۔

"مجھے نہیں پتا۔" اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرا دیا۔

"میں واقعہ الجھا ہوا ہوں لیکن پتا نہیں کہاں۔ میں۔۔۔ میں۔۔۔ پریشان بھائی

ہو۔۔۔ میں۔۔۔ دکھی بھی ہو۔۔۔ میں تکلیف میں ہوں۔" وہ ایسے ہی کھوئے

ہوئے لہجے میں بولا۔

"مگر کیوں؟؟" اس نے وجہ جانی چاہی۔

"میں اسے واقع پسند کرتا تھا روحان۔" اسکی آنکھ سے آنسوؤں نکلے تھے۔

"میری محبت صاف تھی یہ۔۔۔ یہ اسکی ماں کے اعمال کی سیاہی تھی جو ہمارے بیچ آگئی۔" اس نے آنکھیں رگڑ کر صاف کیں۔

"تو تم آمنہ سے محبت نہیں کرتے تھے؟؟" اس کے سوال نے حریفہ کو چند پل کے لیے خاموش کر دیا۔

"تم مجھے بے وفا کہہ سکتے ہو میں برا نہیں مانوں گا۔" شاید وہ اس سوال سے بچنا چاہتا تھا۔

"اگر اب آمنہ دوبارہ آئی تو تم کیا کرو گے؟؟" وہ اتنے سخت سوال کیوں کر رہا تھا؟؟

"وہ ایسا نہیں کرے گی۔ وہ بہت باوقار ہے۔ جس نے اسے ایک بار ٹھکرا دیا وہ دوبارہ اسکی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھتی۔" وہ نظریں جھکائے جواب دیتا چلا گیا۔

"محبت میں عزت نفس نامی کوئی چیز نہیں ہوتی حریفہ۔" وہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ "اگر وہ دوبارہ آئے تو سمجھ جانا اسکی محبت سچی ہے، اسے قبول کر لینا۔" اس



نے ہتھیلی حریفہ کے سامنے رکھی۔ یہ اشارہ تھا کہ اب چلنا چاہیے۔ حریفہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

مسجد گھر سے زیادہ دور نہ تھی سو وہ دونوں پیدل ہی نکل پڑے۔ حریفہ کے گھر کے باہر پہنچنے پر اس نے روحان سے ہاتھ ملایا۔ روحان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"یہ تکلیف، یہ غم، یہ مشکلات عارضی ہیں حریفہ۔ تمہیں یہ زندگی کا سب سے مشکل موڑ لگ رہا ہو گا لیکن زندگی یہاں ختم نہیں ہوتی۔ تمہیں لگ رہا ہو گا یہ غم ساری زندگی تمہیں کھاتا رہے گا، تم کبھی دوبارہ مسکرا نہیں سکو گے۔ مگر میرا رب ہر غم کو ختم کرنا جانتا ہے۔ وہ تمہاری ہر مشکل کے لیے کچھ حل نکالے گا۔ اور میرا رب تمہیں ایسی خوشیوں سے نوازے گا کہ تم اس کا شکر ادا کرتے نہیں تھکو گے۔"

یہ ہمارے اللہ کی محبت۔ "بے شک ہر مشکل کی ساتھ آسانی ہے۔" وہ اتنا کہہ کر اس کے کندھے پر تھپکی دے کر چلا گیا۔ حریفہ نے اسے دور تک جاتے دیکھا۔ محض یہ ایک تسلی ہی حریفہ کو کتنا پرسکون کر گئی تھی کوئی نہ جانتا تھا۔ وہ مسکرا کر اندر کی جانب بڑھ گیا۔

اسکے بیڈ پر سامان بکھرا پڑا تھا۔ چھوٹی چھوٹی جیولری جس میں بہت سی چوڑیاں اور جھمکے موجود تھے ڈبوں سے باہر پڑے تھے۔ اسکے ہاتھ میں ایک ڈائری موجود تھی جس میں کافی شعر لکھے گئے تھے۔ وہ سب چیزیں وقتاً فوقتاً حریفہ اسے دیا کرتا تھا۔ ہر چند دن بعد وہ اسکے لیے چوڑیاں یا جھمکے لایا کرتا تھا۔ وہ اسے منع کرتی تھی کہ وہ اتنا سب کب پہنے گی مگر حریفہ کہتا تھا مت پہننا بس میرا پیار سمجھ کر اپنے پاس رکھ لو۔ ڈائری میں چند صفحوں بعد پھولوں کی پتیاں موجود تھیں۔ کچھ مرجھا چکیں تھیں انکی خوشبو بھی بالکل ماند پڑ چکی تھی۔ اور کچھ مرجھائی تو تھیں لیکن انکی خوشبو اب تک زندہ تھی۔ آمنہ نے ان پتیوں کو ناک کے قریب لے جا کر سونگھا تھا۔ آنکھیں بند کیے وہ اس خوشبو کو اندر تک اتار رہی تھی۔ بے اختیار اسکے گال پر ایک آنسوں بہا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول کر سامنے موجود ڈائری پر نظر ڈالی۔ سامنے حریفہ کی لکھائی میں ایک غزل لکھی ہوئی تھی۔ یہ ڈائری حریفہ نے آمنہ کو گفٹ کی تھی۔ اور حریفہ ہر چند عرصے بعد اس سے واپس لے لیا کرتا تھا اور اس پر کوئی نہ کوئی غزل لکھ کر واپس کیا کرتا تھا۔ کبھی اسے منانے کے لیے، کبھی اسے چڑانے کے لیے اور کبھی اپنی بے لوث محبت جتانے کے لیے وہ ایسے ہی غزل لکھا کرتا تھا۔

مانا کے تھوڑی نکمی ہے وہ

مگر اس دل نادان کی شہزادی ہے وہ

مزاج اسکا میرے سامنے بالکل گلاب جیسا  
دوسروں کے لیے کانٹوں سے بھرے شاخ ہے وہ  
ڈرا سکو کھونے کا اندر سے کھا جاتا ہے مجھے

جیسے کینسر کی بیماری ہے وہ  
جو بھی دیکھے فوراً پگھل جائے  
اس قدر بھولی صورت رکھتی ہے وہ  
جو بھی آئے منہ میں جھٹ سے بول دیتی ہے  
اس قدر دل صاف رکھتی ہے وہ  
باتوں میں کوئی بھی اس سے آگے نکل نہ پائے  
تلوار سی تیز زبان رکھتی ہے وہ  
موت اسے آئے مر میں جاؤں  
میری جان میں جان رکھتی ہے وہ

وہ الفاظ پڑھتے پڑھتے کب آنسوؤں کی رفتار میں اضافہ ہو گیا اسے معلوم نہ ہوا مگر  
وہ زور زور سے رونے لگی۔ وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہی تھی۔ کیوں؟  
آخر حریفہ اس کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتا ہے؟ وہ تو اس سے محبت کا داعی دار  
تھا۔ پھر کہاں گئی اسکی محبت؟ کیا یہ محبت تھی جو ختم ہو گئی؟ مگر جو ختم ہو جائے  
وہ تو محبت نہیں ہوتی۔

ہاں اس نے حریفہ سے بے انتہا نفرت کی تھی۔ وہ نفرت نہیں آگ تھی۔ مگر کب تک؟ آگ ایک دن بجھ جاتی ہے۔ وہ دنیا کے سامنے اس سے نفرت کر سکتی تھی مگر جب وہ اسے یاد کرتی تھی تو وہ بالکل پہلے کی طرح اس پر حاوی ہو جاتا تھا۔ چند پل ہی سہی مگر وہ نفرت اسکے دل میں کہیں نہیں ہوتی تھی۔ ناجانے کتنی دیر وہ ایسے ہی روتی رہی۔ وہ کبھی ایک چیز کو اٹھا کر دیکھتی کبھی دوسری۔ کافی وقت گزرنے کے بعد اس نے بے دردی سے اپنی آنکھیں صاف کیں تھیں۔ رونے کے باعث اسکی آنکھوں کے پیوٹے سوج چکے تھے۔ اس نے ایک ایک کر کے وہ ساری چیزیں سمیٹیں اور ایک ڈبے میں ڈال کر الماری کے اوپر رکھ دی۔ اسکے چہرے پر کہیں بھی وہ بیچارگی، وہ بے بسی اور آنکھوں میں وہ محبت کہیں بھی نہیں تھی۔

\*\*\*

وہ تینوں ناشتے کی ٹیبل پر موجود تھے۔ پچھلے چند دنوں کی خاموشی آج بھی برقرار تھی۔ ناشتا کرتے ہوئے علی نے کھانے سے ہاتھ پیچھے کھینچ لیے۔ "اب بھی اپنی منمائی کرنی ہے یا باپ کی بات مانو گے؟؟" علی نے حریفہ سے پوچھا جو بے دلی سے ناشتہ کر رہا تھا۔ "کیا مطلب؟؟" اس نے نا سمجھی سے کہا۔ نازیہ خاموشی سے دونوں کی گفتگو سنتی رہی۔ وہ جانتی تھی کیا بات ہونے والی ہے۔

"حزیفہ تم نے اپنی مرضی سے کیا جو بھی کیا میں نے کوئی سوال نہیں کیا بلکہ تمہارا ساتھ دیا اب خدا را میری بات مان لو۔" وہ نرمی سے بولے۔

"آپ بتائیں تو سہی آپ کہہ کیا رہے ہیں؟" حزیفہ کو کچھ سمجھ نہ آئی۔

"آمنہ سے شادی کر لو۔" علی نے کہا تو حزیفہ بے بسی سے ہنس دیا۔

"وہ مجھ سے شادی نہیں کرے گی۔" وہ نظریں جھکا کر بولا۔

"وہ کرے گی اس نے خود کہا ہے۔" علی نے کہا تو حزیفہ کو دھچکا لگا۔

"اس نے خود کہا ہے ایسا؟؟؟" حزیفہ نے پوچھا۔

"ہممم رات کو سلطان سے بات ہوئی اس نے بتایا کہ آمنہ یہ چاہتی ہے۔" حزیفہ کو انکی بات پر بالکل یقین نہ آیا وہ بے یقینی سے انہیں دیکھتا رہا۔

"خدا را حزیفہ مجھے میرے بھائی کے سامنے مزید ذلیل مت کروانا۔" وہ بیچارگی سے بولے۔

"ٹھیک ہے جیسا آپ کو بہتر لگے۔" وہ یہ کہہ کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔

مگر اسکا دماغ وہیں اٹکا تھا۔ آمنہ واقعہ دوبارہ رشتہ جوڑنا چاہتی ہے؟؟ اسے اب بھی یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ جانتا تھا آمنہ اتنی مضبوط اور باوقار تھی کہ محبت ہونے کے باوجود بھی وہ ایسے شخص کا ساتھ نہ مانگتی جس نے اسے ٹھکرا دیا۔

گاڑی ڈرائو کرتے ہوئے بھی وہ مسلسل اسی سوچ میں کھویا ہوا تھا۔

حزیفہ کو بے اختیار برا لگا تھا۔ وہ لڑکی اپنا وقار گنوا کر اسکا ساتھ مانگ رہی تھی مگر  
حزیفہ اب اسے اپنے دل میں وہ مقام نہیں دے سکتا تھا۔ اگر وہ اس سے پہلی سی  
محبت کرنے کی ہزار کوشش کرتا تو وہ ناکام ہوتا کیوں کہ وہ مقام زار احاصل کر  
چکی تھی۔ اچانک حزیفہ نے بریک پر پاؤں رکھا۔ پوری رفتار سے دوڑتی گاڑی  
یک دم ٹھہر گئی۔ اسے خود پر غصہ آرہا تھا۔ اسے زار پر غصہ آرہا تھا۔ اس نے بے  
بسی سے اپنا سر تھام لیا۔ کافی دیر ایسے ہی رہنے کے بعد اس نے بالوں میں ہاتھ  
پھیر کر خود کو پر سکون کیا اور گاڑی سٹارٹ کر کے وہ آگے بڑھ گیا۔

\*\*\*

زار آجکل بالکل غائب تھی۔ اسکی کوئی خبر نہ تھی۔ حزیفہ نے کئی بار سوچا وہ  
اسے کال کرے۔ اسے ایک وضاحت تو دے کہ وہ تو بے قصور تھی مگر ہر جانب  
سکوت رہا۔ وہ خود اس سے بات کرنا چاہتا تھا مگر اب وہ مزید کوئی کشیدگی نہیں  
چاہتا تھا سو وہ بھی خاموش رہا۔

وہ مسجد جانے کے لیے گھر سے باہر نکلا تھا کہ سامنے سے آمنہ کو آتے دیکھ کر  
رک گیا۔ وہ سفید رنگ کی قمیض شلوار میں ملبوس تھی جس پر اس نے کلر فل  
دو بٹا اوڑھ رکھا تھا۔ حزیفہ آج بہت دنوں بعد۔ اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ چہرے پر  
معصومیت سجائے حزیفہ کی جانب بڑھی۔

"کیسے ہیں؟" وہ مسکرا کر بولی۔ حریفہ کو اسکی مسکراہٹ پر شک ہوا۔ آمنہ کو تو اس کا سر پھاڑنا چاہیے تھا پھر وہ اتنی ریلیکس کیسے تھی؟

"ٹھیک ہوں تم کیسی ہو؟" وہ نظروں کا زاویہ ادھر ادھر موڑتے ہوئے بولا۔  
"ٹھیک ہوں۔" وہ اتنا کہہ کر اندر جانے والی تھی جب حریفہ نے اسے روکا۔  
"بات سنو۔" حریفہ نے کہا۔

"جی۔" وہ نرمی سے بولی۔

"تایا ابو نے بابا سے جو بات کی وہ سچ ہے؟؟؟" اسے سمجھ نہ آیا وہ اس سے کیسے ذکر کرے۔

"جی سچ ہے۔" وہ اپنی انگلیاں مسلتے ہوئے کنفیوز سی بولی۔

"مگر تم ایسا کیوں چاہتی ہو؟؟؟" حریفہ کو اب بھی یقین نہ آیا۔

"مجھے نہیں پتا بس میں یہی چاہتی ہوں۔" وہ اتنا کہہ کر بغیر وقت ضائع کیے اندر کی جانب بڑھ گئی تھی۔

"محبت میں عزت نفس جیسی کوئی چیز نہیں ہوتی۔" روحان کے الفاظ اس کے ذہن میں گونجنے لگے۔

وہ سر جھٹک کر وہاں سے چلا گیا۔

\*\*\*

سب کی رضامندی لینے کے بعد حریفہ اور آمنہ کا سادگی سے نکاح کر دیا گیا تھا۔

وہ اس وقت لان میں بنے سادہ سے سیلج پر بیٹھا تھا۔ کریم کلر کی شلواریں میض پہنے بازو کو کمینوں تک فولڈ کیے وہ مسکرا کر کسی سے بات کر رہا تھا۔ نکاح مکمل ہو چکا تھا اور اب سب انہیں مبارکباد دے رہے تھے۔ آمنہ بھی کریم کلر کی سادہ سی پاؤں کو چھوتی میکسی میں ملبوس تھی جس کے گلے اور بازو پر گولڈن رنگ کا نفیس کام کیا گیا تھا۔ سر پر حجاب آج بھی ویسا ہی تھا۔ دودھ دھیارنگت پر سب سے سجنے والی چیز اسکی سرخ لپسٹیک تھی۔ اس کے علاوہ اس کے چہرے پر کوئی میک آپ نہ تھا۔ اور اس سادگی میں بھی وہ کمال لگ رہی تھی۔

شایان اس کے قریب آ کر ٹھہر گیا۔ اسکی آنکھوں میں وہ بھائی والی محبت کافی کم تھی نے نرمی سے آمنہ کو ہاتھ سے پکڑ کر کھڑا کیا اور سینے سے لگایا۔ آمنہ کی آنکھوں میں آنسوؤں جھلکے تھے۔ کچھ دیر یوں ہی رہنے کے بعد شایان آہستہ سے اس کے کان کے قریب ہو کر بولا۔

"یہ مت سمجھنا کہ میں اب تمہارا ساتھ دوں گا۔" یہ وہ الفاظ نہیں تھے جو آمنہ آج اس کے منہ سے سننا چاہتی تھی۔ وہ پتھر کی ہو گئی۔

"دیکھو تو تم کتنی بڑی ہو گئی اب اپنا ہر فیصلہ خود لے سکتی ہو میں تمہاری خواہ مخواہ مدد کرتا رہا۔" وہ مسکرا کر اتنی آہستگی سے بول رہا تھا کہ صرف آمنہ اسکو سن پا رہی تھی۔



"بھائی؟؟؟" آمنہ کے اندر کچھ بہت زور سے ٹوٹا تھا۔ اسکی آنکھوں میں کرچیاں سے بھر گئیں۔

"بھائی مانتی تو مجھ سے پوچھتی، مجھے بتاتی۔ کیا میں نے آج سے پہلے کچھ غلط ہونے دیا تھا تمہارے ساتھ جواب ہونے دیتا؟؟ مگر تم تو بڑی ہو گئی ناں۔" وہ تلخی سے ہنسا۔ آمنہ کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید ہو گیا۔

"اللہ تمہیں ڈھیر سی خوشیاں دے۔ آمین" وہ اسکے ماتھے کو نرمی سے چھوتے ہوئے بولا۔ مگر یہ دعا آمنہ کو بد دعا لگی تھی۔ وہ کیسے خود کو اس سے دور کر سکتا تھا؟؟ وہ تو اسکا بھائی تھا۔ اسکا دوست، اسکا گارڈین، اسکا ہم راز۔ ہم راز؟؟ کیا واقعہ؟؟ شاید یہیں آمنہ سے غلطی ہو گئی تھی۔

\*\*\*

وہ حریفہ کے کمرے میں آج اسکی دلہن کے روپ میں سچی بیٹھی تھی۔ مگر اسکی آنکھیں ویران تھیں۔ شایان کے الفاظ اسکے ذہن میں ہتھوڑے کی مانند برس رہے تھے۔

انہی سوچوں کے درمیان کب حریفہ اسکے سامنے آکر بیٹھا اسے کچھ معلوم نہ تھا۔

"آمنہ؟؟؟" حریفہ کے پکارنے پر وہ ہوش کی دنیا میں آئی۔  
"ہمم۔" وہ چونک کر بولی۔

"تم ٹھیک ہو؟؟؟" اس نے پریشانی سے پوچھا۔

آمنہ کی آنکھوں میں آنسوؤں جمع ہوئے تھے۔

"مجھے۔۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" وہ اتند کہہ کر رونے لگی۔

"کیا ہوا ہے؟؟ کسی نے کچھ کہا ہے تم سے؟؟" حزیفہ نے اس کے چہرے کو

ہاتھوں میں تھام کر پوچھا۔

آمنہ نے اس کے ہاتھوں کے پرے دھکیلا اور اس کے سینے سے لگ کر رونے لگی۔

حزیفہ حیران رہ گیا۔

"ریلیکس۔ کیا ہو گیا کچھ بتاؤ تو۔" وہ مسلسل اسے چپ کروانے کی کوشش کر رہا

تھا۔

کچھ دیر بعد آمنہ خاموش ہوئی۔

"میں چینج کر کے آتی ہوں۔" وہ آنکھیں رگڑتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ کچھ

دیر بعد وہ ہلکے سبز رنگ کی سادہ سی فرائیڈ میں ملبوس تھی۔ دو بٹے گلے میں

جھول رہا تھا اور بال کھلے چھوڑ دیے گئے تھے۔ چہرے پر پانی کی ہلکی بوندیں

موجود تھیں۔

"اب پتاؤ کیا ہوا تمہیں؟؟؟" اس نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھام کر پوچھا۔

"کچھ نہیں بس عجیب لگ رہا تھا۔" وہ بس اتنا بولی۔

حزیفہ نے اس سے مزید کوئی وضاحت نہیں مانگی تھی۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ چہینج کر کے آیا تو آمنہ بیڈ پر بیٹھی بالوں کو چٹیا کی صورت میں باندھنے میں مصروف تھی۔

حزیفہ اس کے دوسری طرف سے اس کے قریب بیٹھ گیا۔ وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے بولنے کے منتظر تھے۔

"آئی ایم سوری۔" حزیفہ اس کی جانب مڑتے ہوئے بولا۔

"کس لیے؟؟؟" آمنہ نے انجان بننے کی کوشش کی۔

"پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا جو میں نے اس سب پر یقین کر لیا۔" وہ نظریں جھکا کر شرمندگی سے بولا۔

"اب ان سب باتوں کا فائدہ نہیں ہے حزیفہ۔ آپ بس یہ بتائیں کہ اب آپ کے خیالات کیا ہیں؟؟؟" آمنہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

حزیفہ اس سے نظریں نہیں ملا سکا۔ آمنہ کے دل کو کچھ ہوا۔

"آئی ایم سوری۔" حزیفہ نے ایک بار پھر کہا۔ اس بار آمنہ نے کوئی وضاحت نہ مانگی۔

"میں اسے بھولنے کی کوشش کروں گا۔" یہ الفاظ آمنہ کو اپنے کانوں میں پگھلتے ہوئے سیسے کے طرح محسوس ہوئے۔ وہ کچھ بولنے کے قابل ہی نہ رہی۔

"تم۔۔۔ نے۔۔۔ یہ شادی۔۔۔ زبردستی کی ہے؟؟؟" آمنہ نے پوچھا۔

"او نہوں مگر شاید یہ محبت کی شادی نہیں ہے۔" آمنہ کو لگا وہ سانس نہیں لے سکے گی۔

"تم مجھے ہمیشہ سے پسند تھی، ہو اور رہو گی۔ مجھے تم سے محبت بھی تھی مگر۔۔۔ مگر۔۔۔" اسے الفاظ چننے میں مشکل ہوئی۔

"مجھے نہیں پتا تھا مجھے اس سے محبت ہو جائے گی۔"

"سٹاپ اٹ حریفہ۔" اسکی آنکھوں میں آنسوؤں کی تہہ تھی جنہیں وہ کمال

مہارت سے چھپا گئی تھی۔ اسے اپنا آپ بے مول لگا تھا۔

"اب مزید کوئی لفظ مت کہنا۔" وہ اتنا کہہ کر اسکی جانب پیٹھ کر کے لیٹ گئی۔

حریفہ نے ٹھنڈی سانس خارج کی۔ وہ اسے جھوٹ کی دنیا میں نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ مگر وہ نہیں جانتا تھا اس نے آمنہ کے دل کو کس بے دردی سے پیروں تلے روند اٹھا۔

وہ خود کو احترام کے قابل سمجھتی تھی۔ وہ خود کو باوقار سمجھتی تھی۔ اس نے جس شخص کو چاہا تھا اسے حاصل کیا تھا مگر وہ اسے اسکی اپنی نظروں تک میں گرا گیا تھا۔

شادی کے دو دن بعد ہی وہ لوگ گھومنے کے لیے نکل پڑے تھے۔ حریفہ جس کیمیکل انڈسٹری میں کام کرتا تھا وہاں زیادہ دن کی چھٹی نہیں مل سکتی تھی۔ آمنہ اس وقت گہرے براؤن رنگ کے پاؤں تک چھوتے فرائک میں ملبوس تھی

جبکہ حریفہ سیاہ لمبیز شلوار پہنے ہوئے تھا۔ آمنہ کے سر پر حجاب آج بھی ویسا ہی تھا۔ وہ لوگ اس وقت لاہور کی مشہور بادشاہی مسجد میں موجود تھے۔ آمنہ معصومیت سے مسکرا رہی تھی جبکہ حریفہ اسکی تصویریں لے رہا تھا۔ حریفہ اسے کوئی پوز بتاتا جسے کرنے سے وہ انکار کر دیتی۔ مگر کچھ دیر بعد وہ وہی پوز بناتے ہوئے ہنس پڑی حریفہ بھی اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔ آمنہ اسکے قریب کھڑی تصویریں دیکھ رہی تھی۔ حریفہ کافی دراز قد تھا۔ آمنہ اسکے کندھوں تک آتی تھی۔ کوئی ایسی تصویر آتی جسے حریفہ کو ہر گز کلک نہیں کرنا چاہیے تھا، آمنہ پوری گردن اٹھا کر گھور کے اسے دیکھتی جس پر وہ محض ہنس دیتا۔ آمنہ اب بھی اسے گھور رہی تھی جب اچانک حریفہ کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔ اسکی نظریں آمنہ پر جمی تھی مگر وہ ساکن تھیں۔ اسکی دھڑکن بے ترتیب ہوئی۔ حریفہ نے یک دم پلٹ کر ادھر ادھر دیکھا۔

"کیا ہوا حریفہ؟؟؟" آمنہ نے اسکی بازو پکڑتے ہوئے پوچھا۔ حریفہ نے کوئی جواب نہ دیا، وہ ایسے ہی ادھر ادھر دیکھتا رہا۔

"حریفہ؟؟؟" آمنہ نے ایک بار پھر اسے پکارا۔

"مجھے لگا یہاں زارا تھی۔" وہ کھویا کھویا سا بولا۔ آمنہ کی گرفت یک دم ڈھیلی پڑی تھی۔ اسکا چہرہ بالکل سفید ہو گیا۔ حریفہ چند پل یوں ہی متلاشی نظروں سے ادھر ادھر دیکھتا رہا پھر اچانک آمنہ کا خیال آنے پر اسکی جانب مڑا۔

"آئی ایم سوری۔" اس نے آمنہ کا ہاتھ تھامنا چاہا جسے آمنہ نے بے حسی سے جھٹک دیا۔

"چلیں چلتے ہیں واپس۔" وہ اتنا کہہ کر مڑ گئی۔ حریفہ بھی اسکے پیچھے چل دیا۔  
\*\*\*

وہ لوگ آپریشن تھیٹر کے باہر بے چینی سے کھڑے تھے۔ شایان سینے پر ہاتھ باندھی ٹہل رہا تھا۔ سیاہ شرٹ کے اوپری دو بٹن کھلے ہوئے تھے۔ وہ بکھری ہوئی حالت میں تھا۔ حریفہ بھی اسکے ساتھ کھڑا تھا جبکہ آمنہ بیچ پر بیٹھی تھی۔ وہ لوگ آج صبح ہی واپس آئے تھے۔ آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلتے ہی ڈاکٹر باہر آئی۔

"مبارک ہو بیٹی ہوئی ہے۔" ڈاکٹر کے کہنے پر شایان کے قلب تک راحت ملی تھی۔ سب اسے مبارکباد دے رہے تھے۔

"ڈاکٹر تانیہ کیسی ہے؟" اس نے ڈاکٹر سے پوچھا۔

"بلکل ٹھیک ہیں کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔" وہ اتنا کہہ کر آگے چل پڑیں۔ پیچھے سے ایک درمیانی عمر کی نرس بچے کو گود میں لیے باہر نکلی تھی۔ سب لوگ بھاگے ہوئے اسکی جانب بڑھے۔

"اسکے پاپا کون ہیں انکو دکھائیں گے پہلے۔" وہ ایسے کہتی ہوئی حریفہ کو زہر لگی تھی۔

"میں دیکھوں گا پہلے۔" وہ اچھل کر سامنے آیا تھا۔

نرس نے بغیر کچھ سمجھے بچی کو اسکے سامنے کیا۔ واللہ وہ تانیہ کی کاپی تھی۔ گول مٹول چہرہ اور ٹھوڑی پر موجود ہلکا سا گرٹھا۔ ابھی حریفہ نے جی بھر کر دیکھا بھی نہ تھا کہ نرس اسے لے کر چل پڑی۔

"ارے ارے دیکھنے تو دو۔" حریفہ اور شایان اسکے پیچھے بھاگے تھے۔  
"ابھی بے بی کو کچھ دیر نرسی میں رکھیں گے بعد میں دیکھیے گا۔" وہ اتنا کہتے ہوئے نرسی کی جانب بڑھ گئی جہاں مردوں کا داخلہ منع تھا۔  
"تم کیوں ٹپک پڑتے ہو ہر جگہ میں نے سہی سے دیکھی بھی نہیں۔" شایان نے غصے سے کہا۔

"کیوں کے پہلے میرا حق بنتا تھا دیکھنے کا۔" وہ بھی اسے تپا تک ہوئے بولا۔  
"میں اسکا باپ ہوں۔" شایان نے بھنوریں سکیرتے ہوئے کہا۔  
"ہاں تو؟؟ میں ماموں ہوں اسکا۔" وہ باقاعدہ لڑنے لگے تھے۔  
"ارے بس کرو ہمارا بھی حق تھا۔" نازیہ نے انہیں ٹوکا تھا۔ وہ دونوں اس خونخوار نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

\*\*\*

دو دن بعد تانیہ کو ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔ آمنہ اور حریفہ نے گھر کو بہت خوبصورتی سے سجایا تھا۔ حریفہ اور آمنہ کی اچھی خاصی لڑائی ہوئی تھی۔ حریفہ

چاہتا تھا تانیہ اور بے بی کا ویکم اسکے گھر ہو جبکہ آمنہ نے اسے بہت سمجھایا کہ ایسا نہیں ہوتا۔ پھر بل آخر نازیہ کے سمجھانے پر حریفہ تھوڑا خاموش ہوا۔ پورے گھر میں جگہ جگہ پنک کمر کے غوبارے اور پھول لگائے گئے تھے۔ تانیہ کے گھر میں داخل ہوتے ہی فریال نے اسکے اور بچی کے سر سے پیسوں کا صدقہ دیا تھا۔

\*\*\*

تانیہ اس وقت بیڈ پر بیٹھی کھانا کھانے میں مصروف تھی جبکہ حریفہ شایان سے بچی کو چھین کر اس سے کھلنے میں مصروف تھا۔ شایان ایک جانب صوفے پر بیٹھا اسے سخت نظروں سے گھور رہا تھا۔

"اوو و آپی دیکھیں اسکی آنکھیں بالکل میرے جیسی ہیں۔" حریفہ کے کہنے پر تانیہ ہلکا سا مسکرائی جبکہ شایان کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"چھوٹے مکار انسان غور سے دیکھو میری جیسی ہیں۔" وہ بھی اسکے قریب آ کر دیکھنے لگا۔

"جی نہیں دیکھیں اسکی آنکھیں گولڈن ہیں۔ گولڈن اور بلو میں فرق پتا ہے؟؟" حریفہ نے بچی کو پیار کرتے ہوئے کہا۔

"مگر کل تو اسکی آنکھیں بلو تھیں۔" شایان بس رو دینے کو تھا۔ جبکہ تانیہ کا مقہما گونجا تھا۔



"اسکی آیز کا کلر ریر ہے۔ اسکی آیز اصل میں گولڈن ہیں لیکن انکے گرد نیلی لکیر ہے۔" اسکے کہنے پر دونوں کی آنکھیں کھلی رہ گئیں۔

"ہاں کبھی زیادہ بلو لگتی ہیں کبھی گولڈن مگر اصل میں اسکی آنکھیں زیادہ گولڈن ہیں۔" وہ تو مزے سے کھانا کھاتے ہوئے کہہ رہی تھی نگر حریفہ اور شایان کو جھٹکا لگا تھا۔

"اللہ کرے کچھ وقت بعد مکمل بلو ہو جائیں۔ آمین۔" شایان نے دعا کی تھی جب کی حریفہ نے غصے سے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

\*\*\*

آمنہ اس وقت پر سکون سی بیڈ پر بیٹھی تھی۔ کچھ دیر بعد بور ہونے کی وجہ سے اس نے بلا وجہ اٹھ کر ایک جانب پڑے درمیانے سائز کے بک شلف سے میں کتابیں دیکھنے لگی۔ ابھی وہ کچھ دیکھ ہی رہی تھی کہ اسکی نظر وہاں موجود ایک ڈائری پر پڑی۔

"ہفف بدھو!! یہ یہاں رکھنے کی چیز ہے؟" وہ خود سے کہتی وہ ڈائری اٹھائے ایک بار پھر بیڈ پر بیٹھ گئی۔ اس نے بغیر کسی خیال کے وہ ڈائری کھولی تھی۔ اس ڈائری میں شاعری کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ وہ جانتی تھی حریفہ شاعری کا کتنا شوقین تھا۔ ڈائری پڑھتے ہوئے اچانک اسکی نظر ایک شعر پر پڑی۔ آمنہ کو محسوس ہوا کسی نے اسکے سینے میں خنجر دے مارا ہو۔

اس نے احتیاطاً کسی اور کو بھی نظر میں رکھا تھا

اسے ہمارے انکار کا ڈر تھا

یہ شعر نہیں تھا جس نے آمنہ کو اتنا بے چین کیا تھا۔ اصل میں وہ الفاظ تھے جن نے آمنہ کو فنا کر دیا تھا۔

Atleast i wasn't expecting this from "

".Amna Sultan

وہ شعر کے بعد کبھی کچھ نہیں لکھتا تھا۔ نہ کوئی وضاحت، نہ کوئی تبصرہ۔ ہاں وہ شعر جس کے لیے لکھا گیا ہو اس کا نام لکھ دیا کرتا تھا۔ مگر آج جو اس نے لکھا تھا اس نے آمنہ کو پتھر کا بنا دیا تھا۔

کیا وہ اسے بے وفا سمجھتا رہا تھا؟

وہ آمنہ کے بارے میں کیا خیال کر بیٹھا تھا؟ آمنہ کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا۔ وہ جس نے پچپن سے آج تک اسکے علاوہ کسی کے خیال کو بھی خود پر حرام کر رکھا تھا محض ایک غلط فہمی کی وجہ سے وہ شخص اسکے بارے میں کیا سوچ بیٹھا تھا؟؟ ابھی وہ نا جانے کیا کیا سوچتی جب اگلی صفحے پر لکھے الفاظ نے اسے زمین میں گاڑ دیا۔ وہ جیسے جیسے پڑھتی گئی اسے اپنا آپ فنا ہوتا محسوس ہوا۔

وہ ایک غزل تھی جس کے نیچے نام، تاریخ اور دن لکھے ہوئے تھے۔

اے چاند کی کرنو جاؤ نا

تم اسکو چھو کر آؤنا  
وہ کب کب کیا کرتا ہے  
وہ جاگتا ہے یا سوتا ہے  
تم چپکے چپکے جاؤنا  
تم اسکو چھو کر آؤنا  
ہم اسکے بنا دھورے ہیں  
اور جانا مشکل لگتا ہے  
تم کان میں اسکے کہہ دینا  
کوئی یاد بہت اسے کرتا ہے  
اے چاند کی کرنو جاؤنا

Zara haider

10-10-2023

آمنہ کے ہاتھ سے ڈائری چھوٹ کر گری تھی۔ یہ انکی شادی کے دو دن پہلے کی تاریخ تھی۔ اسے سمجھنے میں مشکل ہوئی کہ وہ شخص کیا تھا۔ اسے حریفہ سے اس پل اتنی شدید نفرت ہوئی کہ آمان۔ اگر وہ آمنہ سے وہ توقع نہیں رکھتا تھا تو آمنہ بھی اس سے یہ توقع نہیں رکھتی تھی۔ آمنہ کو حریفہ سے نفرت ہوئی کیوں کہ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ حریفہ آمنہ سے کبھی پہلے والی محبت نہیں کر

سکتا۔ یا پھر حریفہ نے بھی آمنہ سے محبت کی ہی نہ تھی۔ اگر محبت ہوتی تو ختم نہ ہوتی۔ مگر اسکی وجہ محض یہ تھی کہ جب حریفہ کو دھوکا ملا تو اسے سمجھانے والی زارا تھی۔ جب وہ ٹوٹ چکا تھا تب اسے زارا ملی تھی۔ اور جو شخص آپ کے ٹوٹ جانے پر آپ کو ملے اور سکون دے اس سے محبت نہیں عشق ہوتا ہے۔ آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں کو بے دردی سے صاف کرنے کے بعد اس نے ڈائری کو واپس اسکی جگہ پر رکھ دیا۔ اس نے ہار تسلیم کر لی تھی۔ آمنہ نے جس شخص کے لیے سب ہارا تھا آج وہ اس شخص کو بھی ہار چکی تھی۔ مگر وہ کسی کو الزام نہیں دے سکتی تھی کیونکہ یہ اسکا اپنا فیصلہ تھا۔ وہ ہمیشہ خود ہی فیصلہ لینے کے عادی جو تھی۔

\*\*\*

شایان آج کل کچھ زیادہ ہی بے چینی کا شکار رہنے لگا تھا اور اسکی وجہ اسکی اولاد وریشہ شایان سلطان کی آنکھوں کا رنگ سنہرا ہونا تھا۔ وریشہ کی آنکھیں دن بدن سنہری ہوتی جا رہی تھیں اور نیلا رنگ محض انکے گرد ایک لکیر کی صورت میں رہ گیا تھا۔

\*\*\*

زندگی دگنی رفتار سے چل رہی تھی۔ ہر کوئی اپنے اپنے کام میں کھوسا گیا تھا۔ ان سب میں آج بھی بس وہی تھا جو تنہائی کے چند لمحے اسکی یاد کے نام کیا کرتا تھا۔

زاراحیدر اب محض حریفہ کی یاد کی سا بھی تھی۔ وہ کہیں کم ہو گئی تھی۔ کوئی نہ جانتا تھا وہ کہاں گئی، نہ کوئی جاننا چاہتا تھا۔ حریفہ نے کئیں مرتبہ سوچا وہ پتا کروائے مگر خاموش رہا اسکا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ وہ بظاہر فائل پکڑے بیٹھا تھا مگر اسکی سوچ وہیں اٹکی تھی۔ آمنہ کے پکارنے پر وہ ہوش کی دنیا میں آیا تھا۔  
"یہ لی جیے چائے۔" وہ پیالی کچھ دور پڑے ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولی۔  
"پتا ہے میں نے تم سے شادی کیوں کی؟؟" حریفہ نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھام کر اسے اپنے قریب بٹھایا۔ آمنہ چند لمحے کنگ رہ گئی۔ نا جانے اب وہ اسکا دل کس انداز میں توڑنے والا تھا۔

"کیوں؟؟" اس نے ہلکی آواز میں پوچھا۔  
"اس چائے کے لیے۔ مجھے ہمیشہ سے بس تمہارے ہاتھ کی چائے پسند تھی۔"  
آمنہ چند پل اسکی بات پر خاموش رہی پھر بے اختیار ہنس دی۔  
"اور ایک مزے کی بات بتاؤں؟؟" حریفہ نے مسکرا کر پوچھا۔  
"بولیے۔" آمنہ نے بھی دلچسپی سے کہا۔

"تم نے شادی کے بعد سے اب تک چائے کے علاوہ میرے لیے کچھ نہیں بنایا۔" حریفہ نے کہا تو آمنہ سوچ میں پڑ گئی۔ واقع ایسا ہی تھا۔ کیوں کہ گھر کے سب کام ہی ملازمین کر دیا کرتے تھے۔

"آپ چاہتے ہیں میں بناؤں؟؟" آمنہ نے پوچھا۔

"او نہو تم بس چائے بنا دیا کرو یہ میرے لیے یہی بہت خاص ہے۔" حریفہ نے مسکرا کر کہا۔

"چائے خاص ہے یا میں خاص ہوں؟؟؟" آمنہ نے شرارت سے پوچھا۔  
"ظاہر ہے تم خاص ہو ورنہ ایسی چائے کون بنا کر دیتا مجھے۔" حریفہ نے کہا تو وہ دونوں ہنس دیے۔

"مطلب آپ نے بس ایک چائے کی پیالی کے لیے شادی کی مجھ سے؟؟؟" آمنہ منہ کے زاویے بگاڑتے ہوئے بولی۔

"نہیں ایسی بھی بات نہیں ہے۔ تمہیں معلوم ہے تم مجھے بچپن سے اچھی لگتی تھی۔" حریفہ نے چائے کی پیالی اٹھائی۔  
"کتنی اچھی؟؟؟" آمنہ نے پوچھا۔

"اس چائے کی پیالی سے بھی زیادہ۔" حریفہ نے کہا تو وہ دونوں ایک بار پھر ہنس دیے۔

"مطلب آپ کو مجھ سے محبت نہیں تھی۔" آمنہ نے مسکرا کر کہا۔ مگر اسکی بات نے حریفہ کو خاموش کرادیا۔ آمنہ چاہتی تھی وہ ایک بار کہے کہ حریفہ علی کو آمنہ سلطان کے علاوہ کسی سے محبت نہیں تھی، اور نہ ہے۔ مگر حریفہ بس مسکرا دیا۔ آمنہ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ وہ نامحسوس انداز میں خاموشی سے وہاں سے اٹھ گئی۔ حریفہ نے بھی اسے نہ روکا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی آج بھی محبت

کے نام پر حریفہ کو بس ایک ہی عورت یاد آتی تھی۔ کیوں کہ مرد اپنی پسند بھول سکتا ہے مگر محبت نہیں۔ اس کے بعد وہ کسی بھی عورت کو پسند کر سکتا ہے، اس سے عقیدت رکھ سکتا ہے مگر محبت نہیں کر سکتا۔

\*\*\*

حریفہ شام کے قریب گھر لوٹا تھا۔ وہ شاید کام کر کر کے تھک چکا تھا سو آرام کرنے کے لیے کمرے میں چلا گیا۔ رات کے تقریباً بارہ بج رہے تھے جب آمنہ نے اسکا شاننا ہلایا تھا۔

"حریفہ۔۔" وہ اسے پکار رہی تھی۔ حریفہ نے مندی مندی آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے کی کوشش کی تھی۔ اسکی بصارت دھندلائی تھی۔ اسے محسوس ہوا کوئی اسکے سر پر ہتھوڑے برسارہا ہے۔

"آپ ٹھیک ہیں؟؟" آمنہ نے پریشانی سے پوچھا۔ حریفہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ لیٹے ہوئے ہی اپنا سر مسل رہا تھا۔

"سر۔۔۔ میں۔۔۔ درد ہے۔۔" اس نے اٹک اٹک کر کہا۔

"میں دوائی لاتی ہوں رکیں۔" آمنہ اتنا کہہ کر اٹھی۔

کچھ دیر بعد آمنہ کھانے کے ٹرے لے کر کمرے میں داخل ہوئی۔

"آپ نے کچھ کھایا نہیں ہے پہلے کچھ کھالیں۔" آمنہ نے ٹرے سائڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں چاہیے کھانا۔" حریفہ نے سخت لہجے میں کہا۔ درد کی شدت اتنی تھی کہ وہ ٹھیک سے غصہ بھی نہیں کر سکا۔

"پلیز حریفہ بس تھوڑا سا کھالیں۔" آمنہ نے روٹی کا نوالا بنا کر اسکے سامنے کیا۔ حریفہ مزمت کرنے کی حالت میں نہ تھا سو خاموشی سے کھاتا رہا۔ تھوڑا کھانے کے بعد آمنہ نے اسے ایک ٹیبلٹ دی تھی۔ حریفہ نے ایک اور مانگی۔

"حریفہ پلیز صرف ایک ہی کھائیں۔" آمنہ نے بچارگی سے کہا مگر حریفہ کی سرخ ہوتی وحشی آنکھوں کو دیکھ کر خاموش ہو گئی۔

حریفہ نے اپنا سر تکیے پر پھینک دیا۔ وہ درد سے کراہ رہا تھا۔ کبھی ایک جانب کروٹ بدلتا کبھی دوسری جانب۔ آمنہ کے چہرے پر کرب تھا۔ کچھ دیر بعد یوں ہی کروٹ بدلتے بدلتے حریفہ کی آنکھ لگ گئی۔ آمنہ نے سکون کا سانس لیا۔ حریفہ کے قریب بیٹھ کر آمنہ نے اسکی پیشانی سے بال پیچھے کیے۔ کچھ دیر نرم نظروں اسے دیکھتے رہنے کے بعد آمنہ اسکے قریب سے اٹھ گئی۔

\*\*\*

صبح اسکی آنکھ نازیہ کے پکارنے پر کھلی تھی۔

"میرا بچہ اٹھ گیا؟" وہ پیار سے اسکی پیشانی مل رہی تھی۔ حریفہ کی بصارت ایک بار پھر دھندلائی تھی۔ کچھ دیر ایسے ہی خلا میں گھورنے کے بعد وہ ہوش کی وادی میں لوٹا تھا۔



"کیسی طبیعت ہے؟" نازیہ نے پیار سے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں ماما۔ بس سردرد تھا معمولی سا۔" اس نے اٹھتے ہوئے جواب دیا۔

"دھیان رکھا کرو اپنا۔" انہوں نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔

\*\*\*

تانیہ اور شایان وریشہ کے ساتھ کچھ زیادہ مصروف ہو گئے تھے۔ تانیہ کے بار بار کہنے پر بھی حریفہ نے چیک آپ نہیں کروایا تھا۔ بھلا معمولی سے سردرد کے لیے کون چیک آپ کرواتا ہے؟

اسے روز ہلکا سردرد محسوس ہوتا رہتا تھا۔ اسکی بصارت اچانک کمزور پڑ جایا کرتی تھی۔ مگر اس نے زیادہ دھیان نہیں دیا۔

وہ ایسے ہی ایک دن گھر جانے کے لیے فیکٹری سے باہر آیا تھا۔ اسے ابھی بھی ہلکا سردرد محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے سوچا آج چیک آپ کروا ہی لے۔ باہر روحان کی گاڑی دیکھ کر اسکا سردرد کہیں غائب ہوا تھا۔

وہ بس اسکا دوست نہیں تھا۔ وہ ایسا شخص تھا جو ہر مصیبت میں اسے راحت دیتا تھا۔ آج بھی اسے یقین تھا روحان کے ساتھ چند لمحے گزارنے پر اسے سکون نصیب ہوگا۔ وہ مسکرا کر اسکی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

"جی جی آئیے آئیے آپ کا ہی انتظار تھا۔" روحان نے مسکرا کر کہا۔ ایک دوسرے سے گلے ملنے کے بعد وہ گاڑی میں بیٹھے۔

"بیٹھ تو تم ایسے گئے ہو جیسے میں تمہارے لیے ہی کھڑا تھا۔" روحان نے کڑوے تاثرات سے کہا۔

"تو اور کون سی گرل فرینڈ ہے یہاں تمہاری جس سے ملنے آئے تھے۔" اسکی بات پر روحان کے گال سرخ ہوئے تھے۔

"انتہائی بے شرم انسان ہو تم۔" اس نے کہتے ہی گاڑی چلائی۔ روحان کو سعودیہ میں نوکری مل گئی تھی اور وہ اسے یہی خوش خبری دینے والا تھا۔ گاڑی چلانے کے دوران روحان نے محسوس کیا تھا کہ حریفہ بار بار اپنا سر مسل رہا تھا۔

"تم ٹھیک ہو؟" روحان نے پوچھا تھا۔

"سر میں درد۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے خاموش ہوا۔

"اووشٹ میں اپنا موبائل فیکٹری ہی چھوڑ آیا۔" اس نے سر ہاتھوں میں تھام کر کہا۔

"اپنا موبائل دے ڈرائیور سے بولوں بانیک لینے جائے اور ساتھ لے آئے۔" اس نے روحان کے سامنے ہتھیلی پھیلائی۔

"یہ لے کیا یاد رکھے گا کہ دوست نے تجھے فری کال کرنے دی تھی۔" اس نے اپنا آئی فون حریفہ کے ہاتھ میں دیا۔ جسے دیکھ کر حریفہ کا دل چاہا اسکا سر پھاڑ دے۔

"توں اور تیرا یہ لھٹیانوں پی۔ٹی۔اے فون اپنے پاس رکھ۔" حزیفہ نے اسکا موبائل ڈیش بورڈ پر پٹختا تھا۔

"ہسہ بھلائی کا تو زمانہ ہی نہیں ہے۔" روحان نے جلے ہوئے انداز میں کہا۔  
"اگلے مہینے میں سعودیہ جا رہا ہوں۔" روحان نے پرسکون انداز میں کہا۔  
"کیوں؟؟؟" حزیفہ نے بھنویں سکیر کر پوچھا۔

"کیا مطلب کیوں کام کرنے کے لیے۔" روحان نے کہا۔  
"یہ تو بہت اچھی بات ہے مبارک ہو۔" حزیفہ نے مسکرا کر کہا۔  
"خیر مبارک۔"

"وہیے اتنے دور کیوں جا رہے ہو یہاں بھی کوئی اچھی جاب مل سکتی ہے۔"  
حزیفہ نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"بس مل گئی تو سوچا چلا جاؤں یہاں جاب ڈھونڈتے ہوئے ہی خوار ہوتا رہوں  
گا۔" اس نے جواب دیا۔

"تم بھی چلو۔" روحان نے آفر دی۔

"میں بیوی والا ہوں اس کے بغیر دل نہیں لگتا توں ہی سنگل گھومتا رہ۔" اس  
نے ہنس کر کہا۔

"کہیں توں یہ تو نہیں کہنا چاہا کہ تجھے میری یاد آئے گی؟؟؟" حزیفہ نے اسے  
چھیڑا تھا۔

"ہاں آئے گی کیوں کے میں سال یاد دو سال بعد ہی آیا کروں گا۔" روحان نے کہا۔

"میں تجھے بالکل مس نہیں کرنے والا جا۔" روحان نے ہنستے ہوئے کہا۔  
"ہاں میں تمہیں یاد کیا کروں گا تم مت کرنا۔" وہ بھی ہنس کر بولا۔

"اگر وہاں جا کر مجھے بھول گیا نا پھر دیکھنا کیسے چمڑی ادھیڑوں گا میں تیری۔"  
کچھ دیر بعد حریفہ نے دل کی بات کہہ ڈالی تھی۔  
"لو بھلا میں کیوں بھولوں گا تمہیں۔" روحان نے برا منایا تھا۔  
"جب بھی کال کروں فوراً اٹھانی ہے۔ اگر توں نے کہاناں بیزی ہوں، کام ہے،  
کہیں جا رہا ہوں پھر دیکھنا۔" ایک اور تنبیہ۔  
"ماڑا یہ تم میری بیوی بننے کی کوشش کیوں کر رہے ہو۔" روحان ہنسا تو ہنستا  
ہی چلا گیا۔

"بیوی آئے تب بھی ایسے ہی چلے گا۔" روحان نے کہا۔  
"بلکل۔" روحان نے ہنستے ہوئے کہا۔

\*\*\*

وہ لوگ اپنے کچھ اور دوستوں کے ساتھ مل کر ریسٹورنٹ گئے۔ روحان نے  
جواب کی خوشی میں سب کو ٹریٹ جو دینی تھی۔

رات کافی ہو چکی تھی اور وہ لوگ اب بھی کھانا کھانے کے بعد باتوں میں مصروف تھے۔

"یار روحان میں چلتا ہوں میری طبیعت سہی نہیں ہے۔" حریفہ نے اس سے کہا۔

"کیا ہوا تمہیں؟" روحان نے پریشانی سے پوچھا۔

"میرے سر میں درد ہے میں ہاسپٹل جا رہا ہوں چیک آپ کے لیے۔" اس نے سر مسلتے ہوئے کہا۔

"تم تو اپنیوائٹی کو چھوڑ آئے۔" روحان نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔

"آؤ میں چلتا ہوں ساتھ۔" وہ سب سے اجازت لے کر باہر آئے۔ حریفہ نے گاڑی میں بیٹھ کر اپنا سر ہاتھوں میں گرا دیا۔ اسکی آنکھیں سرخ پڑ رہیں تھیں۔ بصارت دھندلا رہی تھی۔

"اچانک کیا ہو گیا تمہیں؟" روحان اب حقیقتاً پریشان ہونے لگا تھا۔ حریفہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ مسلسل اپنا سر دباتا رہا۔ اسکی آنکھیں بند ہو رہیں تھیں جنہیں وہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ روحان نے پریشانی سے اسے دیکھا اور گاڑی کی سپیڈ بڑھادی۔ ہاسپٹل پندرہ منٹ کی دوری پر تھا۔

"جلدی۔۔ کرو۔۔ روحان۔۔ پلیز۔۔" حریفہ نے اٹک اٹک کر کہا۔ اسکی آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا۔ روحان نے پریشانی سے پیشانی مسلی اور گاڑی مزید

تیز کر دی۔

حزیفہ سیٹ کی پشت پر سر ٹکا کر بیٹھ گیا۔ روحان نے پندرہ منٹ کا راستہ پانچ منٹ میں مکمل کیا۔ اتنی رش میں اس نے بغیر سوچے سمجھے اتنی تیز گاڑی چلائی جتنی وہ چلا سکتا تھا۔ اس کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ گردن موڑ کر حزیفہ کو دیکھتا۔ ہاسپٹل پہنچ کر اس نے گردن موڑ کر حزیفہ کو دیکھا۔ اور روحان کو لگا کسی نے اسکی روح اسکے جسم سے کھینچ کر نکالی ہو۔ حزیفہ کے ناک سے مسلسل خون نکل رہا تھا۔ اسکی آنکھیں بند تھی بلکل ساکن۔

"حزیفہ۔" ایک دلخراش چیخ روحان کے گلے سے نکلی تھی۔ اس نے فوراً گاڑی سے اتر کر حزیفہ کو اٹھایا تھا اور اندر کی جانب بھاگا تھا۔

"حزیفہ میرے بھائی پلیز ہوش کراٹھ جا۔" وہ مسلسل روتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ہاسپٹل داخل ہوتے ہی اس نے چیخ چیخ کر ڈاکٹر ز کو اگھٹا کیا۔

"پلیز پلیز اسکو دیکھیں کیا ہو گیا ہے اسے۔" ڈاکٹر اسکے سٹرپچر کو گھسیٹ کر لے کر جا رہے تھے۔ آپریشن تھیٹر کے باہر کھڑے ہو کر کچھ دیر وہ پھوٹ پھوٹ کر رویا تھا۔ وہ فرش پر بیٹھا مسلسل رو رہا تھا۔ پھر اس نے آنکھیں صاف کرتے ہوئے اپنا موبائل نکالا۔

"یہ گھٹیا نون پی۔ ٹی۔ اے موبائیل اپنے پاس رکھ۔" حزیفہ کے الفاظ اسے یاد آئے۔

وہ بھاگتا ہوا ریسپشن پر گیا۔

"پلیز پلیز ایک کال کرنی ہے۔" ریسپشن پر کھڑے لڑکے نے ترس بھری نظروں سے اسے دیکھا اور ٹیلیفون اسکے سامنے کیا۔ روحان نے جلدی سے علی یوسف کا نمبر ملایا۔

"انکل انکل حریفہ۔۔ حریفہ کی طبیعت خراب ہو گئی ہے آپ پلیز جلدی آ جائیں۔"

سامنے علی کو دھچکا لگا تھا۔ وہ کچھ پوچھ رہے تھے۔ وہ چلا رہے تھے۔ انہیں طبیعت خراب نے نہیں روحان کے رونے نے پریشان کیا تھا۔  
"مجھے نہیں معلوم بس آپ آ جائیں۔" اس نے روتے ہوئے ہاسپٹل کا پتہ دیا اور بغیر کوئی جواب سنے بھاگا ہوا واپس آیا۔ جب وہ واپس آیا تو ڈاکٹر ز سامنے ہی کھڑے تھے۔

"ڈاکٹر ڈاکٹر کیسا ہے وہ؟ ہوش میں آیا؟؟؟" اس نے ڈاکٹر کو بازو سے پکڑ کر پوچھا۔

"آئی ایم سوری ہم انہیں نہیں بچا سکے۔" کس بے دردی سے ڈاکٹر نے یہ الفاظ کہے تھے۔

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں ڈاکٹر۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ ٹھیک تھا اسے۔۔ کچھ نہیں تھا۔ آپ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔" روحان نے بے یقینی

سے کہا۔

"آپ نے بہت دیر کر دی ہم کچھ نہیں کر سکتے تھے۔" ڈاکٹر نے اسکا کندھا تھپتھپایا۔

"مگر۔۔ مگر کیسے۔" وہ چیخ چیخ کر رو رہا تھا۔ کوئی اسے تسلی دینے والا نہیں تھا۔  
"ہوا۔۔ ہوا۔۔ کیا تھا اسے؟" اس نے روتے ہوئے پوچھا۔

"ہم پتالگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔" ڈاکٹر یہ کہہ کر چلا گیا۔ کچھ ڈاکٹر زباہر سے اندر جا رہے تھے۔ اسکی بیماری کا پتالگایا جا رہا تھا۔ وہ قریب ایک بیچ پر بیٹھ گیا۔

وہ بالکل اکیلا تھا۔ وہاں اسکا کوئی اپنا نہ تھا۔ جو تھا وہ بے جان پڑا تھا۔ نا جانے کتنی دیر وہ وہاں بیٹھا رہا اسے کچھ معلوم نہیں۔ کبھی وہ اٹھ کر آپریشن تھیٹر کے دروازے تک آتا، شاید وہ اٹھ جائے، شاید یہ سب جھوٹ ہو۔ مگر ایسا کچھ نہیں تھا۔ حریفہ علی ہر چیز سے بے پروا نہ تھا الوداع کہہ گیا تھا۔  
"میں تجھے بالکل مس نہیں کرنے والا جا۔"

"تو میرا دوست نہیں ہے، جان ہے۔" وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔  
وہ روحان سے اپنا دکھ بانٹ رہا تھا۔

وہ اسکے گلے لگ کر کسی بات پر رو رہا تھا۔  
وہ روحان کی کسی غلطی پر مسلسل اسے تنگ کر کے ہنس رہا تھا۔



وہ روحان کے لیے کسی سے لڑ رہا تھا۔

وہ اسکی کامیابی پر خوش ہو رہا تھا۔

کلاس کے دوران وہ اسکے نوٹس پر آڑھی ترچھی لکیریں کھینچ رہا تھا۔

اسکی بائیک کو گالی دینے پر وہ بیٹ لے کر اسکے پیچھے بھاگ رہا تھا۔

وہاں بیٹھے انکی کون سی ایسی یاد نہ تھی جو اس وقت روحان کو یاد نہ آئی تھی۔ اسے

لگا کسی نے اسکی زندگی سے رنگ چھین لیے تھے۔ حریفہ بس اسکا دوست نہیں

تھا، وہ اسکا گھر تھا۔ اسکا کمفرٹ زون۔ وہ مسلسل رو رہا تھا۔ وہ اللہ سے شکوا نہیں

کر سکا۔ وہ ہمیشہ حریفہ کو سہارا دیتا تھا کہ کوئی شخص تنہا نہیں ہوتا اللہ اسکے ساتھ

ہوتا ہے مگر آج اللہ نے اسے تنہا کر دیا تھا۔

یہ کیسی بے بسی تھی کہ اپنے رب سے شدید محبت کی بعد بھی وہ آج خود کو اس

بھری دنیا میں تنہا محسوس کر رہا تھا۔ اسے لگا اسکے رب نے اسے بالکل اکیلا کر

دیا۔

کچھ دیر بعد حریفہ کے سب گھر والے وہاں پہنچے تھے۔ سب سے آگے تانیہ تھی

جو بے پرواہ حلیے میں بھاگ کر آئی تھی۔

"کیسا ہے وہ؟؟" تانیہ نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔ روحان نے آنکھیں رگڑ کر

صاف کیں۔ جب تک علی اسکے قریب آئے۔

"بیٹا حریفہ کیسا ہے؟؟" انہوں نے روحان کو کندھوں سے تھام کر پوچھا۔

روحان انکے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ وہ سب اس لیے پریشان تھے کہ حریفہ کی طبیعت زیادہ خراب ہے اسکی موت کا تو کسی کو خیال بھی نہ آیا تھا۔  
"وہ۔۔۔ مر گیا۔۔۔ انکل حریفہ۔۔۔ مر گیا۔" وہاں کھڑے ہر شخص پر آسمان ٹوٹ کر گرا تھا۔ آمنہ نے بے اختیار دل پر ہاتھ رکھا تھا اگر شایان اسے سہارا نہ دیتا تو وہ گر جاتی۔ تانیہ کی چلتی سانسیں تھم گئی۔ شایان اور علی کا بھی یہی حال تھا۔

"بیٹا یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" علی نے اسے خود سے الگ کرتے ہوئے پوچھا۔

"ایسا ایسا نہیں ہو سکتا۔ بھائی بھائی یہ جھوٹ بول رہا ہے"

آمنہ نے روتے ہوئے کہا۔ تانیہ نے باہر آتی ایک ڈاکٹر کو پکڑ لیا۔

"یہ۔۔۔ یہ کیا کہہ رہا ہے۔۔۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ وہ بالکل ٹھیک تھا۔۔۔ اسے کوئی بیماری نہیں تھی۔" تانیہ نے روتے ہوئے کہا۔

"پیشنٹ کو ہائی لیول کا برین ٹیومر تھا۔ مجھے یقین نہیں آتا اتنی بڑی بیماری اس لیول تک پہنچی کیسے آپ نے انکا وقت پر چیکاپ کیوں نہیں کروایا۔" ڈاکٹر انکی حالت سے بے پرواہ بول رہی تھی۔ تانیہ سن کھڑی تھی۔ وہ کوئی رد عمل بھی نہ دے سکی تھی۔ اس نے لوگوں کو زندگی بخشنے والا شعبہ چنا تھا۔ بہت سے ایسے لوگ تھے جنہیں آج تک تانیہ نے نئی زندگی دی تھی مگر وہ اپنے سب سے عزیز

رشتے کو اپنی نظروں کے سامنے کھو چکی تھی۔ وہ اب بھی یہ سب قبول نہیں کر پا رہی تھی۔ علی کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے مگر وہ مضبوط لہجے میں ڈاکٹر سے بات کر رہے تھے۔

"انکی باڈی میں کیمیکل کی ہلکی مقدار ملی ہے شاید کوئی کیمیکل وقتاً فوقتاً انکی باڈی میں داخل ہوتا رہا ہے جس کی وجہ سے کیس یہاں تک پہنچا۔" ڈاکٹر کچھ کہہ رہی تھی۔ آمنہ زار و قطار رو رہی تھی شایان اسے سہارا دے رہا تھا۔ تانیہ بالکل سن کھڑی رہ گئی۔ وہ بہت چھوٹی تھی جب حریفہ پیدا ہوا تھا مگر بچپن سے لے کر آج تک کوئی ایسی یاد نہیں تھی جو اسے یاد نہ ہو۔ وہ سکول میں ہمیشہ اسے پروٹیکٹ کرتی تھی۔ چوٹ لگنے پر وہ اپنی ماں کی بجائے روتا ہوا تانیہ کے پاس آتا تھا۔ وہ چھوٹا ہونے کے باوجود تانیہ کو تحفظ دیتا تھا۔ مگر آج تانیہ اسے نہیں بچا سکی تھی۔ وہ اپنی کس کس بے بسی پر روتی اسے سمجھ نہ آئی۔

"اگر میں ڈاکٹر بن گئی ناں زکوٹے تو تم اپنی خیر مناؤ زہر کا انجیکشن دے کر ماروں گی تمہیں۔"

اس نے اپنے قدم اندر کی جانب موڑ لیے۔

"اچھا رہ لیں گی میرے بغیر؟"

وہ آپریشن تھیٹر کے اندر داخل ہوئی۔

"ہمم کو شش کر سکتی ہوں ویسے بہت مشکل ہے۔"

وہ اسے یہ نہیں بتا سکی تھی کہ وہ یہ کوشش بھی نہیں کرنا چاہتی۔ سامنے سٹریچر پر اسکا کا بے جان وجود پڑا تھا۔ سیاہ رنگ کی شرٹ اسکے جسم پر تھی۔ وہ ہمیشہ سے ہی سیاہ رنگ کا دیوانہ تھا۔ ناجانے اسے یہ رنگ اتنا پسند کیوں تھا۔ وہ قدم قدم چلتی اسکے قریب آئی۔

"حزیفہ۔" اس نے پیار سے اسکے ماتھے پر آئے بال پیچھے کیے۔  
"حزیفہ میرے بچے آنکھیں کھولو۔" وہ اسکے چہرے کے ہر نقش کو چھو رہی تھی۔ اس نے نرمی سے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔

"حزیفہ میری جان پلیز رحم کھاؤ مجھ پر اٹھ جاؤ ایسا مت کرو۔" وہ اسکا ہاتھ تھامے پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی۔

"میں نہیں جی سکوں گی تمہارے بغیر حزیفہ خدارا اٹھ جاؤ۔" وہ فرش پر بیٹھے بلک بلک کر رو رہی تھی۔

اسکے پیچھے سب اندر داخل ہوئے تھے۔ علی نے کرب سے آنکھیں میچ لیں تھی۔ شایان نے تانیہ کو اٹھانے کی کوشش کی۔

"شایان اسے بولیں ناں اٹھ جائے یہ ایسا کیسے کر سکتا ہے۔"

۔ "وہ شایان کے سینے پر سر رکھے رو رہی تھی۔

شایان کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے مگر وہ کچھ بول نہ سکا۔

"میں مر جاؤں گی شایان میں تنہا رہ جاؤں گی اسکے بغیر۔" وہ مسلسل روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ حریفہ وہاں کھڑے ہر شخص کو الگ انداز میں تنہا کر گیا تھا۔

"چپ ہو جاؤ تانیہ حوصلہ کرو۔" شایان نے اس سے کہا۔

"میں کیسے حوصلہ کروں شایان میں نے اپنے ہاتھوں سے اسے بڑا کیا ہے۔ اب وہ مجھے ایسے نہیں چھوڑ کر جاسکتا۔" وہ روتے ہوئے آمنہ کے پاس آئی۔

"آمنہ وہ تم سے بہت محبت کرتا ہے وہ ہمیشہ کہتا تھا وہ تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا اب تو تم بھی اسے مل گئی تھی تم اسے کہو ناں وہ اٹھ جائے۔" وہ آمنہ کا ہاتھ تھام کر روتے ہوئے بولی۔ آمنہ خاموشی سے سر جھکائے مسلسل رو رہی تھی۔ اس نے کیا کچھ برداش نہیں کیا تھا ایک حریفہ کا ساتھ حاصل کرنے کے لیے۔ اور اب جب وہ اسے ملا تھا تو اس نے یہ کیا کر دیا تھا۔ وہ بے بس تھی۔

ہر شخص اس وقت بے بسی کی انتہا پر تھا۔ مگر تانیہ پر جو قیامت گزری اسکا ہر ایک کو اندازہ تھا۔ وہ ڈاکٹر تھی ہر چھوٹی بڑی بیماری کا منٹوں میں پتہ لگالیتی تھی مگر اسکا بھائی اسکے سامنے اتنی بڑی بیماری کی وجہ سے مر گیا تھا اور وہ کچھ بھی نہ کر سکی۔ اسکا دل چاہا تھا وہ اپنی ڈگریوں کو آگ لگا دے۔ اسکی ساری زندگی کی محنت مٹی میں مل چکی تھی۔ وہ مکمل طور پر ہار چکی تھی۔

\*\*\*

اسکی موت کا سن کر پورے گھر میں قیامت کا سما تھا۔ نازیہ کا رو رو کر برا حال تھا۔ ہر فرد کا ایسا ہی حال تھا۔ نازیہ حلیمہ اور زارا کو بد دعائیں دے رہی تھیں۔ یہ سب انکی وجہ سے ہوا تھا۔

روحان ایک جانب کھڑا خاموشی سے آنسوؤں بہا رہا تھا۔ شایان بھی اسکے ساتھ آ کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر وہ دونوں خاموشی سے آنسوؤں بہاتے رہے۔ پھر شایان نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"صبر کرو۔" اس نے کس طرح اپنے لہجے کو مضبوط کیا وہی جانتا تھا۔ مگر اسکا صبر ختم ہو گیا جب روحان اسکے گلے لگ کر بے تحاشہ رویا تھا۔ شایان اسے تھکتے ہوئے کب خود بھی ایسے رونے لگا اسے معلوم نہ ہوا۔ ان دونوں نے اپنا بھائی کھویا تھا۔ وہ انکی زندگی میں ہر چیز سے زیادہ اہم تھا۔ وہ انکے لیے انکی زندگی جتنا اہم تھا۔ مگر آج وہ انکی نظروں کے سامنے سفید کفن میں بے جان پڑا تھا۔

\*\*\*

اگلی صبح تک حریفہ کی تدفین کر دی گئی تھی۔ دور کے لوگ واپس جا چکے تھے۔ کچھ قریبی رشتہ دار وہیں تھے مگر کوئی چیز اس وقت حریفہ کے گھر والوں کو حوصلہ نہیں دے سکتی تھی۔ انہوں نے گھر کا سب سے چھوٹا، معصوم، پیارا بچہ کھویا تھا۔ کوئی شخص اسکا نعمال بدل نہیں کر سکتی تھی۔

تانیہ اس وقت وریشہ کو گود میں اٹھائے سلانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسکی آنکھیں نیند اور رونے کے باعث سرخ ہو چکیں تھیں۔ شایان نے نرمی سے اس سے وریشہ کو لیا تھا۔

"آرام کر لو جا کر تمہاری طبیعت خراب ہو جائے گی۔" اسکی اپنی آنکھیں لال تھی مگر اسکے لیے تانیہ کا سکون زیادہ معنی رکھتا تھا۔ تانیہ نے پیار سے وریشہ کو دیکھا جسکی سنہری آنکھیں تانیہ پر جمی تھی۔ تانیہ کی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر گرے۔ اس نے نرمی سے وریشہ کی آنکھوں کو چوما اور کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ اس نے سوچا وہ حریفہ کے کمرے میں جائے۔ اس نے اپنے قدم حریفہ کے کمرے کے جانب موڑ لیے۔

حریفہ کے کمرے میں آمنہ سو رہی تھی۔ اسکی آنکھوں کے پیوٹے سوج چکے تھے۔ اسکا رنگ پیلا پڑ رہا تھا۔ تانیہ نے اسے ترحم بھری نظروں سے دیکھا۔ کمرے میں جگہ جگہ حریفہ کی چیزیں تھیں۔ وہ اسکی ہر ایک چیز کو چھو کر محسوس کر رہی تھی۔ اب اسکی آنکھوں میں آنسو نہیں تھے۔ وہاں ویرانہ پن تھا۔ اسکی آنکھیں بالکل بنجر تھیں۔ کچھ تھا وہاں جس نے تانیہ علی کی پوری زندگی بدل دی تھی

\*\*\*

آٹھ سال بعد۔۔۔

مکمل سیاہ بال اسکے کندھوں سے نیچے جھول رہے تھے۔ پھولے ہوئے گالوں پر وہ بنسل رکھے منہ کے زاویے بنائے کچھ سوچ رہی تھی۔ شاید یہ کہ اسے اپنے سکیچ میں کس چیز کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔ آٹھ سال کی وریشہ اس وقت اپنے کمرے میں بیٹھی اپنے پسندیدہ مشغلے میں مصروف تھی۔ اسکے کمرے کا دروازہ کھلا۔ وہ ہر چیز سے بے نیاز بھاگتی ہوئی دروازے میں آئی۔

"پاپا۔۔ پاپا۔۔" وہ خوشی سے کہتی اسکی جانب دوڑی۔ شایان کی ساری تھکواٹ کہیں غائب ہوئی تھی۔ اس نے اسے اٹھاتے ہوئے پہلے اسکے گال چومیں پھر اسکی آنکھوں پر بوسہ دیا۔ اسکی پسندیدہ سنہری آنکھیں۔ شایان کی خواہش تھی کہ وریشہ کی آنکھیں سنہری ہی رہیں۔ وریشہ کی آنکھوں میں اب بھی ایک نیلی لکیر موجود تھی۔ جو کبھی بکھار زیادہ دکھائی دیتی تھی۔

"میرا پیارا بچہ کیا کر رہا تھا؟" اس نے اسے چومتے ہوئے پوچھا۔

"میں ڈرائنگ بنا رہی تھی۔ دکھاؤں؟؟" اس نے معصومیت سے پوچھا۔

"بلکل میں خود دیکھوں گا۔" وہ اسکے بیڈ کے قریب آیا۔ وریشہ نے اسے اپنا تیار کردہ سکیچ دکھایا۔ وہ لان کی تصویر کا بنایا گیا سکیچ تھا۔ وریشہ کی ڈرائنگ بہت کمال تھی۔ اس عمر کے مطابق اسکی ڈرائنگ کمال تھی۔ وہ کسی بھی منظر کو بہت مہارت سے اپنے ہاتھوں سے بنالیا کرتی تھی۔ پہلی نظر میں یقین ہی نہ آتا تھا کہ



یہ کسی آٹھ سالہ بچی نے بنائی ہے۔ تصویر میں ایک باپ اپنی بیٹی کے ساتھ فٹ بال کھیلنے میں مصروف تھا۔ وہ دونوں مسکرا رہے تھے۔ انکے پیچھے نظر آنے والی ایک کھڑکی میں اس بچی کی ماں کھڑی تھی۔ اس لڑکی کے چہرے پر کوئی احساس نہ تھا۔ وہ بس خاموشی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ اسکی ڈرائنگ تھوڑی بچکانا تھی مگر اس کے باوجود ہر چیز میں احساس بھرا گیا تھا۔

"یہ میں، یہ آپ اور یہ ماما۔" اس نے ہر ایک کی نشاندہی کی تھی۔

"اچھا تو ماما اتنی دور کیوں کھڑی ہیں؟؟" اس نے ہلکی پھلکی بات کرنا چاہی۔

"میں نے دیکھا ہے جب آپ میرے ساتھ کھیلتے ہیں تو وہ اس ونڈو سے ہمیں دیکھتی ہیں۔ شاید انہیں بھی ہمارے ساتھ کھیلنے کا دل کرتا ہو بابا۔" اس نے اپنے مطابق بہت سمجھداری کی بات کی تھی۔ شایان مسکرا دیا۔

"تو آپ ان سے کہا کریں کہ وہ آپ کے ساتھ آکر کھیلا کریں۔" اس نے اسکے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"کہا تھا مگر وہ کہتی ہیں انہیں دل نہیں ہے۔ ماما زور وڈ۔" اس نے منہ کے زاویے بنا کر کہا۔ شایان کے تاثرات پل بھر میں بدلے تھے۔ اسکے چہرے پر آیا رنگ وریشہ نہیں پہچان سکتی تھی۔

"اوکے آپ کام کرو میں فریش ہو کر آتا ہوں۔" وہ اسکا ہاتھ چوم کر اٹھ کھڑا

اسکارخ اپنے کمرے کی جانب تھا۔ جب وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا تو تانیہ کھڑکی میں خاموش کھڑی تھی۔ شایان کے داخل ہونے پر اس نے خاموشی سے اسکا بیگ لیا۔ شایان اسے سخت نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

تھا۔ تانیہ اسکا بیگ جگہ پر رکھ کر کمرے سے باہر آگئی۔ شایان نے ٹھنڈی سانس خارج کرتے ہوئے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔

جب وہ فریش ہو کر باہر آیا تو تانیہ اس کے لیے چائے بنا کر لائی تھی۔ شایان اسے انہی سخت نظروں سے دیکھتے ہوئے بیڈ پر بیٹھا۔ تانیہ کی نظریں بھی اس پر جمی تھیں مگر ان میں کوئی احساس نہیں تھا۔ نہ غصہ نہ نفرت نہ محبت۔ شایان نے چائے کا ایک گھونٹ بھر کر پیالی واپس رکھ دی۔ تانیہ تب تک بیڈ کے دوسری جانب بیٹھ چکی تھی۔

"یہ کیسی چائے ہے؟؟ اس میں چینی ہی نہیں ہے۔" اس نے حد درجہ سخت لہجے میں کہا۔ تانیہ خاموشی سے اٹھ کر ایک بار پھر کمرے سے باہر نکل گئی۔

شایان کا دل چاہا وہ اسکا گلا دبا دے۔ تھوڑی دیر بعد تانیہ اسکی چائے کے لیے چینی لے کر کمرے میں داخل ہوئی۔

"اب تک چائے ٹھنڈی ہو چکی ہے۔ ٹھنڈی چائے پیوں گا میں؟؟" اس نے ایک بار پھر غصے سے کہا۔ تانیہ نے ٹھنڈی سانس خارج کی اور بغیر کچھ کہے چائے

لے کر کمرے سے باہر آگئی۔ چند پل بعد جب وہ کمرے میں آئی تو اس نے دیکھا شایان کمرے کی لائٹ آف کیے سوچکا تھا۔ تانیہ نے بے بسی سے تازہ چائے کو دیکھا تھا۔ وہ اس کے لیے سب کچھ تو کر رہی تھی۔ پھر وہ ایسا سلوک کیوں کرتا تھا؟؟ یہ آج پہلی بار نہیں تھا اور آج بھی اس کے خیال میں شایان کی غلطی تھی۔ حزیفہ کے مرنے کے بعد تانیہ بالکل خاموش ہو گئی تھی۔ اس نے جاب بھی چھوڑ دی تھی۔ وریشہ پورا پورا دن ملازموں اور فریال کے رحم و کرم پر ہوتی تھی۔ شایان نے اسے ہر طرح سے حوصلہ دیا۔ اسے پہلے سے بڑھ کر پیار دیا، توجہ دی مگر تانیہ ویسی ہی رہی خاموش۔ شایان اسے پیار سے سمجھاتے سمجھاتے اس پر غصہ کرنا شروع ہو گیا۔ تانیہ پھر بھی خاموش رہی۔ وہ اسے وریشہ کا خیال نہ رکھنے پر کڑوی باتیں سنانے لگتا۔ وہ اپنے رد عمل پر شرمندہ ہوتا تو اسے پیار سے معذرت کرتا اسے سمجھاتا۔ مگر تانیہ نے مانوا اپنے زبان سی لی تھی۔ جو چند الفاظ وہ ضائع کرتی تھی وہ بھی غنیمت ہوتے۔ آہستہ آہستہ شایان نے اسے سمجھانا چھوڑ دیا۔ وہ اب روز اس پر کسی بات کا غصہ کرنے کا عادی ہو گیا تھا اور اب وہ اس سے معذرت بھی نہیں کرتا تھا۔

وریشہ نے جب سے ہوش سمجھا لا تھا اسے یاد نہیں کہ اسکی ماں نے اس کے ساتھ خوشی کے کوئی پل گزارے ہوں۔ اور یہ بات شایان کو تیر کی مانند لگتی تھی۔ شایان کے ساتھ وریشہ بھی تانیہ کی توجہ کے طلبگار ہی رہ گئے تھے۔

ایک رات شایان گھر آیا تو تانیہ کو خبر نہ ہوئی۔ وہ اپنی سڈی میں کام کر رہا تھا جب تانیہ اسکے لیے چائے بنا کر اسے دینے کے لیے آئی۔ سڈی کے دروازے پر تانیہ کے پیرزنجیر ہی گئے۔

وہ کسی سے فون پر بات کر کے ہنس رہا تھا۔

"جی جی ملائکہ میں سمجھ گیا۔ تم پریشان مت ہو میں سب ہینڈل کر لوں گا۔" وہ ہنس کر کہہ رہا تھا۔ تانیہ کو محسوس ہوا کسی نے اسکا دل جکڑ لیا ہو۔ اس نے دروازہ ناک کیا۔ شایان نے اجازت دی تو تانیہ اندر داخل ہوئی۔ اسے دیکھ کر شایان کے چہرے کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔

"اوکے سمجھ گیا کر لوں گا میں۔" وہ بہت احتیاط سے الفاظ کا چناؤ کر رہا تھا۔

\*\*\*

ایک دن گاڑی خراب ہونے کی وجہ سے ڈرائیور تانیہ کو شایان کے آفس چھوڑ آیا۔ وہ خاموشی سے اسکے آفس میں ایک جانب بیٹھی تھی۔ شایان خاموشی سے اپنا کام کرتا رہا۔ اچانک دروازہ کھلا اور ایک لڑکی اندر داخل ہوئی۔ شایان اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"مسٹر میں نے آپ کو فائل ای میل کی تھی اب تک جواب نہیں آیا۔" وہ عمر میں پچیس سال کے قریب لگتی تھی۔ بال کرل کر کے کھلے چھوڑ دیے گئے تھے۔ سادہ سے قمیض شلوار اور دو بٹہ گلے میں جھول رہا تھا۔ اسکا گیٹ آپ کافی

پستھٹک تھا۔ اس نے سائڈ پر بیٹھی تانیہ کو نہیں دیکھا تھا مگر تانیہ نے سر تا پیر اسے دیکھا تھا۔

"سوری تھوڑا زیادہ کام تھا میں ابھی چیک کرتا ہوں۔" شایان مسکرا کر بولا۔  
لڑکی کی نظر تانیہ پر پڑی تو وہ حیران ہوئی۔

"یہ کون ہے؟؟" اس نے شایان سے پوچھا۔ وہ کون ہوتی تھی اتنے حق سے شایان سے بات کرنے والی؟ شایان کا آفس اسکی مرضی۔ تانیہ نے سوچا پھر خاموش ہو گئی۔ تانیہ کو اسکے سامنے آپنا آپ بہت معمولی لگا۔ وہ بکھری سی حالت میں سادہ سالباس پہنے ہوئے تھی۔

"اوہ یہ میری وائف ہیں۔" شایان نے مسکرا کر کہا۔

"اوہہ اور تم اب بتا رہے ہو؟؟" لڑکی نے کہا۔

"ہیلو میں ملائیہ غازی۔" ملائکہ نے ہاتھ اسکے سامنے کرتے ہوئے کہا۔ تانیہ کو اسکے نام پر حیرت ہوئی۔ اسی سے تو شایان اتنا مسکرا کر بات کر رہا تھا۔ تانیہ نے کوئی رد عمل نہ دیا تو شایان نے اسے سخت نظروں سے گھورا۔ تانیہ نے ٹھنڈی سانس خارج کی اور مسکرا کر اسکا ہاتھ تھاما۔

"نائس ٹومیٹ یو۔" وہ بولی۔

"آپکا نام؟؟" ملائکہ نے پوچھا۔ تانیہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"آپ کے باس نے آپ کو بتایا نہیں؟؟" اس نے باس پر زور دے کر کہا۔

"اوہ نہیں ابھی اس بارے میں بات ہی نہیں ہوئی۔" ملائکہ بولی۔  
"تانیہ علی۔" اس نے بس اتنا ہی کہا۔ ملائکہ بھی مسکرا کر شایان سے کچھ بات کرنے لگی۔

\*\*\*

ملائکہ سے ملاقات کے بعد تانیہ مزید خاموش ہو گئی تھی۔ وہ جو شایان سے ہاں ناں میں بات کیا کرتی تھی اب وہ بھی بند ہو چکی تھی۔ جسکی وجہ سے شایان اس سے مزید چڑنے لگا تھا۔ وہ ہر ممکن کوشش سے اسے زچ کرنے کی کوشش کرتا تھا۔

\*\*\*

آج کچن میں ہلچل سے محسوس ہو رہا تھا کوئی مہمان آرہا ہے۔  
"کون آرہا ہے آج؟" تانیہ نے بغیر کسی تمہید کے کہا۔  
"شایان صاحب کے آفس کی کولیگ ہے کوئی اپنے والد کے ساتھ آرہی ہے۔"  
ملازمہ نے بتایا۔ تانیہ بغیر پوچھے بھی جانتی تھی ملائکہ آرہی ہے۔ وہ شام سے رات تک کمرے میں بند رہی۔ آمنہ اسکے کمرے کا دروازہ ناک کر کے اندر داخل ہوئی۔ وہ ہلکے نیلے رنگ کے لباس میں نکھری نکھری لگ رہی تھی۔ تانیہ نے احساس سے عاری نظروں سے اسے سر سے پیر تک دیکھا۔ تانیہ کو اس کے

اتنے بڑے دل نے ہمیشہ حیران کیا تھا۔ وہ کتنا مضبوط دل لے کر پیدا ہوئی تھی جو آج بالکل سمجھل چکی تھی۔

وہ مسکراتی ہوئی تانیہ کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔ تانیہ سفید اور سرخ رنگ کے لباس میں تھی۔ مگر اسکی حالت کافی اجڑی ہوئی تھی۔  
"آپ کو اس وقت نیچے ہونا چاہیے تھا۔" آمنہ نے کہا تو تانیہ نے کوئی جواب نہ دیا۔

"بھابھی اس گھر کو بھائی کو وریشہ کو آپ کی ضرورت ہے پلیز اپنے آپ کو سمجھالیں۔" اس نے تانیہ کا ہاتھ تھام کر فکر مندی سے کہا۔ تانیہ ہنوز خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ آمنہ نے ٹھنڈی آہ بھری تھی۔  
"وریشہ دن بدن آپ سے بدزن ہوتی جا رہی ہے۔ اس کے ساتھ وقت گزارا کریں پلیز۔" آمنہ نے کہا۔

"ٹھیک ہے آپ یوں ہی بیٹھی رہیں پھر بھائی کو جہاں سے توجہ ملے گی وہ وہیں جائیں گے پھر آپ گلامت کیجیے گا۔" وہ تانیہ کی خاموشی سے بیزار ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ تانیہ کی سرد نظروں نے کمرے سے باہر نکلنے تک اسکا پیچھا کیا تھا۔ وہ چلی گئی تو تانیہ کی آنکھوں میں آنسوؤں جمع ہو گئے۔ اس نے اٹھ کر دروازہ بند کیا پھر وہی فرش پر بیٹھے بغیر آواز کے روتی رہی۔ وہ کافی رات تک شایان کا

کمرے میں انتظار کرتی رہی مگر وہ نہیں آیا تھا۔ ناجانے وہ کہاں تھا۔ وہ رات روتے روتے کب اسکی آنکھ لگی اسے معلوم نہ ہوا۔

\*\*\*

اگلی شام وہ ناجانے کس خیال کے تحت وریشہ کے کمرے کی جانب مڑی تھی۔ کمرے کا دروازہ کھولا تو وریشہ سامنے ہی بیٹھی تھی۔ اس نے تانیہ کو دیکھ کر کوئی رد عمل ظاہر نہ کیا تھا۔ تانیہ قدم قدم چلتی اسکے قریب آئی۔

"کیا کر رہی ہو؟؟؟" اس نے اسکے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ڈرائینگ۔" ایک لفظی جواب۔

"سکول کیسا جا رہا ہے؟" اسے سمجھ نہ آیا وہ اس سے کیا پوچھے۔

"بہت اچھا۔" وہ کاپی پر جھکی جواب دیتی رہی۔ چند لمحے خاموشی سے گزر گئے۔

پھر اچانک وریشہ کو کچھ یاد آیا۔

"اوہ آپ کو پتا ہے آج میں کلاس میں ہی سو گئی تھی۔" اس نے معصومیت سے بتایا۔

"اچھا۔ کیوں؟؟؟" تانیہ نے اسکے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

"ویسے ہی۔ مگر ٹیچر کچھ انٹر سٹنگ پتا رہی تھی۔ اونو میں نے مس کر دیا۔" وہ

صدے سے بولی۔



"کیا بتا رہی تھی ٹیچر۔" تانیہ نے پوچھا۔ اسکے ہاتھ مسلسل وریشہ کے بالوں میں حرکت کر رہے تھے۔

"جادو کے بارے میں۔" تانیہ کا چلتا ہاتھ یک دن رک گیا۔ اسکی آنکھیں ساکن ہو گئی۔

"ٹیچر کہہ رہی تھی جادو بہت گندی چیز ہوتی ہے۔" وہ اپنے بڑی بڑی سنہری آنکھیں تانیہ پر جمائے بولی۔ تانیہ کے لیے ان سنہری آنکھوں سے نظر ہٹانا مشکل ہو گیا۔

"اما لوگ جادو کیوں کرتے ہیں؟؟" اسکے سوال نے سالوں سے خاموش رہتی تانیہ کے دل کو چھلنی کر دیا تھا۔ اسے وہ رات آج بھی یاد تھی۔

حلیمہ کے جاتے ہی سب لوگ اپنے کمروں میں بند ہو چکے تھے۔

رات کے تقریباً گیارہ بجے تانیہ نے حریفہ کے کمرے کا دروازہ بجایا۔ حریفہ دروازہ کھول کر ایک جانب ہو گیا۔ تانیہ اسکے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔

"دکھی ہو؟؟" تانیہ نے اسکے چہرے کو تھامے پوچھا۔

"نہیں بے بس ہوں۔" وہ کہتا ہوا بیڈ کے ساتھ نیچے فرش پر بیٹھ گیا۔ تانیہ بھی اسکے ساتھ بیٹھ گئی۔

"وہ کچھ بھی کرتی میں اسے معاف کر دیتا مگر جادو۔۔۔" اس نے جھر جھری لی تھی۔

"واقعہ یہ بہت غلط کیا اس نے۔" تانیہ نے ہامی بھری۔

"آپی لوگ جادو کیوں کرتے ہیں؟" وہ ایسے ہی معصومیت سے اسکی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھ رہا تھا۔ وہ ایک سمجھدار لڑکا تھا تانیہ اسے سمجھا سکتی تھی۔

"جب لوگوں کا ایمان کمزور پڑ جاتا ہے ناں تب وہ اپنی ہوس میں اتنے گر جاتے ہیں کہ اسے اپنے رب سے مانگنے کی بجائے غلط طریقے استعمال کرتے ہیں۔ اگر وہ اس کی بجائے اپنے رب سے مانگیں تو وہ انہیں اس سے کہیں گنا زیادہ بہترین عطا کرے۔ مگر لوگ عقل نہیں رکھتے۔" وہ اسے سمجھا رہی تھی۔ وہ سمجھدار تھا سمجھ سکتا تھا مگر آج وہ اپنی معصوم بٹی کو کس طرح یہ بات سمجھاتی۔

"ٹیچر کہہ رہی تھی لوگوں کو جب دعاؤں پر یقین نہ رہے یعنی اللہ پر یقین نہ رہے تو وہ جادو کرتے ہیں۔" وہ تانیہ کو خاموش دیکھ کر بولی۔

"پھر میری آنکھ لگ گئی۔" اس نے افسوس سے کہا۔

"لوگوں کو جب کچھ چاہیے ہو اور وہ انہیں نہ ملے تو لوگ جادو کرتے ہیں۔" اس نے بات کا آغاز کیا۔

"تو یہ غلط تو نہیں ہے۔" وریشہ نے بات کاٹی تھی۔

"میرا بچہ ہمیں جب بھی کچھ چاہیے ہو تو ہمیں اپنے رب سے مانگنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سب کچھ دے سکتے ہیں اور اگر وہ دعا کے بعد بھی نہ ملے تو اس چیز کو چھوڑ دینا چاہیے۔ جادہ گناہ ہے اس میں لوگ اللہ کی جگہ انسانوں سے مانگتے ہیں جو بہت بڑا گناہ ہے۔" اس نے پیار سے اسے سمجھایا۔

"سمجھ گئی؟؟" تانیہ نے مسکرا کر پوچھا۔ وریشہ نے بھی مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

\*\*\*

رات کو سب لوگ لان میں بیٹھے تھے۔ تانیہ وریشہ کو نہ دیکھ کر اسکے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ اس نے آہستہ سے اسکے کمرے کا دروازہ کھولا۔ سامنے وریشہ بہت مشکل سے دوپٹہ سر پر ٹکائے چھوٹے سائز کی جائے نماز پر بیٹھی تھی۔ تانیہ اسے دیکھ کر مسکرائی۔ وریشہ کی پیٹھ اسکی جانب تھی سو وہ اسے دیکھ نہ سکی۔ وریشہ معصومیت سے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے بیٹھی تھی۔

"یا اللہ جی میں جادو کبھی نہیں کروں گی۔ وہ بہت گندی چیز ہوتی ہے ناں۔ ماما کہہ رہی تھی مجھے کچھ بھی چاہیے ہو تو میں آپ سے مانگ لوں۔" وہ معصومیت سے بول رہی تھی۔ تانیہ دروازے میں ہی کھڑی مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔

"یا اللہ جی آپ میری ماما کو چینیج کر دیں پلیز۔" تانیہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی تھی۔

"مجھے بھی عائِلہ کی ماما جیسی ماما چاہیے جو میرے ساتھ فٹبال بھی کھیلیں اور ہوم ورک بھی کریں۔" وہ کہہ رہی تھی اور تانیہ کو لگا وہ ڈھے گئی ہے۔ اسکی اولاد کی کیا خواہشیں تھیں۔ وہ آج جان کر پانی پانی ہو گئی تھی۔ اسے آج بھی وہی بے بسی محسوس ہوئی جیسی حریفہ کو کھونے پر ہوئی تھی۔

"میری ماما تو مجھے بہت دنوں کے بعد ملتی ہیں اور بس سکول کا پوچھ کر چلی جاتی ہیں۔ مجھے ایسی ماما نہیں چاہیے۔ پلیز اللہ میاں آپ انہیں چینیج کر دیں۔" وہ کہہ کر اٹھی تو پیچھے تانیہ کو کھڑے دیکھا۔ وہ ڈر گئی۔ وہ خاموشی سے نظریں جھکائے کھڑی رہی۔ تانیہ اسکے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

"میں بس دعا کر رہی تھی۔" اس نے معصومیت سے کہا۔

تانیہ کی آنکھوں سے مسلسل آنسوؤں بہہ رہے تھے۔ اس نے نرمی سے وریشہ کو کندھوں سے تھام کر سینے سے لگایا اور پھوٹ پھوٹ کر رودی۔ وریشہ کچھ بھی سمجھ نہ سکی۔

"ماما آئی ایم سوری میں بس دعا مانگ رہی تھی۔" وہ سہم کر بولی۔

تانیہ نے اسے خود سے الگ کیا۔ اسکے ہاتھ چومے اسکا ماتھا چوما۔ وریشہ حیرت سے کھڑی رہی۔ تانیہ نے آج آٹھ سال بعد وریشہ کی آنکھیں چومی تھی۔

وہ ان آنکھوں کو کیسے نظر انداز کرتی رہی ہے۔ اسے وریشہ پر ترس آیا۔ اس رات وہ وریشہ کے ساتھ باتیں کرتی کرتی سو گئی۔ بہت عرصے بعد اس مشکل فیر سے نکلنا اتنا آسان نہیں تھا۔ مگر اسے یقین تھا وہ آہستہ آہستہ دوبارہ سمجھل جائے گی۔

\*\*\*

اگلی رات وہ چائے بنائے شایان کی سٹڈی کی جانب بڑھی تھی۔ آج ایک بار پھر اندر سے آنے والی آواز نے تانیہ کو منجھند کر دیا۔  
"امی میں تانیہ کو طلاق دینا چاہتا ہوں۔" شایان کے الفاظ نے تانیہ کو ساکن کر دیا۔ ڈور ناب پر اسکی گرفت ڈھیلی پڑی تھی۔  
"بیٹا خدارا یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔" فریال تڑپ اٹھی تھی۔  
"میں ملائکہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے کہا۔  
"ہوش سے کام لو بیٹا ہم علی سے کیا کہیں گے۔" فریال نے اسے سمجھایا۔  
"مجھے نہیں پتا بس میرا فیصلہ اٹل ہے۔" وہ مضبوط لہجے میں بولا۔  
"تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟؟؟" فریال نے بے بسی سے پوچھا۔ تانیہ کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔

"امی میرا اس شہر میں کوئی مقام ہے۔ ہر شخص مجھے جانتا ہے مگر میری بیوی کو آج تک کوئی نہیں جانتا۔ میرے ساتھ ایسی لڑکی سوٹ کرتی ہے؟؟؟" اس نے

زہریلے لہجے میں کہا۔ تانیہ کے ہاتھوں کی لسیں ابھری تھیں۔

"میرے ساتھ کوئی ہائی لیول کی لڑکی ہونی چاہیے۔ جو میرے ساتھ چلے تو مجھے فخر ہو۔ اینڈ آئی ایم سوری تانیہ اب ایسی کبھی نہیں بن سکتی سو میں اسے چھوڑ رہا ہوں۔" شایان نے کہا۔ تانیہ نے بغیر سوچے سمجھے اتنی زور سے دروازہ کھولا کہ شایان اور فریال دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ تانیہ نے پہلے توڑے ٹیبل پر پٹخی تھی پھر سرخ ہوتی آنکھوں سے شایان کو دیکھا۔

"بیٹا آرام سے بات کرتے ہیں۔" فریال نے کہا مگر تانیہ انہیں نظر انداز کرتی شایان کے پاس آئی۔

"مجھے طلاق دیں گے آپ؟؟" اس نے سفاک لہجے میں پوچھا۔  
"ہاں دوں گا۔" شایان نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"ابھی کے ابھی دیں۔" تانیہ نے اسی انداز میں کہا۔ شایان کے گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔

"میں نے ہر ممکن کوشش کی آپ کا ساتھ نبھانے کی مگر آپ اس لائق نہیں تھے۔" تانیہ کی رگیں تنی ہوئیں تھیں۔

"تمیز سے بات کرو تانیہ۔" شایان نے غصے سے کہا۔

"ہیں آپ اس لائق کہ آپ سے تمیز سے بات کی جائے؟؟ آپ کو اپنا مقام برقرار رکھنے کے لیے بیوی چاہیے؟؟ یاد رکھنا شایان سلطان آپ کے بغیر بھی میرا اس دنیا میں ایک مقام رہا ہے۔ مجھے آپ کے بغیر بھی دنیا جانتی تھی اور جانتی رہے گی۔ آپ کے علیحدگی سے مجھے ردی برابر بھی فرق نہیں پڑے گا۔ دیں مجھے ابھی کے ابھی تلاق۔" وہ آخر میں غصے سے چیخی تھی۔ شایان نے غصے سے اسکی جانب قدم بڑھایا۔ تانیہ چند سیکنڈ کے لیے ڈر کر پیچھے ہوئی۔ مگر سرخ ہوتی آنکھیں اب بھی شایان پر جمی تھی۔ شایان نے اسے بازو سے کھینچ کر خود کے قریب کیا۔

"بلکل ایسی بیوی ہی تو چاہیے تھی۔" اسکے چہرے سے غصہ کہیں غائب ہوا تھا۔ اب وہاں نرمی تھی۔ شایان نے نرمی سے اسکے ہاتھ تھامے۔

"مجھے تم ہی چاہیے تھے بلکل ایسی۔" اس کی نظریں تانیہ کے ہاتھوں پر جمی تھی۔ تانیہ بلکل سن ہو گئی۔ وہ کچھ کہنے کے قابل بھی نہ رہی تھی۔

"تم نے میرے لیے سب کیا تو بتاؤ میں نے تمہارے لیے کیا نہیں کیا تانیہ؟"

اس نے نظریں اٹھائی اسکی آنکھوں میں آنسوؤں کی تہہ تھی۔

"تم جیسی بھی تھی میری بیوی تھی میں نے کسی اور کے خیال کو بھی خود پر حرام کر رکھا تھا۔" اس نے ایک بار پھر نظریں جھکا لیں۔

"تو۔۔ تو۔۔ آپ۔۔ ابھی کیا کہہ رہے تھے؟؟" تانیہ کو کچھ سمجھ نہ آئی وہ کیا کہے۔ شایان کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری۔

"جہاں تمہیں واپس لانے کے لیے اتنا زچ کیا اتنا غصہ کیا وہاں ایک اور وار کرنے کی کوشش۔" وہ مسکرا کر بولا۔ فریال بھی مسکرا رہی تھی۔ تانیہ کو بے پناہ حیرت ہوئی۔ مطلب وہ اس کی مزاق کر رہے تھے۔

"بہت برے ہیں آپ۔" اس نے شایان کو دوردھکیلا۔ اور ہاتھوں میں چہرا چھپائے رونے لگی۔ شایان نے نرمی سے اس کے ہاتھ ہٹا کر اس کے آنسو صاف کیے۔

"آئی ایم سوری۔" اس نے نرمی سے کہا۔ تانیہ بغیر کچھ کہے اس کے سینے سے لگی رونے لگی۔

"میں بہت اکیلی ہو گئی تھی مجھے وہ ہمیشہ یاد آتا ہے، مجھے وہ نظر آتا ہے۔ وہ مجھ سے شکوہ کرتا ہے میں اسے کیوں نہیں بچا سکی۔" وہ روتے ہوئے کہتی رہی۔ شایان خاموشی سے اسے تھپکتا رہا۔

دل کا غبار نکلنے کے بعد وہ اس سے الگ ہوئی۔

"آئی ایم سوری میں نے آپ کو تنگ کیا؟؟؟" وہ معصومیت سے بولی۔

شایان نے نفی میں سر ہلایا۔ "تم نے ہم سب کا وقت ضائع کر دیا۔ مجھے اور وریشہ کو کب کب تمہاری ضرورت تھی تمہیں علم بھی نہیں ہے۔" تانیہ کو



حیرت ہوئی کہ وہ کیوں اس قدر آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔ اسکے اپنوں نے اسکے لیے کیا کچھ برداشت نہ کیا تھا۔ وہ مرنے والے کی قدر کرنے میں اتنی گم ہو گئی تھی کہ اسے زندہ انسان دکھائی بھی نہ دیے۔

\*\*\*

اس رات شایان اور تانیہ نے بہت سے باتیں کیں۔ اور تانیہ کو معلوم ہوا کہ ملائکہ غازی سلطان کے دوست کی بیٹی ہی۔ انکے دوست انکے بزنس پارٹنر تھے اور ملائکہ اسی آفس میں جاب کر رہی تھی۔ اس وجہ سے وہ شایان سے کافی فری تھی۔ شایان اس سے حد درجہ دور رہنے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر ملائکہ نے اس سے پسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔

"ملائکہ میں شادی شدہ ہوں تمہیں مجھ سے ایسی بات نہیں کرنی چاہیے۔" وہ سنجیدہ لہجے میں بولا جب ملائکہ نے اسے شادی کی پیشکش کی۔

"سووٹ تمہاری بیوی تو کہیں نظر نہیں آتی کوئی تو ہونی چاہیے جو تمہارے کندھے سے کندھا ملا کر چلے۔" وہ تسلی سے بولی۔

"میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا اور امید کرتا ہوں تم بھی آئندہ اس بارے میں بات نہیں کرو گی۔" وہ سخت لہجے میں کہتا کام میں مصروف ہو گیا۔

"مگر تم ایک بار۔۔۔" اسکی بات بیچ میں تھی جب شایان نے فائل کو غصے سے ٹیبل پر پھینکا۔

"تمہیں ایک بات سمجھ میں نہیں آتی؟؟ ہمارے اچھے تعلقات ہیں اور میں نہیں چاہتا میں تمہیں بہت برے طریقے سے بے عزت کروں سو آئندہ ایسی بات کرنے کی کوشش بھی مت کرنا۔" وہ سخت نظریں اس پر گاڑے بولا۔  
"اتنی بھی کوئی حسین نہیں ہے وہ جس کے لیے تم مجھے ٹھکرارہے ہو۔" وہ بھی غصے میں بولی۔

"بولو کیا مجھ سے زیادہ پیاری ہے؟؟" وہ سینے پر بازو باندھ کر بولی۔ یہ ملائکہ کی تانیہ سے ملاقات کے بعد کی بات تھی مگر اس سے پہلے کہیں ناں کہیں شایان نے یہ بات محسوس کر لی تھی۔ اور ملائکہ کے مطابق وہ عام سے بھی زیادہ عام تھی۔ شایان اسکی بات سن کر مسکریا۔

"تم اسکی ٹھوڑی کے دلکش گڑھے کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتی۔ پھر ان بھوری آنکھوں، ریشمی بالوں اور نازک رخساروں کا مقابلہ کیسے کرنے کی کوشش کر سکتی ہو؟؟" وہ تپا دینے والی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔  
ملائکہ اسکی بات سن کر غصے سے پیر پٹختی وہاں سے چلی گئی۔

جس دن تانیہ اور ملائکہ کی ملاقات ہوئی تھی شایان نے تانیہ کو نظروں ہی نظروں میں تنبیہ کی مگر تانیہ نے اسے غصہ سمجھ لیا۔ شایان چاہتا تھا تانیہ اسے اپنا مقام بتائے مگر اسکی خاموشی نے شایان کو برہم کیا۔

اس دن دعوت پر تانیہ کی غیر موجودگی نے شایان کو غصہ نہیں دلایا تھا اسے تکلیف ہوئی تھی۔ وہ تانیہ کی اس رویے کی وجہ سے دن بدن اسے کھوتا جا رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا تانیہ اس پر چلائے اس پر حق جمائے اس سے اپنے دل کی بات کہے مگر تانیہ نے جیسے اپنی زبان ہی سی لی تھی۔ شایان جانتا تھا تانیہ کی زبان مچھل غصہ کرنے پر ہی کھل سکتی ہے اس لیے وہ نہ چاہتے ہوئے بھے اس سے سختی سے پیش آتا تھا۔ وہ کبھی کبھار حقیقتاً بے بس ہو کر اس پر غصہ کر دیتا تھا۔

\*\*\*

"اگر میں اب بھی کچھ نہ کہتی اور آپ سے طلاق مانگتی تو آپ کیا کرتے؟" تانیہ نے پوری بات سن کر پوچھا۔

"میں اتنا تابعدار تو نہیں ہوں کہ یہ مان لیتا۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"مجھے اسے بچانا چاہیے تھا۔" اس نے اچانک سے بات بدلی۔ شایان خاموش رہا۔

"میں ڈاکٹر تھی میں سب کو ٹریٹ کرتی رہی اور میرا اپنا بھائی میری نظروں کے سامنے مر گیا میں کچھ نہیں کر سکی۔" وہ اب رونے لگی تھی۔ شایان نے اسے سینے سے لگایا مگر بولا کچھ نہیں۔ وہ چاہتا تھا تانیہ کھل کر اپنی بات کہے۔

"وہ مجھے نظر آتا ہے شایان۔" اس نے آنسوؤں سے لبریز آنکھیں اٹھا کر شایان کو دیکھ کر کہا۔ یوں جیسے کوئی بچہ اپنی بات کا یقین دلانا چاہتا ہو۔ شایان اسکی

آنکھوں میں نہیں دیکھ سکا۔

"وہ بس خاموشی سے مجھے دیکھتا رہتا ہے۔ کچھ نہیں کہتا۔ اسکی آنکھوں میں تکلیف ہوتی ہے۔ مجھے۔۔ مجھے اسکی آنکھوں میں خود کے لیے نفرت نظر آتی ہے۔" وہ زار و قطار روتے ہوئے بولی۔ کافی دیر رونے کے بعد شایان نے اسکے آنسوؤں صاف کیے۔

"وہ یہاں نہیں ہے تانیہ تم صرف اسے ہیلو سینیٹ کرتی ہو۔ اگر تمہیں لگتا ہے کہ وہ تمہیں نفرت سے دیکھتا ہے تو ایسا ہی ہو گا۔" شایان نے کہا تو چند سیکنڈ کے لیے تانیہ کا دل بند ہو گیا۔

"کیوں کہ وہ بھی ایسی تانیہ کو نہیں جانتا جو اپنا آپ کھو چکی ہو۔ وہ ہمیشہ تمہیں خوش دیکھنا چاہتا تھا اور تم نے خود کا کیا حال کر لیا ہے۔" وہ اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر بولا۔

"تم واپس سے پہلے والی تانیہ بوجاؤ پلیز۔" وہ مسکرا کر بولا۔  
تانیہ نے بھی مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

\*\*\*

گاڑی اپنی پوری رفتار سے سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ بھورے رنگ کی قمیض شلوار پہنے وہ خود گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ سیاہ آنکھوں میں کچھ تکلیف دہ تھا۔ چہرے

پر موجود داڑھی جو آٹھ سال پہلے کافی چھوٹی تھی اب بڑھ چکی تھی۔ دودھ دھیا رنگت والا روحان اپنے پانچ سالہ بیٹے کے ساتھ گاڑی میں بیٹھا تھا۔

"بابا آپ جب بھی آتے ہیں گھر جانے سے پہلے یہاں آ جاتے ہیں دیس ناٹ فیسر۔" وہ بچہ محض دیکھنے میں معصوم تھا۔ وہ اتنی چھوٹی عمر میں بھی کافی ذہین تھا۔ بس اسکی تھوڑی تو تلی زبان اسکے بچہ ہونے کی دلیل تھی۔ روحان اسکی بات سن کر بس مسکرا دیا۔ اسکی فلائٹ آدھا گھنٹہ پہلے ہی پاکستان پہنچی تھی۔ وہ سب کو گھر بھیج کر دانش کے ساتھ آ گیا۔

اس نے اپنا فون اٹھا کر سکرین روشن کی۔

"جب بھی کال کروں فوراً اٹھانی ہے۔ اگر توں نے کہا ناں بیزی ہوں، کام ہے، کہیں جا رہا ہوں پھر دیکھنا۔"

حزیفہ کے کہے الفاظ اسے آج بھی یاد تھے۔ وہ ایک سمجھدار مرد ہونے کے باوجود ناجانے دن میں کتنی مرتبہ موبائل اٹھا کر دیکھتا تھا کہ شاید وہ اسے کال کرے۔ شاید وہ اسکی اسکی آواز سن سکے۔ مگر یہ ناممکنات میں سے تھا۔

اس نے قبرستان پہنچ کر گاڑی سے تازہ گلاب نکالے اور ایک قبر کے قریب بیٹھ گیا۔ اس نے مسکرا کر تختے پر لگے نام کو چوما اور گلاب قبر پر رکھ دیے۔ اسکی

آنکھوں میں آنسوؤں تھے مگر وہ مسکراتا رہا۔ اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔  
دانش نے بھی ہاتھ اٹھائے۔ روحان کافی دیر دعا مانگتا رہا۔ دانش ادھر ادھر دیکھتا  
رہا۔ جب اسکی نظر اسکے باپ پر پڑی تو وہ بالکل حیران نہیں ہوا کہ اسکے باپ کا  
چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ اس نے جب سے ہوش سمجھا لا تھا وہ اس کا عادی تھا۔  
روحان جب بھی وہاں آتا دانش کو بھی ساتھ لاتا تھا اور اسکا یہی عمل ہوتا تھا۔  
جب روحان نے دعا مکمل کر کے ہاتھ چہرے پر پھیرے تو دانش اٹھ کھڑا ہوا۔  
"انکل تو اب مر گئے ہیں پھر آپ کیوں ہر بار اس طرح روتے رہتے ہیں؟" اس  
نے اپنے توتلے لہجے میں پوچھا۔ روحان اسکی بات سن کر مسکرایا۔

"بیٹا، کچھ رشتے وقت یا موت سے ختم نہیں ہوتے۔ وہ میرا دوست نہیں، میری  
زندگی کا وہ حصہ تھا جس نے ہر اندھیرے میں مجھے روشنی دی۔ وہ چلا گیا، مگر اُس  
کی یادیں، اُس کی باتیں، اُس کی ہنسی آج بھی میرے دل میں زندہ ہیں۔

میں اُسے صرف یاد نہیں کرتا، اُس کے لیے ہر روز دعا بھی کرتا ہوں، کیونکہ  
مرنے والوں کے لیے ہماری دعائیں ایک تحفہ ہوتی ہیں۔ جب ہم کسی کے لیے  
ہاتھ اٹھاتے ہیں ناں تو وہ اسکے لیے آخرت میں روشنی کی امید بن جاتی ہیں۔" وہ  
کھوئے ہوئے لہجے میں بولا اس بات سے بے پرواہ کہ اس معصوم دماغ کو کچھ  
سمجھ آ رہا ہے کہ نہیں کیونکہ اسے یقین تھا اس معصوم سے شیطانی دماغ کو ہر

بڑی سے بڑی بات سمجھ آ جاتی ہے۔ سوائے کوئی بھی بات بچوں کی طرح سمجھانے کی ضرورت نہ تھی۔

"سچا دوست وہی ہوتا ہے جس کی کمی سانسوں میں محسوس ہو، اور جس کے لیے دل ہر لمحہ اللہ کے حضور جھک جائے۔ میں روتا نہیں، بیٹا... میں اُس رشتے کو نبھاتا ہوں جو زندگی سے آگے تک چلتا ہے۔" روحان نے اپنی بات مکمل کر کے مسکرا کر اسے گود میں اٹھالیا اور اس سے باتیں کرتا ہوا گاڑی تک پہنچ گیا۔ پیچھے اس قبر پر پڑے گلاب کی خوشبو کافی دور تک پھیلی تھی۔ قبر کے کتبے پر نام لکھا تھا۔

حزیفہ علی ولد علی یوسف۔

\*\*\*

آج تانیہ پورے آٹھ سال بعد اس قبرستان میں آئی تھی۔ وہ اکیلی ہی وہاں آئی تھی۔ قبرستان کے باہر کھڑے ہو کر اس نے آنکھیں بند کیں، ٹھنڈا سانس لیا اور اندر داخل ہوئی۔ تھوڑا دور ہی وہ قبر تھی جسکی اسے تلاش تھی۔ وہاں ایک عورت بڑی سی سیاہ چادر میں بیٹھی کچھ پڑھ رہی تھی۔ شاید وہ کسی قریبی قبر پر آئی تھی۔ تانیہ نے اپنے قدم اس جانب بڑھائے۔ وہ بڑی سی سیاہ چادر والی عورت سورۃ یاسین مکمل کر کے اسے سینے سے لگائے رو رہی تھی۔ تانیہ اس کے پیچھے سانس روکے کھڑی تھی۔

"میں نے کچھ نہیں کیا حریفہ میرا یقین کرنا۔" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔  
 تانیہ اسکے ٹوٹے پھوٹے الفاظ سنتی رہی۔ وہ روتے ہوئے معافی مانگ رہی تھی،  
 اپنی بے گناہی کا یقین دلا رہی تھی۔ تانیہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ وہ  
 لڑکی بدک کر پیچھے مڑی۔ سیاہ آنکھوں میں عجیب سا خوف تھا۔ وہ پھٹی پھٹی  
 نظروں سے تانیہ کو دیکھتی رہی۔ تانیہ کی حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ وہ آٹھ  
 سال پہلے والی زارا ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ تانیہ کو لگا اسے سمجھنے میں غلطی ہوئی  
 ہے۔

زارا چادر درست کرتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

وہ بغیر کچھ کہے جانے لگی جب تانیہ نے اسے روک لیا۔

"زارا۔۔" اس نے روندھی ہوئے لہجے میں اسے پکارا۔

"مجھے جانے دو تانیہ مجھ میں مزید الزام برداشت کرنے کی سکت نہیں ہے۔" یہ

اداس آنکھیں، یہ ٹوٹا ہوا لہجہ، یہ بکھری حالت۔ تانیہ کو بے اختیار اس پر ترس

آیا۔ اس نے بغیر کچھ کہے زارا کو گلے لگا لیا۔

"تم کہاں تھی زارا؟" وہ اسے گلے سے لگائے بولی۔

زارا ساکن ہو گئی۔ تانیہ کافی دیر اسے گلے سے لگائے کھڑی رہی۔

"تم میرے ساتھ چلو گی۔" تانیہ اسکا ہاتھ تھام کر بولی۔ زارا نے اپنا ہاتھ چھڑا

لیا۔



"کوئی میرا یقین نہیں کرے گا۔ سب کو لگتا ہے وہ ماما کے جادو کا شکار ہو گیا۔ مگر خدا میرا یقین کرو میں نے کبھی ایسے اسکی خواہش نہیں کی تھی۔ مجھے وہ نہ بھی ملتا میں رہ لیتی میں برداشت کر لیتی میں۔۔ میں۔۔ ماما کی باتوں میں آگئی۔" وہ نظریں جھکا کر بولی۔

"مجھے تم پر یقین ہے زارا۔" تانیہ نے اسکے ٹھوڑی پکڑ کر کہا۔ زارا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"مجھے۔۔ مجھے۔۔ تم پر پورا یقین ہے۔ تم نے کچھ نہیں کیا۔ نہ پھوپھو نے۔" اس نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں پھر بھی وہاں نہیں جاؤں گی۔ میں گمنان زندگی بسر کر رہی ہوں اور ایسے ہی ٹھیک ہوں پلیز مجھے ایسا ہی رہنے دو۔ میں نے بہت گناہ کیے ہیں اب دوبارہ کچھ غلط نہیں کرنا چاہتی۔" وہ آنسوؤں صاف کرتے ہوئے بولی۔

"میں جا رہی ہوں تانیہ۔ اللہ حافظ۔" وہ اتنا کہہ کر تیز تیز قدم اٹھاتی وہاں سے چلی گئی۔ تانیہ وہیں قبر کے قریب بیٹھ کر بچوں کی طرح بلک بلک کر روئی۔

"سب۔۔ سب۔۔ غلط ہو گیا۔" وہ روتے ہوئے بولی۔ دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے بعد اس نے دعا مانگی اور آنسوؤں صاف کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔

\*\*\*

وہ قبرستان سے سیدھا اپنے گھر آئی تھی۔ نازیہ سے سلام دیا کے بعد وہ حزیفہ کے کمرے کی جانب بڑھی۔

اس نے دروازہ ناک کیا۔ آمنہ کی اجازت ملنے پر وہ اندر داخل ہوئی۔  
"ارے بھابھی آپ کیوں ناک کرتی ہیں آجایا کریں۔" وہ کتاب ایک جانب رکھتے ہوئے بولی۔ وہ ایک یونیورسٹی میں ٹیچر کی جاب کرتی تھی۔  
"میں نے ڈسٹرب تو نہیں کر دیا۔" تانیہ نے مسکرا کر پوچھا۔  
"کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ۔" آمنہ نے ہنس کر بات کو ٹالا۔

وہ آمنہ کے ساتھ بیڈ پر بیٹھ گئی۔ اس نے غور سے آمنہ کو دیکھا۔ بے بی پنک رنگ کی پاؤں تک چھوتی فراک میں اسکا رنگ نکھرا نکھرا لگ رہا تھا۔ سیاہ گھنے بال کمر پر جھول رہے تھے۔ تانیہ نے بے اختیار اس کے بالوں کو چھوا۔ آمنہ مسکراتے ہوئے نظریں جھکا کر بیٹھی رہی۔

"حزیفہ کو تمہارے بال بہت پسند تھے۔" وہ کھوئے ہوئے لہجے میں بولی۔ یہ آٹھ سال میں پہلی بار تھا جب تانیہ اس سے حزیفہ کی بات کر رہی تھی۔ آمنہ کی مسکراہٹ اسکی بات پر گہری ہوئی۔

"وہ تمہیں بھی بہت چاہتا تھا۔" تانیہ نے اس کے چہرے کو دیکھ کر کہا۔ ہاتھ اب گود میں تھے۔

آمنہ نے نفی میں سر ہلایا۔ "اسے مجھ سے کبھی محبت نہیں تھی۔" وہ عجیب انداز میں ہنس کر بولی۔

"اس لیے تم نے اسے مار دیا؟" تانیہ نے بہت آرام سے اس کے سر پر دھماکا کیا۔ اگر کوئی اور ہوتا تو اس وقت بھوکلا جاتا مگر وہ بھی آمنہ سلطان تھی۔

"مجھے معلوم تھا آپ جانتی ہوں گی۔" وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔ آمنہ کی آنکھوں میں کوئی رنج، ملال، پچھتاوا نہیں تھا۔ وہ کس بے دھڑک انداز میں اپنا گناہ قبول کر رہی تھی۔

\*\*\*

حزیفہ کو دفنانے کے بعد جب تانیہ حزیفہ کے کمرے میں آئی تو وہ ہر چیز کو دیکھنے میں مصروف تھی۔ اچانک اسکی نظر بیڈ کے قریب پڑے کاغذ پر گئی۔ شاید کسی نے بے دھیانی میں اسے وہاں پھینک دیا تھا۔ تانیہ نے جھک کر وہ کاغذ اٹھایا اور ڈسٹن میں ڈالنے لگی۔ ڈسٹن کا ڈھکن کھلنے پر تانیہ کو حیرت ہوئی۔ وہاں چھوٹی چھوٹی شیشے کی بوتلیں تھیں۔ کچھ خالی تھیں اور کچھ میں ہلکے رنگ کا مادہ تھا۔

تانیہ نے انہیں ہاتھ میں اٹھایا۔ وہ ایک کیمیکل تھا۔ ایسا سخت ترین کیمیکل جو دماغی کینسر کا باعث بنتا ہے۔ ڈاکٹر کا کہنا تھا شاید انڈسٹری میں کام کرتے ہوئے وہ کوئی کیمیکل انجیل کرتا رہا ہے جس کی وجہ سے اسے برین ٹیومر ہوا۔ سب نے اس بات کو تسلیم کر لیا تھا۔ تانیہ ڈاکٹر تھی اسے سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ آمنہ

اسے یہ کیمیکل کسی چیز میں بہت ہلکی مقدار میں ملا کر دیتی رہی ہے۔ اگر وہ ایک ہی وقت میں زیادہ مقدار دیتی تو سب کو شک ہو جاتا۔ تانیہ کو لگا وہ سانس نہیں لے سکے گی۔ وہ ان شیشیوں کو ہاتھ میں اٹھائے پھٹی پھٹی نظروں سے انہیں دیکھتی رہی۔

اسکی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اسکا بھائی کس قدر بے دردی سے مارا گیا تھا یہ احساس اسے توڑ گیا تھا۔ اس دن کے بعد تانیہ کہیں کھو گئی تھی۔ اسے کوئی پرانا جاننے والا ملتا تو وہ وہاں سے بھاگ جاتی۔ کہیں کوئی اس سے یہ نہ پوچھ لے کہ اتنا علم حاصل کرنے کے بعد اسکا بھائی کیسے اسکی نظروں کے سامنے مر گیا اور وہ کچھ نہ کر سکی۔

"تم نے ایسا کیوں کیا؟؟؟" اسکی آنکھوں سے آنسو سے نکل رہے تھے۔

"اس نے میرے ساتھ ہمیشہ غلط کیا تھا۔" آمنہ نے دلیل دی۔

"تو تم نے اسے مار دیا؟؟؟ کیا کوئی اور حل نہیں تھا؟؟؟" وہ روتے ہوئے بولی۔

"میں نے اسکی ہر غلطی کو معاف کیا۔ اس نے میری تزیل کی میں نے معاف

کیا، اس نے مجھے میری خاندان میں بدنام کیا میں نے معاف کیا۔ ہر غلطی کو

نظر انداز کر کے اس سے شادی کی اور اسے مجھ سے محبت نہیں تھی۔ پھر مجھ پر

فرض تھا کہ میں اپنی ہر تزیل کا بدلہ لوں۔" اس نے بغیر ہچکچائے کہا۔

"تم نے ایک بار پوچھا تھا ناں کہ انسان کے دل سے حیا کیسے ختم ہو جاتی ہے۔  
خود کو دیکھو آمنہ آج تمہارے دل سے بھی حیا ختم ہو چکی ہے۔ تم نے گناہ کیا  
ہے اور اسے جسٹیفائی کرنے کے لیے تمہارے پاس ہر دلیل ہے۔ تم بے حیا ہو  
چکی ہو۔" اس نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"میں نے کچھ غلط نہیں کیا۔" آمنہ اپنی بات پر اڑی رہی۔  
"تم صبر کرتی آمنہ۔ وہ رب صبر کا پھل دیتا ہے۔ تمہیں بھی نوازتا۔ وہ حریفہ کا  
دل تمہارے لیے بدلنے کی طاقت رکھتا تھا مگر تم نے یہ کیا کر دیا۔" تانیہ نے نفی  
میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔  
آمنہ بالکل خاموش رہی۔

"پتا ہے تانیہ جب ہمارے نبی قرآن کی تلاوت کرتے تھے ناں تو کفار بھی اکثر  
چھپ چھپ کر انکے کلام کو سنا کرتے تھے۔ مگر وہ سب مسلمان نہیں ہو جاتے  
تھے۔ جانتی ہو کیوں؟" اس نے ٹہر کر پوچھا۔ آمنہ نے کوئی جواب نہ دیا۔  
"ہمارے نبی کی آواز میں اس پاک کلام کا اثر کسی بھی مخلوق کا دل موم کر سکتا تھا  
مگر کفار پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ کیوں کہ انکے دل سخت ہو چکے تھے۔ شیطان  
نے انہیں اس قدر بہکا دیا تھا کہ ان پر اللہ کا پاک کلام بھی اثر نہیں کرتا تھا۔ تمہارا  
دل بھی سخت ہو چکا ہے۔" اس نے ٹہر کر آمنہ کو دیکھا۔ وہ بغیر کسی تاثر کے  
اسے سن رہی تھی۔ شاید واقع اس کا دل سخت ہو چکا تھا۔

تانیہ بات ممل کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ نے بہت دیر کر دی جانے میں بھابی، بھائی تو شادی کے دن سے جانتے تھے میں نے حریفہ سے شاد کس لیے کی ہے۔" اسے نکاح کے دن والے شایان کے الفاظ یاد آئے۔ وہ اسکا بھائی تھا۔ اسکی رگ رگ سے واقف۔ وہ جان چکا تھا آمنہ کا حریفہ سے شادی کرنا محبت نہیں کچھ اور ہے اور وہ اس میں آمنہ کے ساتھ نہ تھا۔ مگر شایان نے بھی یہ نہ سوچا تھا کہ آمنہ اسے مار ہی دے گی۔

"آپ سب کو بتانا چاہیں تو بتا سکتی ہیں مجھے فرق نہیں پڑے گا۔" وہ ڈھٹائی سے بولی۔

"پتا ہے آمنہ جیسے ہر نیکی کا اجر دنیا میں ہی نہیں ملتا ویسے ہی ہر گناہ کی سزا بھی دنیا میں نہیں ملتی۔ اور یقین جانو اس جہان کی سزا اس دنیا کی سزا سے کئیں گناہ زیادہ دردناک ہوگی۔ تم بھی اس دنیا کی لذتوں کا مزہ لیتی رہو تمہیں اسکی سزا اگلے جہان میں ملے گی۔"

تانیہ اتنا کہہ کر چلی گئی۔ پیچھے وہ اکیلی کھڑی رہ گئی۔ اسکے چہرے پر عجیب شیطانی مسکراہٹ تھی۔ وہ بالکل اطمینان سے کھڑی تھی یوں کہ تانیہ کی کسی بات کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ آمنہ ان لوگوں میں سے بن گئی تھی جو اپنے گناہوں کی جیسٹیفیکیشن دے کر بھی پر سکون رہتے ہیں۔

دنیا میں ہر خوشحال اور پر سکون انسان نیک نہیں ہوتا بعض اوقات یہ سکون دراصل آزمائش ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو دنیا میں کھلی چھوٹ دیتا ہے تاکہ وہ اپنی مرضی سے گناہوں میں ڈوبتے رہیں۔ وہ لوگ حقیقت سے ناواقف ہوتے ہیں۔ ہم حیران ہوتے ہیں کہ یہ شخص اتنے گناہوں کے بعد بھی پر سکون کیوں ہے؟؟ مگر درحقیقت وہ اللہ کی مہلت ہوتی ہے۔ اور اسکے لیے آخرت میں سخت ترین عذاب تیار کیا گیا ہوتا ہے۔ وہ بھی انہی لوگوں میں سے تھی جسکی ساری زندگی اسکے گناہوں پر پردہ پڑا رہا ہے اور وہ سکون کی زندگی بسر کرے مگر اسکے گناہوں کا بدلہ آخرت میں اسکا منتظر تھا۔

\*\*\*

ختم شدہ

اس ناول کا مقصد یہ کانسیپٹ دینا ہے کہ حجابی، نقابی یا کوئی بھی دیندار  
یا نیک شخص ہمیشہ گناہ کرتا ہے۔ یہ ہر انسان کی پرسنل چانس ہوتی ہے۔ ہاں  
شیطان ایمان والوں کو ہی بھڑکاتا ہے وہ بہت سے گناہ کرتے ہیں مگر انکا اگلا عمل  
انکے ایمان کا ثبوت ہوتا ہے۔ دل کی حیا اور ظاہری حیا دو الگ الگ چیزیں ہیں،  
جنکا آپس میں گہرا تعلق ہے مگر یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ "دل میں حیا نہ ہو تو پردہ  
بے کار ہے"۔ اسکا یہ مطلب تو نہ ہوا کہ مثلاً کوئی شخص با حیا نہ ہو تو وہ پردہ بھی  
چھوڑ دے۔ نہیں!!! اگر انسان ایک سے شروعات کرنا چاہتا ہے تو ضرور کرنا  
چاہیے۔ مگر حقیقتاً یہ دونوں ہوا اور پانی کی طرح ضروری ہیں۔